عجائبات افریقہ کی دہشتناک داستان

ابابیل

مترجم: مظہر الحق علوی

عجائباتِ افریقہ کی دہشتناک داستان

پہاڑوں کی ایک بہادر دوشیزہ کی کہانی

ایاریل

مصنف
راہیڈر ہیگرڈ

مترجم
مظہر الحق علوی

نوا ○ ناشرینِ کتب
PH 7223600
راجپوت مارکیٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	....	ابابیل
مصنف	....	راہیڈر ہیگرڈ
مترجم	....	مظہر الحق علوی
ناشر	....	رانا محمود علی
انتخاب	....	واجہ امام بخش
باراوّل	....	2000ء
سرورق	....	ذاکر
کمپوزنگ	....	محمد اعظم، اسد بخاری

اسٹاکسٹ

رشید نیوز ایجنسی

فریئر مارکیٹ۔ فریئر روڈ۔ کراچی

فون نمبر 7760892

انتساب

اپنے محترم دوست

مشہور و معروف ناول نگار

خان محبوب طرزی صاحب

کے نام!

جو اُردو زبان میں سائنس فکشن

کے ناولوں کے مستند ادیب مانے

جاتے ہیں۔

مظہر الحق علوی

چوھدری پریس۔ لاھور

ہمارے ادارے کی دیگر تصانیف

پُراسرار، خوفناک، حیرتناک اور آسیبی ناول

بلی	سلامت علی مہدی	قیمت 100 روپے
خوفناک انتقام	راہیڈر ہیگرڈ	120 روپے
موت کا سایہ	ایڈگر والیس	100 روپے
چیختی لاشیں	(خوفناک کہانیوں کا انتخاب)	100 روپے
بچھو	مسعود جاوید	100 روپے
کالا شیطان	براہام سٹوکر	100 روپے
ابابیل	مظہر الحق علوی	120 روپے
دشت فرعون	مظہر الحق علوی	100 روپے
وہ زندہ تھی	براہام سٹوکر	100 روپے
مقدس روح	مظہر الحق علوی	100 روپے
معصوم بلائیں	مسعود جاوید	100 روپے

آج ہی اپنے آرڈرز سے مطلع فرمائیے

نوا ○ راجپوت مارکیٹ

اُردو بازار ○ لاہور

یہ ایک عجیب بات ہے کہ میں ایک بوڑھی عورت کتاب لکھنے کے لئے قلم اٹھارہی ہوں جب کہ دنیا میں کتابیں لکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میرا شوہر جان بومارا اپنے وقت میں بڑا ہی گبرو جوان اور بہادر تھا۔ 1936ء میں جب ہم اپنے ظالم آقاؤں یعنی انگریزوں کے مظالم سے تنگ آکر اپنے وطن سے نکلے اور افریقہ کے خطرناک اور خوفناک جنگلوں میں بھٹکتے رہے تو اس وقت میرے شوہر نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے لیکن آج کوئی دیکھے میرے اس شوہر کو۔ ایک کونے میں مفلوج پڑا ہوا ایک دیو قامت بڈھا جس کی اب صرف قوت سامعہ باقی رہ گئی ہے۔ میں اور میرا شوہر جان، اور اب ہماری موت زیادہ دور نہیں' چنانچہ ہمیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم نے طویل عمر پائی اور اپنی جوانی میں ہی نہیں مر گئے جیسے کہ ہمارے بہت سے ساتھی مر گئے۔ ہاں۔ ہمارے ساتھی جوان، مرد، عورتیں اور بچے جو وحشیوں کے بھالوں سے مارے گئے یا جنھیں درندوں نے پھاڑ کھایا یا جو افریقہ کے جنگلوں میں بھوک سے مرے یا بخار میں مبتلا ہو کر مرے۔ آہ لوگ مجھے اکثر یاد آتے ہیں اس بڑھاپے میں مری نیند بہت کم ہو گئی ہے لیکن جب بھی میری آنکھ لگتی ہے میں اپنے ان پرانے ساتھیوں کی آوازیں سنتی ہوں جو اس دنیا میں نہیں رہے جو اپنی جوانی میں مارے گئے ہاں اس وقت جب میں جوان تھی اور میرا شوہر جان بھی جوان تھا، میں انہیں خواب میں دیکھتی ہوں اور ان کی آوازیں سنتی ہوں۔

چنانچہ میں بول رہی ہوں اور سوزانے، میری پڑپوتی، میرے الفاظ مشین سے لکھ رہی ہے۔ اب کوئی پوچھے بھلا کہ مجھے اس بڑھاپے میں یہ کہانی لکھوانے کی کیا دھن سمائی؟ لو سنو، میں ان بہادروں کے کارنامے محفوظ کروا دینا چاہتی ہوں جو میرے ساتھی تھے اور کافروں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے، یہ تو ایک وجہ ہوئی، دوسری وجہ یہ ہے کہ تنہا سوزانے، میری پڑپوتی، ہمارے خاندان کی آخری نشانی رہ گئی ہے کیونکہ اس کا باپ اور دادا اور اس کا دادا ہمارا گود لیا ہوا بیٹا تھا اور ہماری اکلوتی بیٹی کا شوہر تھا، انگریزوں کے ساتھ مل کر زولو بادشاہ کاٹودایو کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔

اب بہت سوں نے رالف کانزی کی عجیب و غریب کہانی سنی ہو گی رالف بے خانماں تھا اور اس کو ہم نے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا حالانکہ وہ انگریز تھا بہت سوں نے سنا ہو گا کہ رالف ہماری بیٹی سوزانے کو کس طرح اور کہاں ملا تھا ہماری بیٹی کا نام بھی سوزانے تھا چنانچہ اس حساب سے یہ سوزانے' جو یہ کہانی لکھ رہی ہے میری پڑنواسی بھی ہوئی، اکثروں نے یہ بھی سنا ہو گا کہ کن عجیب واقعات میں ہماری بیٹی

سوزانے کو افریقہ کے وحشیوں نے پناہ دی اور کس طرح وہ ایک بونی وچ ڈاکٹریس کے ساتھ، جس کا نام سی ہاماباتھا، دو برس سے زیادہ مدت رہی یہاں تک کہ رالف نے، جو اس پر جان چھڑکتا تھا، اسے آخر کار بچالیا یہ وچ ڈاکٹریس سی ہاماایک قبیلہ کی سردارنی تھی اور یہ قبیلہ "کہار" کہلاتا تھا۔

ہاں بہت سوں نے رالف اور سوزانے کی حیرت انگیز، عجیب و غریب اور سنسنی خیز کہانی سنی ہوگی لیکن اس میں، مجھے یقین ہے کہ زیب داستان کے لئے بہت سی الٹی سیدھی باتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ البتہ تنہا میں حقیقی داستان سے واقف ہوں، تنہا میں اس کہانی کی ایک ایک تفصیل، صحیح تفصیل جانتی ہوں، چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے یہ داستان محفوظ کر لوں تاکہ میری آئندہ نسل اور رالف کانزی کی بھی نسل اجداد کے کارناموں سے واقف ہو اور انہیں معلوم ہو کہ رالف کانزی، ہمارا منہ بولا بیٹا، جو ہم بوئیروں میں پلا اور بڑھا تھا اور اب میں اپنی یادوں کی راکھ کرید کر رالف کے ملنے کا قصہ بیان کرتی ہوں اور یہ واقعہ کئی برسوں پہلے کا ہے۔

جان بوئمار یعنی میرا شوہر، اسی نام کے خاندان کا ایک فرد تھا۔ بوئمار ایک مشہور خاندان تھا جس کے زیادہ تر لوگ اولڈ کالونی کے گراف رنیٹ علاقے میں رہتے تھے اور اس وقت تک جان بھی وہیں رہا جب تک یہاں کے لوگ انگریزی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر اپنے گھربار چھوڑ کر نئی آبادی بسانے کے لئے آگے چلے گئے اور آگے ہی بڑھتے چلے گئے تاکہ برطانوی حکومت سے دور، بہت دور چلے جائیں۔ اس وقت میں چھوٹی سی تھی اور ان لوگوں کا یہ خروج بے وجہ نہ تھا۔

اسی علاقے میں ایک گھرانہ تھا جو بیزنڈاہوٹ کہلاتا تھا اس کے ایک شخص کا نام فریڈرک تھا۔ فریڈرک پر الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے غلاموں پر سخت ظلم کرتا ہے۔ چنانچہ افریقی کافروں کا ایک دستہ فریڈرک کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ دستہ ہائنٹوٹ کافروں کا تھا جو پنڈدر کہلاتا تھا۔ انگریزوں نے پنڈدروں کی پوری فوج ہی بنائی تھی، خیر تو فریڈرک اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا کہ کالے کافر اسے گرفتار کریں۔ اس کے نزدیک یہ بڑی ذلت کی بات تھی۔ چنانچہ وہ بھاگ کر ایک غار میں پہنچا اور وہاں وہ انگریزوں کے بھیجے ہوئے اس دستے سے اس وقت تک جنگ کرتا رہا جب تک کہ مارا نہ گیا۔

اس واقعہ کے بعد بوئمار اور چند دوسرے خاندانوں نے اپنی پرانی بستی کو خیرباد کہا اور وہ وہاں سے خروج کر کے ٹرانسکی آگئے، ان خاندانوں میں ایک خاندان ناوڈی بھی تھا یعنی میرا خاندان۔ میرے والدین۔

ٹرانسکی میں بوئمار کی بیوہ اور میرے والد پڑوسی تھے، یعنی ان گھروں میں فاصلہ اتنا تھا کہ اگر گھوڑے پر بیٹھ کر میرے گھر سے بوئمار کی بیوہ کے گھر جانے کے لئے کوئی نکلے تو دو گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائے۔ مطلب یہ کہ دونوں گھروں میں تقریباً تیس میل کا فاصلہ تھا۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس زمانے میں ہم بوئیروں کا یہ تھا کہ انگریزوں کے مظالم سے دور ہی دور رہنے کی کوشش کرتے تھے اور جب علاقے پر انگریزوں کا قبضہ ہو جاتا تھا وہاں سے نکل کر پھر کسی نئے علاقے کی تلاش میں

چل پڑتے تھے اور کسی مناسب جگہ دیکھ کر قیام کر دیتے تھے اور جو شخص جتنی زمین چاہتا تھا اپنے قبضے میں کر لیتا تھا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک خاندان کا گھر دوسرے خاندان کے گھر سے بیس بیس تیس تیس میل دور ہوتا تھا۔ یہ تشریح اس لئے کر دی میں نے کہ میرا خیال ہے میرے یہ کہنے پر لوگ ہنسیں گے کہ بوئمار کی بیوہ اور میرے والد پڑوسی تھے خیر تو اب میں بغیر شرم محسوس کئے کہہ سکتی ہوں کہ ان دنوں میں بڑی حسین تھی نہ صرف یہ بلکہ پورے ٹرانسکی کی حسین ترین لڑکی تھی۔ جی ہاں اپنی پڑپوتی سوزانے سے بھی زیادہ حسین حالانکہ اکثر لوگ سوزانے کو بہت زیادہ حسین سمجھتے ہیں اور خود سوزانے کو بھی اپنے حسن پر ناز تھا اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ خود لڑکی اپنے حسن پر ناز کرے ایسی لڑکیاں اپنے حسن پر مغرور ہو کر بھٹک جاتی اور بگڑ جاتی ہیں مجھ سے کہا گیا تھا کہ میری رگوں میں شریف فرانسیسی خون ہے لیکن مجھے اس پر کوئی فخر نہ تھا کیونکہ سارے ہی بوئیروں کی رگوں میں شریف خون ہے۔ کم سے کم میں اتنا تو جانتی ہوں کہ میرے جدامجد ایک فرانسیسی کونٹ تھے جو اپنے ملک سے کسی مذہبی اختلاف کی وجہ سے جان بچا کر فرار ہو گئے تھے۔ ان کی بیوی بھی بلاشبہ بہت حسین تھی چنانچہ ان کا حسن ہمیں ورثے میں ملا ہے اور یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارے ناوڈی خاندان کا ہر فرد کیا مرد کیا عورت خوبصورت اور حسین ہی ہوا ہے اور اس خاندان کی سب سے زیادہ حسین لڑکی تو میری اپنی سوزانے تھی جس کی شادی اس انگریز لڑکے سے ہوئی تھی جس کا نام رالف کانزبی تھا۔ چنانچہ تب سے، یعنی رالف اور سوزانے کی اولاد سے، ہمارے خاندان کے حسن میں زوال شروع ہوا حالانکہ رالف بھی خوبصورت تھا۔

بہر حال وجہ کچھ بھی ہو یہ حقیقت ہے کہ میں دوسری بوئیر لڑکیوں سے قطعی مختلف تھی۔ بوئیروں کی اکثر لڑکیاں جسم سے ذرا موٹی، غیر متناسب الاعضا اور بولنے میں سست ہوتی ہیں یعنی ان کی زبان بھی ذرا موٹی ہوتی ہے اور شادی کے بعد وہ بالکل بولتی ہی نہیں۔ اس کے برخلاف میرا جسم سڈول تھا اور حالانکہ میں بلند قامت نہ تھی لیکن پست قامت بھی نہ تھی میری رنگت گلابی سی تھی اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بڑی پر کشش رنگت تھی میرے بال بھورے تھے اور ان میں گھونگھر پڑتے تھے: آنکھیں بھی بھوری تھی اور ہونٹ سرخ اور بھرے بھرے اور ان ہونٹوں کو چومنے کے لئے صرف ایک دفعہ چومنے کے لئے اس علاقے کے نوجوان اور بوڑھا۔ اپنا گھوڑا مع سامان کے دینے کے لئے تیار تھے لیکن میرے ہونٹ چومنا تو ایک طرف رہا میں نے انہیں اپنے بدن کو انگلی تک لگانے نہ دی، اور ان سب سے بڑھ کر میری جو چیز لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی تھی، وہ میری مخروطی چھاتیاں تھیں جنہیں دیکھ کر نوجوان بے اختیار آہیں بھرے تھے۔ سوزانے یا اس زمانے کی لڑکیاں اپنا بھلا برا خود سمجھتی تھیں، آج کی طرح نہیں کہ کسی نوجوان نے انہیں دیکھ کر ایک دو دفعہ سیٹی بجائی اور وہ اس کی بانہوں میں پہنچ گئیں۔ یہ بے حیائی ہمارے زمانے میں نہ تھی۔

خیر تو ان نوجوانوں میں سے، جو میرے امیدوار تھے، مجھے جان پسند تھا۔ ہاں یہی جان جو اس وقت وہ سامنے کونے میں بیٹھا ہوا ہے اور جو بڈھا، نابینا اور مفلوج ہے لیکن اس زمانے میں وہ ایسا وجیہہ جوان تھا

کہ کوئی بھی لڑکی اس کی طرف مائل ہو سکتی تھی۔
لیکن میرے والد اس شادی کے خلاف تھے کیونکہ ان کی خو بو اب بھی فرانسیسوں کی سی تھی۔ چنانچہ ان میں خاندانی غرور کا مادہ زیادہ تھا اور وہ بوئمار خاندان کو ذرا کم درجے کا سمجھتے تھے۔ لیکن آخر میں وہ رضامند ہو گئے کیونکہ جان بڑا ہی شریف اور بڑا ہی بہادر جوان تھا' چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد بہت زیادہ لمبی کئی ایک موم بتیاں جلانے کے بعد جیسا کہ رواج تھا، میری اور جان کی شادی ہو گئی اور ہم دونوں دور ایک فارم میں رہنے چلے گئے۔

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہماری ازدواجی زندگی کیسی گزری۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کہہ سکتی ہوں کہ میں تو بہر حال مطمئن تھی ان کے برعکس اگر جان اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ تھا تو اس نے یہ بات کبھی نہ کہی۔ بہر حال اس ذکر سے کیا فائدہ جیسی بھی زندگی تھی ہماری گذر گئی، میں جان کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک رہی اور اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کو خوش رکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے دکھ برابر بانٹتی رہے اور اسے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرے اپنی خوش کلامی سے، اپنے محبت بھرے سلوک سے، اپنی ملائمت اور خاکساری سے اور اگر اس کا شوہر کبھی غصے ہو تو اس کو الٹ کر جواب نہ دے۔ ہاں اس طرح ایک بیوی اپنے شوہر کی زندگی کو اور اس کے گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔ جہاں کسی بیوی نے اپنے شوہر پر اپنی فوقیت جتائی اپنے خاندانی غرور میں آکر اسے ذلیل سمجھا، شوہر کے والدین اور عزیزوں کا اپنے والدین اور اپنے عزیزوں سے مقابلہ کر کے اپنے شوہر کے خاندان والوں کو کم رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی تو دونوں کی زندگی زہر ہوئی۔

تو آمدم برسر مطلب، میری اور جان کی شادی ہو گئی، اس کے ٹھیک ایک سال بعد میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے اپنے خاندانی نام پر سوزانے ہی رکھا، لیکن ابھی وہ پنگھوڑے میں ہی تھی کہ کافروں نے اسے ایک دوسرا ہی نام دے دیا۔ "ابابیل......" اب یہ میں نہیں جانتی کہ کافروں نے سوزانے کو یہ لقب کیوں دیا تھا۔

سوزانے عرف ابابیل شروع سے ہی بے حد خوبصورت تھی اور اس کے بعد میرے کوئی اولاد نہ ہوئی کیونکہ اس کی پیدائش کے بعد میرے رحم میں کوئی بیماری ہو گئی اور میں بچے جننے کے قابل نہ رہی۔ دوسری عورتوں سے سات آٹھ بلکہ بارہ بارہ بچے تھے چنانچہ وہ اکثر مجھے طعنے دیا کرتی تھیں لیکن ان کے ان طعنوں کا جواب میں ایسا دیتی تھی کہ وہ آگے بول ہی نہ سکتی تھیں۔ لیکن میں اپنی پڑپوتی سے نہ کہوں گی کہ وہ میرا یہ جواب بھی لکھے۔ میں ان سے یہ بھی کہتی تھی کہ میرے لئے بس ایک ہی بیٹی کافی ہے حالانکہ دل ہی دل میں اس پر مین کڑھتی ضرور تھی لیکن جب ہمارا، عظیم خروج شروع ہوا اور دوسری عورتوں کی اولاد کافروں کے بھالوں میں چھو کر یا بھوک سے تڑپ تڑپ کر یا جنگل کے بخار میں مبتلا ہو کر مرنے لگی تب میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میرا رحم خشک ہو گیا تھا، لیکن جب سوزانے گم ہو گئی تب میری عمر کے چند برس بڑے آزمائشی اور بے چین گزرے لیکن یہ واقعات میں اپنے وقت پر

بیان کروں گی۔

ٹرانسکی میں ہمارا جو فارم تھا وہ سمندر سے زیادہ دور نہ تھا۔ ہمارے مکان کے عقب میں ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا جس پر سے ایک چشمہ گنگناتا ہوا نیچے اتر رہا تھا اب اگر آپ اس ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ جائیں تو وہاں سے سمندر کو صاف طور سے دیکھ سکتے ہیں سمندر کی زبردست موجیں ساحل کی چٹانوں سے بڑی آواز کے ساتھ ٹکراتیں اور اس کے زبردست فوارے زبردست سفید بادلوں کی طرح بہت اوپر تک فضا میں بلند ہوتے اور پھر چٹانیں ان کی اس ٹکر سے کانپ کانپ اٹھتیں اور پھواریں اڑتی جیسے سینکڑوں وھیل مچھلیاں اپنے سر کے سوراخوں میں سے پانی اڑا رہی ہوں اور پھر یہ پھوار ہوا کے دوش پر سوار ہو کر ساحل پر اور بہت اندر تک در آتی اور جھاڑیاں اور گھاس اور درختوں کے پتے پھنک پھنک جاتے اور اس جہاز کا خدا ہی حافظ ہوتا جو ان ٹکرانے والی موجوں میں پھنس کر چٹانوں سے ٹکرا جاتا کیونکہ کچھ ہی دیر بعد وہ ٹوٹ پھوٹ کر ایسا بن جاتا جیسے اس پر بجلی گری ہو سردیوں کا موسم تھا، اور اس وقت سوزانے کی عمر سات برس کی تھی۔

پچھلے چار دنوں سے جنوبی مشرقی ہوا چل رہی تھی۔ میرا مطلب تیز طوفانی ہوا سے ہے اور سمندر جیسے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ گرج رہا تھا اور ساحل کی چٹانوں سے سر پٹخ پٹخ کر جھاگ اچھال رہا تھا جیسے کوئی زبردست دیو دیوانہ ہو گیا ہے۔

اسی موسم کا ذکر ہے کہ ایک شام ہوا کا زور کم ہوا تو میں اپنی بیٹی سوزانے کو لے کر اسی ٹیلے پر پہنچی جو ہمارے مکان کے عقب میں تھا اور جس پر سے سمندر دکھائی دیتا تھا۔ دن بھر کے کام کاج سے میں تھک گئی تھی چنانچہ میں اس ٹیلے کی چوٹی پر بیٹھ کر ذرا آرام کرنا اور سمندر کا نظارہ کرنا چاہتی تھی۔ سمندر اب بھی غصے میں چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا حالانکہ ہوا کا زور کچھ کم ہو گیا تھا۔

مجھے اور سوزانے کو اس ٹیلے پر بیٹھے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ میرا شوہر جان وہاں آ گیا اور میں حیرت سے سوچنے لگی کہ وہ کیوں آیا ہے کیونکہ وہ دوسرے معاملات میں بہت بہادر تھا لیکن سمندر اور پانی سے بہت ڈرتا تھا۔ اس کا یہ خوف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ طوفانی سمندر کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کی آواز راتوں کو اسے سونے دیتی تھی حالانکہ جان کو میں نے مست ہاتھیوں کی چنگھاڑ میں اور زولو فوج کے نعروں میں بے فکری سے سوتے دیکھا ہے۔

"موت بہر حال موت ہے چاہے کسی بھی طرح سے آئے اور کسی بھی صورت آئے" میں نے کہا" لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اس قسم کی موت کو ترجیح دیتی ہوں میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میری موت بستر پر آئے کہ پادری میرے سرہانے آخری دعائیں پڑھ رہا ہو اور پائینتی پر میرا شوہر بیٹھا رو رہا ہو یا رونے کی ایکٹنگ کر رہا ہو۔"

"کیا تم موت پر سمندر کو ترجیح دیتے ہو؟"

جان نے کہا!"یہاں ترجیح دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو سمندر میں ڈوب کر

مرنے سے زیادہ میں یہ پسند کروں گا کہ کافر مجھے اپنے بھالوں سے قتل کریں یا پھر انگریز مجھے پھانسی دیں جیسا کہ انہوں نے میرے باپ اور چچا کو لٹکا دیا تھا۔ میرے خدا! سمندر کی موت تو بڑی بھیانک ہے۔"

"جان! آج یہ تم سمندر کی موت کا ذکر کیوں لے بیٹھے ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں، ہماری ایک بیل کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

بس اتنی سی ہے یہ کہانی بقیہ کہانی تو اب وہ بھیانک موجیں ہی سنائیں گی جن کا نظارہ تمہیں اس قدر پسند ہے لیکن جان، یہ کافروں کی گپ بھی تو ہو سکتی ہے! ممکن ہے لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ ان کافروں میں کوئی بھی خبر جیسے پر لگا کر اڑتی ہے اور چشم زدن میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہوگا کہ اس ساحل پر پہلے بھی کئی جہاز ٹکرا کر ٹوٹے ہیں، بیٹی! یہ بندوق رکھ دو کیا تم اپنی ماں کو ہی گولی مار دینا چاہتی ہو۔ کتنی دفعہ میں نے کہا ہے تم سے کہ بندوق سے کھیلنا اچھا نہیں۔" اور جان نے سوزانے کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنے باپ کی بندوق اٹھالی تھی ان دنوں میں ہر شخص کے پاس بندوق ہوا کرتی تھی اور مرد ہمیشہ اپنے پاس بندوق رکھا کرتے تھے کیونکہ ہم افریقہ میں تھے اور بہت سے کافروں کے درمیان مقیم تھے۔ چنانچہ یوں سمجھ کر ہر شخص، جوان اور بوڑھا سپاہی تھا۔

"ابا! میں کافروں کا شکار کر رہی تھی۔" سوزانے نے بندوق رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کافروں کا شکار کر رہی تھی۔" اب جان نے کہا۔ "فکر نہ کرو یہاں کافروں سے جھڑپیں ہوتی ہی رہتی ہیں اور اس سے پہلے کہ ہم اس زمین پر مستقل طور سے اپنے گھر بنائیں کافروں سے زبردست جنگ ہوگی لیکن یہ لڑکیوں کا کام نہیں ہے۔"

"سوزانے تمہیں تو لڑکا ہونا چاہیے تھا۔"

"لیکن میں لڑکا نہیں ہوں، میں لڑکی ہوں" سوزانے نے جواب دیا۔ "اور میرا کوئی بھائی بھی نہیں ہے حالانکہ دوسری لڑکیوں کے تو دو دو تین تین بھائی ہیں ابا میرا کوئی بھائی کیوں نہیں ہے۔"

جان نے شانے اچکا کر میری طرف دیکھا۔

"ابا! سمندر میرے لئے ایک بھائی نہ لا دے گا۔" سوزانے نے پوچھا۔

سوزانے کی اس بات کو سمجھنے کے لئے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے سوزانے سے کہا تھا کہ ننھے بچے سمندر میں سے نکلتے ہیں، آپ کے گھروں میں ولادت ہوتی ہو گی کبھی آپ کا دوسرا چھوٹا بچہ آپ سے پوچھتا ہو گا کہ اس کا یہ بھائی یا بہن کہاں سے آئی تو آپ بھی کوئی ایسا ہی بے تکا جواب دیتے ہوں گے۔"

"سمندر تمہارے لئے شاید ایک بھائی لا دے بیٹی لیکن تمہیں اسے تلاش کرنا پڑے گا۔" جان نے ایک آہ بھر کر کہا۔

اور وہ نہ جانتا تھا کہ اس کی یہ بات، جو اس نے سوزانے کو ٹالنے کے لئے کہی تھی، کیا نتائج پیدا کرے

گی۔

دوسرے دن فارم میں ایک بھگدڑ پڑ گئی کیونکہ جب ہم ناشتہ کر رہے تھے تو اس کافر لڑکی نے، جو سوزانے کی دیکھ بھال کرتی تھی اور گویا اس کی انا تھی، آکر ہمیں مطلع کیا کہ بچی کہیں گم ہو گئی ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ کافر لڑکی اور سوزانے علی الصبح ساحل سمندر پر بڑی سیپیاں تلاش کرنے گئی تھیں۔ جو مدوجزر کے بعد ساحل سمندر پر چھوڑ جاتا تھا اور چونکہ یہاں تو سمندر میں سخت طوفان آیا تھا اس لئے یقین تھا کہ انہیں یہ سیپیاں بہت زیادہ تعداد میں مل جائیں گی۔

کافر لڑکی تو وہاں پہنچنے کے بعد ایک چٹان کے سائے میں بیٹھ گئی اور سوزانے سیپیاں اکٹھا کرتی ہوئی ساحل پر آگے بڑھ گئی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا لیکن سوزانے واپس نہ آئی تو کافر لڑکی کو فکر ہوئی اور اب وہ سوزانے کو تلاش کرنے لگی لیکن پا نہ سکی کیونکہ اس کے قدموں کے نشانات اس جگہ پہنچ کر جہاں ریگستانی ساحل تھا اور جہاں لانبی آبی گھاس اگ رہی تھی، غائب ہو گئے تھے۔

کافر لڑکی کے اس انکشاف سے میں پریشان ہو گئی اور جان بھی پریشان ہو گیا اور اسے غصہ بھی اتنا آیا کہ اگر وقت ہوتا وہ اس کافر لڑکی کو برآمدے کے کھمبے سے باندھ کر اسے کوڑے مارتا یہاں تک کہ اس کی کھال ادھڑ جاتی۔ لیکن ایک ایک لمحہ قیمتی تھا چنانچہ جان نے چند کافروں کو اپنے ساتھ لیا اور سوزانے کی تلاش میں ساحل کی طرف روانہ ہو گیا اور اس وقت واپس آیا جب سورج غروب ہو رہا تھا، میں برآمدے میں کھڑی ہوئی تھی چنانچہ میں دور ہی سے جان اور کافروں کو آتے دیکھ کر کانپ گئی اس کے ساتھ سوزانے نہ تھی۔

"بیوی!" اس نے کھوکھلی آواز میں کہا۔ "ہماری بچی گم ہو گئی ہے۔ ہم نے اسے دور دور تک تلاش کیا لیکن کہیں اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ کھانا تیار کر کے میرے گھوڑے کی زین کے تھیلے میں رکھ دو کیونکہ اگر آج رات بالکل سوزانے ہمیں نہ ملی تو پھر وہ فاقے کر رہی ہو گی۔"

"اس طرف سے مطمئن رہو۔" میں نے کہا۔ "کم سے کم وہ فاقے نہ کرے گی۔"

"تو کیا اس کے لئے آسمان پر سے من و سلویٰ اترے گا؟" جان نے چڑ کر کہا۔

"باورچن نے مجھے بتایا ہے کہ جانے سے پہلے سوزانے نے اس سے دودھ کی ایک بوتل تھوڑے سے بسکٹ اور گیہوں کے آٹے کے چند کیک مانگ کر تھیلی میں رکھ لئے تھے۔"

"اب یہ عجیب بات ہے۔" جان نے جواب دیا۔ "سوزانے کو ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی اگر اس نے سفر پر جانے کا ارادہ کر لیا ہو۔"

"کبھی کبھی بچوں کے دل میں کچھ دیر کے لئے گھر سے بھاگ جانے اور آوارہ گردی کرنے کا شوق چرّاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن دعا کرو کہ چاند کے غروب ہونے سے پہلے ہم اسے تلاش کریں۔" اور جب میں زین کے تھیلے میں اشیائے خورد و نوش بھر رہی تھی تو جان نے بھنے ہوئے گوشت کے چند لقمے زہر

مار گئے۔ میرے ہونٹ چومے، مجھے تسلی دی اور پھر تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر سوزانے کی تلاش میں روانہ ہو گیا، میں برآمدے میں کھڑی اسے شام کے دھندلکے میں غائب ہوتے دیکھتی رہی۔

میں بیان نہیں کر سکتی کہ جان کے جانے کے بعد میرا وقت کس قدر آزمائشی گزرا میں رات بھر برآمدے میں بیٹھی رہی اور ٹھنڈی ہوا میری ہڈیوں کا گودا ٹھٹھراتی رہی اور شبنم میرے کپڑے بھگوتی رہی لیکن میں اس سے بے پروا اپنے پیدا کرنے والے سے دعا مانگتی رہی۔ ایسے سچے دل سے اور ایسی رقت سے میں نے کبھی دعا نہ مانگی تھی۔ اس کا تو مجھے یقین تھا کہ سوزانے، ہماری اکلوتی بیٹی اور ہماری آنکھوں کی روشنی اور دل کی ٹھنڈک اس خطرے میں تھی جس سے صرف خدا ہی اسے نکال سکتا تھا، جس علاقے میں ہم رہتے تھے وہ بھیانک تھا اور اس علاقے میں وحشی اور خونخوار کافر گھوما کرتے تھے جو سفید فاموں سے سخت نفرت کرتے تھے اور ان کے جانی دشمن تھے چنانچہ یہ کافر سوزانے کو اٹھا کر لے جا سکتے یا اس کی جان بھی لے سکتے تھے اس کے علاوہ یہ علاقہ شیروں، لکڑ بھگوں اور دوسرے درندوں سے پر تھا جو سوزانے کو پھاڑ کھا سکتے تھے اور آخر میں یہ کہ سمندر کا مدوجزر اس طرف بڑا ہی خوف ناک اور تباہ کن تھا اور اگر سوزانے اب تک ساحل کی چٹانوں میں ہی بھٹک رہی تھی تو پھر سمندر اسے نگل سکتا تھا۔

آخر کار رات ختم ہوئی۔ صبح کی روشنی زمین پر اتر آئی اور اس کے ساتھ جان بھی آ گیا میں نے اس کے چہرے کی طرف ایک نظر دیکھا اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"جان! ہماری بیٹی خدانخواستہ مر تو نہیں گئی" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا" اس نے کہا "ہمیں اس کا کوئی سراغ نہیں ملا ہے وہ خود اور نہ اس کی لاش! کچھ اور مجھے برانڈی دو، دوسرا تازہ دم گھوڑا تیار کرو۔ سورج طلوع ہو رہا ہے اور میں پھر اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ مدوجزر ختم ہو گیا ہے اس لئے ممکن ہے سوزانے ہمیں چٹانوں میں مل جائے۔"

اور وہ آہیں بھرتا ہوا میرے گھر میں داخل ہوا۔

"آہ جان۔ ہم اپنے خدا سے دعا کریں وہ ہم دکھیاروں کی ضرور سنے گا" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں جھک گئے اور اس سے مانگنے لگے جو ہر جگہ ہے اور ہر دم ہے جو سب کچھ دیکھتا اور سب کچھ سنتا ہے، ہم اس کے سامنے گڑگڑائے کہ وہ ہم پر رحم کرے اور ہماری بچی ہمیں واپس دیدے، اگر دعا سچے دل سے مانگی جائے تو خدا ضرور سنتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہماری بھی سن لی۔

ابھی ہم دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ہم نے اس کافر لڑکی کی آواز سنی جو سوزانے کی انا تھی اور جو رات بھر پائیں باغ میں اوندھے منہ پڑی ہچکیاں لے لے کر روتی رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر ہمیں باہر آ کر دیکھنے کو کہہ رہی تھی میں اور جان دل میں امید اور خوشی کی لہریں محسوس کر کے اٹھے اور دروازے کی طرف لپکے۔

ہمارے گھر کے سامنے اور اس سے صرف تیس قدم دور ایک ڈھلان تھی اور اس وقت طلوع

ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں اس ڈھلان کی چوٹی پر پوری طرح سے بکھری ہوئی تھیں اور وہاں اس ڈھلان پر اور سورج کی نرم گرم کرنوں میں' ہماری بچی سوزانے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سر سے پیر تک بھیگی ہوئی تھی، اس کے بال بے ترتیب تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ نہ تو زخمی تھی اور نہ کچھ اور۔ بلکہ وہ مسکرا رہی تھی اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ ایک سفید فام لڑکا جس کا قد سوزانے کے قد سے نکلتا ہوا تھا اور جو عمر میں بھی سوزانے سے کچھ بڑا تھا۔ یہ لڑکا سوزانے کے شانوں کا سہارا لئے ہوئے تھا۔

خوشی کی چیخوں کے ساتھ ہم اس کی طرف دوڑ پڑے اور اس دوڑنے میں، میں بڑی تیز بھاگنے والی تھی چنانچہ جان سے پہلے میں سوزانے کے پاس پہنچی اور میں نے اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا چوما۔ میں نے سوزانے کو گھسیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا تو وہ سفید فام زمین پر ڈھے گیا کیونکہ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ اس کی ٹانگیں زخمی تھیں اور وہ کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔

"ہیں! کیا مطلب ہے اس کا"؟ جان نے پوچھا

"مطلب کیا ہو سکتا ہے ابا۔" سوزانے نے جواب دیا۔ "سوائے اس کے کہ میں اس بھائی کی تلاش میں گئی تھی جو آپ نے کہا تھا کہ اگر میں نے تلاش کیا تو مجھے ساحل سمندر پر مل جائے گا اور یہ دیکھو بھائی مجھے مل گیا حالانکہ میں اس کی بولی نہیں سمجھ سکتی اور یہ بھی میری بولی نہیں سمجھ سکتا۔ آؤ بھائی میں سہارا دوں تمہیں' یہ ہمارا گھر ہے اور یہ ہمارے اماں ابا ہیں۔" میں اور جان دم بخود تھے لیکن ہم دونوں بچوں کو گھر میں لے آئے اور ان کے گیلے کپڑے اتارنے لگے۔ یہ میں تھی جس نے لڑکے کے کپڑے اتارے تھے۔ اس کا لباس پھٹ گیا تھا لیکن وہ اتنے قیمتی اور عمدہ کپڑے کا تھا کہ ہم نے ایسا کپڑا کبھی نہ دیکھا تھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی قمیض ملائم اور ریشمی تھی۔ قمیض کے کالر پر (آر ایم R.M) کڑھا ہوا تھا۔ میں نے دوسری باتیں بھی دیکھیں ایک تو یہ کہ اس کے پیر اتنے سوج گئے تھے کہ جوتے ان میں پھنس گئے تھے اور اب انہیں کاٹ کر ہی اس کے پیروں میں اتارا جا سکتا تھا اور دوسری یہ کہ لڑکا کئی دنوں سے بھوکا تھا کیونکہ اس کی پسلیاں اس کی سفید دودھ جیسی جلد پر صاف نظر آ رہی تھیں۔

خیر تو ہم نے لڑکے کو نہلا دھلا کر گرم کمبل اور ملائم کھال میں لپیٹ دیا اور میں نے اسے چمچہ چمچہ یخنی پلائی۔ اگر میں نے یخنی کا پیالا اسے دے دیا ہوتا تو وہ اس قدر بھوکا تھا کہ سب کی سب پی جاتا اور شائد مر جاتا۔ جب اس کی بھوک کی تسکین ہو گئی اور اس کے حواس ذرا بجا ہوئے تو غمناک یادیں اس کے دماغ میں شاید ہجوم کر آئیں۔

کیونکہ وہ رونے اور انگریزی زبان میں بار بار بس ایک ہی لفظ کہنے لگا۔ "اماں، اماں، اماں" اور یہی رٹتے رٹتے وہ سو گیا اور کئی گھنٹوں تک بے خبر سوتا رہا اور پھر تھوڑی تھوڑی کر کے میں نے سوزانے سے پوری کہانی معلوم کر لی۔

معلوم ہوا کہ اس دن کی رات کو جس دن میں اور سوزانے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور سوزانے نے جان کی بندوق اٹھائی تھی، سوزانے نے ایک خواب دیکھا یہاں میں یہ بتا دوں کہ سوزانے بڑی دلیر لڑکی

تھی اور عجیب عجیب خیالات اس کے دماغ میں کلبلاتے رہتے تھے۔ خیر تو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک کھائی میں جو ہمارے فارم سے ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر تھی۔ کوئی لڑکا دعائیں مانگ رہا ہے' حالانکہ وہ ایک ایسی زبان میں دعائیں مانگ رہا تھا جو سوزانے جانتی نہ تھی۔ تاہم سوزانے نے اس کے الفاظ خواب میں سمجھ لئے۔ لڑکا کہہ رہا تھا۔ "اے خدا! میری ماں مر گئی ہے اور میں بھوکا ہوں۔ چنانچہ کسی کو میری مدد کے لئے بھیج دے۔" اس کے علاوہ اس کے خواب میں یہ بھی ہوا کہ سوزانے نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ لڑکے کو دیکھ نہ سکتی تھی صرف اس کی آواز سن سکتی تھی۔ اس نے وہ چٹان پہچان لی جس کی کسی گھائی میں سے لڑکے کی آواز آ رہی تھی، یہاں وہ دو دفعہ آ چکی تھی، ایک دفعہ تو میرے ساتھ کنول کے پھول لینے اور دوسری دفعہ اپنے باپ کے ساتھ ایک گم شدہ بیل کے ساتھ آئی تھی۔

سوزانے بڑی ہوشیار اور تیز فہم تھی اور جانتی تھی کہ اگر اس نے اپنے اس خواب کا ذکر ہم سے کیا تو ہم ہنس پڑیں گے اور اسے اس جگہ جانے نہ دیں گے جو اس نے خواب میں دیکھی تھی۔ چنانچہ اس نے ساحل پر سے سیپیاں اکٹھی کرنے کا پروگرام بنایا اور سوچ لیا کہ وہاں سے وہ کافر لڑکی کی نظر بچا کر اس چٹان کی طرف چلی جائے گی جہاں خواب میں اس نے لڑکے کی آواز سنی تھی اور اسی لئے اس نے دودھ کی بوتل اور بسکٹ کو تھیلی میں رکھ لیا تھا۔

آگے بیان کرنے سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ سوزانے کا یہ خواب کیا تھا کیا یہ خواب اس نے لڑکے کو ہمارے گھر لانے کے بعد گھڑ لیا تھا یا پھر حقیقت میں یہ اس کا سچا خواب تھا جیسے کہ اکثر بچوں کو خواب نظر آتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں، اس سوال کا جواب میں نہ دوں گی، پڑھنے والے خود ہی فیصلہ کریں۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گی کہ اگر اسے ایسا کوئی خواب نظر نہ آیا تھا تو پھر وہ اپنے ساتھ دودھ اور بسکٹ کیوں لے گئی تھی؟ آپ کہیں گے اس لئے کہ اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر اس نے تلاش کیا تو اسے ایک بھائی مل جائے گا ممکن ہے ایسا ہی ہو بہر حال فیصلہ میں آپ پر چھوڑتی ہوں۔

تو آمدم بر سر مطلب، جب سوزانے لڑکی کی نظر بچا کر بھاگ گئی تو وہ ساحل چھوڑ کر آگے بڑھی اور چونکہ اس طرف کی زمین سنگلاخ تھی اس لئے اس کے قدموں کے نشان پتھروں پر نہ پڑے وہ چلتی رہی یہاں تک کہ وہ چٹانوں میں پہنچ گئی لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے اسے خاصا طویل راستہ طے کرنا پڑا غالباً اس لئے کہ وہ راستہ بھٹک گئی تھی، آخر بچی ہی تو تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ اس جگہ کو نہ پہچان سکی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی اور جہاں وہ پہلے بھی دو دفعہ آ چکی تھی چنانچہ وہ چلتی رہی اور پھر اس ویران جنگل کی وجہ سے اس کے دل میں خوف اترنے لگا۔ ہک اس کے سامنے سے بھاگ رہے تھے اور بندر ایک سے دوسری چٹان پر چھلانگیں لگا لگا کر چیخ رہے تھے اور سوزانے کی طرف دیکھ دیکھ کر دانت نکال رہے تھے اور اس کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ برابر چلتی رہی البتہ راستے میں دودھ پینے اور کھانے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے رک گئی، سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ اس جگہ پہنچ گئی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی یہ ایک تنگ گھاٹی تھی،

کچھ دیر تک وہ اس تنگ گھاٹی میں بھٹکتی رہی یہاں تک کہ جھاڑیوں کے ایک ایک جھنڈ میں سے آتی ہوئی ایک مدھم آواز اس نے سنی یہ وہی آواز تھی جو اس نے خواب میں سنی تھی۔ سوزانے رک گئی اور دائیں طرف گھوم کر جھاڑیوں میں گھس گئی، جھاڑیوں کے پیچھے ایک وادی تھی اور وادی کے عین بیچ میں ایک چپٹی چٹان تھی اور اس چٹان پر ایک لڑکا بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔ سوزانے اس کے پاس پہنچی اور اس سے بات کی لیکن لڑکا ہماری زبان سمجھتا نہ تھا اور سوزانے اس کی زبان سمجھتی نہ تھی۔ سوزانے نے بوتل کا بچا ہوا دودھ اور گیہوں کے کیک اسے دے دیئے اور وہ بڑی رغبت سے کھانے اور پینے لگا اس عرصے میں سورج غروب ہو چکا تھا اور اندھیرے میں واپس آنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے چنانچہ دونوں بچے اس چٹان پر اور گرمی حاصل کرنے کی غرض سے ایک دوسرے کو لپٹ کر بیٹھ گئے۔ وہ یوں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اندھیرے میں نیلی نیلی آنکھوں کو اپنی طرف گھورتے دیکھا اور خوفناک غراہٹ کی آوازیں بھی سنیں اور وہ دونوں ڈر گئے۔

آخر کار چاند طلوع ہوا اور اس کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ان سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تین تیندوے کھڑے ہوئے تھے اور ٹہل رہے تھے ان میں سے دو بڑے تھے اور تیسرا چھوٹا تھا۔ لیکن خود خدا ان دونوں بچوں کا محافظ تھا۔ چنانچہ ان درندوں نے ان پر حملہ نہ کیا بلکہ ان کی طرف دیکھتے رہے اور پھر غراتے ہوئے بھاگ گئے۔

اب سوزانے اٹھی اور اس نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف چلنے لگی لیکن بہت ہی آہستہ کیونکہ لڑکے کی ٹانگیں سوج گئی تھیں اور وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ اسی لئے آخری نصف راستہ اس نے سوزانے کے شانوں کا سہارا لے کر طے کیا، وہ رات بھر اسی طرح چلتے رہے اور وہ ٹیلہ جو ہمارے گھر کے عقب میں تھا، سوزانے کی راہبری کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوئے وہ گھر پہنچ گئے جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں۔ اور یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ دونوں آگئے کیونکہ جان اور وہ کافر جو سوزانے کی تلاش میں گئے تھے اسے اس گھاٹی میں تلاش کر چکے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ دوبارہ وہاں جانے والے نہ تھے کیونکہ چٹانیں بہت تھیں اور گھاٹیاں بہت تھیں جہاں انہیں سوزانے کو تلاش کرنا تھا۔

یہ اسی دن کا ذکر ہے جب دونوں بچے ہمارے گھر پہنچے تھے اور اب وہ دونوں بے خبر سو رہے تھے کیونکہ بے حد تھکے ہوئے تھے۔

"بیوی، اب اس لڑکے کا ہم کیا کریں جسے سوزا نے یہاں لے آئی ہے" جان نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا کریں؟" میں نے کہا۔

کرنے کا کیا ہے اسے ہم رکھیں گے۔

"لیکن......"

"یہ لڑکا خدا کا عطیہ ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا۔

"لیکن یہ انگریز ہے اور مجھے انگریزوں سے سخت نفرت ہے" جان نے نظریں جھکا کر کہا۔

"انگریز ہو یا ڈچ بہر حال یہ کسی شریف اور عزت دار خاندان سے ہے اور خود خدا نے اسے ہمارے پاس بھیجا ہے چنانچہ اب اسے نکال دینا گویا اپنی خوش بختی کو نکال دینا ہے۔"

"لیکن اگر اس کے خاندان والے اسے تلاش کرتے ہوئے یہاں آئے تو پھر کیا ہوگا؟"

"جب وہ آئیں گے تب دیکھا جائے گا' یہ تو بہت بعد کی بات ہے جس کے متعلق ابھی سے اندازے لگانا فضول ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ کوئی اسے تلاش کرنے نہ آئے گا۔"

"کیوں؟" جان نے پوچھا۔

"اس لئے کہ میرا خیال ہے کہ سمندر نے اس کے سارے عزیزوں کو نگل لیا ہے" اور اس کے بعد جان نے کئی برسوں تک اس سلسلے میں کچھ نہ کہا۔ میرا خیال ہے کہ وہ شروع ہی سے اس لڑکے کو رکھ لینا چاہتا تھا اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ ہمارے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور کوئی اولاد ہونے والی بھی نہ تھی۔

لڑکے نے اپنا نام رالف کانزی بتایا۔ میں سمجھتی ہوں یہ کانزی دراصل میکنزی ہوگا تو رالف اپنے والدین اور دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ ہندوستانی جہاز میں سوار ہوا تھا۔ یہ ہندوستان ان ممالک میں سے ایک ہے جنہیں انگریزوں نے عیاری سے چرا کر اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ ہندوستان بہت دور ہے چنانچہ وہ لوگ ایک بہت بڑے جہاز میں بہت دنوں تک سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا جہاز اس ساحل کے قریب پہنچ گیا اور تب سمندر میں طوفان آیا اور ہوا ان کے جہاز کو گھسیٹنے لگی یہاں تک کہ وہ ہمارے گھر اور فارم سے سوڈیڑھ سو میل دو چٹانوں سے ٹکرا گیا۔ سمندر کا طوفان اتنا شدید تھا اور جہاز چٹانوں سے اتنے فوری طور سے ٹکرایا تھا کہ ملاح صرف کشتی سمندر میں اتار سکے جس میں صرف چھ ملاح تھے اور باقی عورتیں بچے تھے۔ اسی کشتی میں یہ لڑکا رالف اور اس کی ماں بھی تھی لیکن

اس کا باپ اس کشتی میں سوار نہ ہوا حالانکہ جہاز کا کپتان منت سماجت کرتا رہا کہ وہ بھی کشتی میں سوار ہو جائے کیونکہ رالف کا باپ کوئی بڑا عہدے دار اور اہم شخص تھا اور اس کی زندگی عام لوگوں سے زیادہ اہم اور قیمتی تھی۔

کشتی جب کنارے کے قریب پہنچی تو الٹ گئی اور کشتی میں بیٹھنے والوں میں سے چند غرق ہو گئے لیکن رالف اور اس کی ماں کو اور بقیہ لوگوں کو سمندر کی موجوں نے کنارے پر لا پھینکا۔ ایک ملاح نے کمپاس سے سمت معلوم کی اور ان لوگوں کا قافلہ ایک طرف چل دیا۔ یقیناً انہیں امید تھی کہ وہ سفید فاموں کے کسی شہر میں پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ بچارا بچہ خود خوفزدہ تھا کہ اسے بھی یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مرد تو کافروں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے لیکن ان کافروں نے عورتوں اور بچوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس کے بعد عورتیں اور بچے بھوک اور تھکن سے یکے بعد دیگرے مرنے لگے۔

رالف کو جب یقین ہو گیا کہ اس کی ماں مر چکی ہے تو اس پر ایسی دہشت طاری ہو گئی کہ وہ وہاں سے بھاگا۔ جتنا تیز بھاگ سکتا تھا بھاگا۔ دن بھر لڑکھڑاتی ٹانگوں سے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ گھاٹی میں پہنچ گیا اور چپٹی چٹان پر گھٹنوں کے بل جھک کر دعائیں مانگنے لگا جیسا کہ اسے سکھلایا گیا تھا اور اسی جگہ سوزانے نے آخر اسے تلاش کر لیا۔

رالف کی اس کہانی کی تصدیق ان کافروں کی باتوں سے بھی ہو گئی جو ایک یا دوسری خبر لائے تھے اور پھر ایک شخص کو، جو سوزانے کی تلاش میں گیا ہوا تھا' رالف کی ماں کی لاش مل گئی اور اس نے اسے دفن کر دیا۔ اس نے اسے بتایا کہ جس عورت کی لاش تھی وہ طویل القامت اور بلند خاندان کی تھی اور اس کی عمر تیس سال کی ہو گی۔

ہم نے اس کی قبر نہ کھودی حالانکہ ہم اسے دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن کافروں نے کہا کہ اس خاتون کے پاس کچھ نہ تھا سوائے دو انگوٹھیوں کے جن میں سے ایک تو سونے کی اور سادی تھی اور دوسری میں زمرد جڑا ہوا تھا جس پر کچھ علامت کندہ تھی۔ یہ شاید خاندانی علامت تھی اس کے گاؤن کی ایک جیب میں سرخ چرمی جلد والی جیبی کتاب تھی جو بائبل تھی جس کے پہلے صفحے پر انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔

"یہ تحفہ ہے فلور گورڈن کے لئے اس کی ماں ایکٹس گورڈن کی طرف سے یہ تقریب کونفرمیشن ہے"

اور اس کے نیچے تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

اور یہ سب چیزیں وہ کافر جسے رالف کی ماں کی لاش ملی تھی' لے آیا اور مجھے دیدیں۔ ساتھ ہی وہ اس خاتون کے بالوں کی ایک لٹ بھی کاٹ کر لے آیا تھا۔

"سوزانے یاد رکھنا کہ بالوں کی یہ لٹ 'جس پر لیبل لگا دیا ہے' میرے پلنگ کے نیچے دھرے ہوئے صندوق میں محفوظ ہے۔ جب خدا مجھے اپنے پاس بلائے تو تم یہ لٹ اپنے پاس رکھ لینا۔"

دوسری چیزیں میری پڑپوتی اسی سوزانے کے پاس ہیں جو یہ داستان لکھ رہی ہے۔ کیونکہ ان چیزوں پر اس کا جائز حق ہے اور اس کا دادا اپنے وصیت نامے میں یہ چیزیں اس کے نام کر گیا ہے اور وہاں ان میں ایک اور چیز بھی ہے جس کا ذکر کرنا میں بھول گئی۔

جب ہم نے لڑکے کے کپڑے اتارے تو اس کی گردن میں ایک لاکٹ تھا۔ رالف نے بتایا کہ مرنے سے پہلے اس کی ماں نے یہ لاکٹ اس کے گلے میں ڈال دیا تھا یہ لاکٹ بھی سونے کا تھا اور اس میں دو تصویریں تھیں ایک مرد کی' ایک عورت کی اور ایک بچے کی۔ بائیں طرف کھڑا ہوا مرد خاصا قبول صورت تھا اور اس نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ رالف نے بتایا کہ یہ اس کا باپ تھا۔ دائیں طرف ایک حسین خاتون کی تصویر تھی۔ رالف نے مجھے بتایا کہ یہ اس کے ماں کی تصویر تھی۔ دونوں کے بیچ میں ایک بچہ کھڑا تھا اور وہ رالف تھا۔ یہ تصویریں اور لاکٹ بھی میری پڑپوتی سوزانے کے پاس ہیں۔

تو خیر ہم نے ان خاتون کی قبر نہ کھودی۔ بلکہ جان ایک دن وہاں گیا اور اس نے پتھر رکھ کر اس کچی قبر کو پکی بنایا اور اس کے چاروں طرف ایک چار دیواری بنادی، وہ قبر اور چار دیواری آج تک وہاں موجود ہے اور اس علاقے کے لوگ اس قبر کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں اس کے علاوہ بعد میں جب ایک پادری ہمارے علاقے میں آنکلا تو اسے اس خاتون کی قبر پر لے گئے اور وہاں اس نے قبر پر آخری دعا بھی پڑھی۔

اس جہاز کی غرقابی نے دنیا میں ایک ہلچل مچادی اور برطانوی حکومت نے ایک جہاز اس کی طرف تحقیق کے لئے بھیجا کہ معلوم ہو جہاز کی غرق آبی کا سبب کیا تھا لیکن کوئی ہمارے پاس پوچھنے نہ آیا کہ ہم کیا جانتے تھے اس جہاز کی غرقابی کے متعلق۔ چنانچہ یوں ہوا کہ رفتہ رفتہ اس جہاز کے واقعہ کو لوگ بھول گئے جیسا کہ اس دنیا میں ہر واقعہ کو لوگ بھول جاتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی غمناک کیوں نہ ہو۔

شروع شروع میں تو رالف کی حالت کسی آسیب زدہ کی سی رہی۔ رات کے وقت اور دن کو بھی کبھی کبھی اس پر شدید خوف کا دورہ سا پڑتا اور پھر وہ اسی طرح سے رونے اور ہچکیاں لینے لگتا کہ پتھر کا کلیجہ بھی ہل جائے۔ جب یہ دورے پڑتے تو اس وقت صرف ایک ہستی تھی ایسی جو اسے پُر سکوں کر سکتی تھی اور وہ ہماری بیٹی سوزانے تھی۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ میں تین دفعہ انہیں کس حال میں دیکھ چکی ہوں۔ ہاں اس منظر کی ایک ایک تفصیل مجھے یاد ہے۔

رالف ایک دم سے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی پھٹی ہوئی آنکھوں سے وحشت عیاں تھی' پسینے کے ریلے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ کچھ انگریزی زبان میں اور کچھ ڈچ زبان میں بول رہا تھا، کبھی تو اس کی آواز بلند ہو کر چیخ بن جاتی تھی اور کبھی مدھم ہو کر سرگوشی۔ اور یہ جہاز کی تباہی اپنے والدین' اس کافر عورت کے متعلق جس نے اسے کھانا دیا تھا اور جنگل اور درندوں اور ان کافروں کے متعلق بکا کرتا تھا جو ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور اس کے قریب نائٹ گاؤن پر لومڑی کی کھال کا فرغل اوڑھے سوزانے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی پلکوں میں اب بھی نیند کے ٹکڑے پھنسے

ہوئے تھے۔وہ رالف سے باتیں کر رہی ہوتی جو ہمارے لئے سراسر بے معنی تھیں۔وہ ایک ہاتھ سے رالف کی کلائی پکڑے ہوتی اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں میں کنگھی سی کر رہی ہوتی یہاں تک کہ رالف کا یہ دورہ گزر جاتا۔وہ خاموش ہو جاتا اور پھر سوزانے سے لپٹ کر سو جاتا۔

جیسے جیسے سال گزرتے گئے رالف کے یہ دورے کم ہوتے چلے گئے اور آخر کار یکسر ختم ہو گئے لیکن جو چیز ختم نہ ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ بڑھتی رہی وہ سوزانے سے رالف کی محبت تھی جو اس کی محبت سے شاید کچھ زیادہ بڑھی ہوئی تھی جو بھائی کو بہن سے اور بہن کو بھائی سے ہوتی ہے۔ لیکن ان دونوں کی محبت بچپن ہی سے عجیب طرح کی تھی مکمل ترین محبت اور وہ دونوں بچپن ہی سے ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اور ان کی محبت اس وقت تک اتنی ہی شدت سے قائم رہی جب تک کہ وہ دونوں زندہ رہے اور یقیناً ان کی یہ محبت دوسری دنیا میں بھی قائم رہی ان کے خیالات ایک تھے ان کے دل ایک تھے جسم جدا جدا تھے۔میں بوڑھی ہوں اور حالانکہ میں بہت سی باتوں سے ناواقف ہوں لیکن میں نے جب دنیا دیکھی ہے اور یہ یقین سے کہتی ہوں۔رالف کانزی اور سوزانے میں جیسی پاک محبت تھی ایسی محبت نہ تو پہلے کبھی کسی مرد عورت میں ہوئی اور نہ ہی آئندہ شاید ہو گی رالف کانزی بڑا ہوا تو وہ بڑا خوبصورت اور کھلے ہاتھ پاؤں والا مضبوط بہادر جوان تھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور دہانہ ذرا تنگ تھا وہ اتنا طاقتور تھا کہ اس دور کا کوئی بھی جوان اس سلسلے میں اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔جوانی میں حالانکہ وہ دیو قامت نہ تھا لیکن اس کا سینہ چوڑا تھا اور اس کے پٹھے جیسے آہنی تھے کہ وہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے۔

اب میں غیر ضروری تفصیلات حذف کر کے اس زمانے کا ذکر کر رہی ہوں جب رالف کی عمر انیس برس کی تھی حالانکہ اب تک اس کے داڑھی مونچھ نہ اگی تھی لیکن وہ مرد نظر آتا تھا کیونکہ افریقہ کی آب و ہوا میں لڑکے بہت جلد، دماغی طور پر نہیں تو جسمانی طور پر جوان ہو جاتے ہیں۔اس زمانے کا ذکر میں غم اور شرم محسوس کر کے کر رہی ہوں کیونکہ اسی سال میں نے اور جان نے ایک گناہ کبیرہ کیا جس کی سزا بھی ہمیں خدا کی طرف سے سخت ملی۔

موسم سرما کے ابتدائی دنوں میں میرا شوہر قریبی نشیب کی طرف گیا جو پچاس میل دور تھا وہ مکئی کی کھالوں سے بھرا ہوا چھکڑا لے کر انہیں فروخت کرنے وہاں گیا تھا اپنے ساتھ مکئی کے دانے لے جا رہا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ ان چیزوں کی تجارت بھی کرے۔میں ان دنوں علیل تھی چنانچہ اس کے ساتھ نہ گئی۔سوزانے بھی نہ گئی کیونکہ اس نے کہا وہ میری تیمارداری کرے گی رہا رالف تو ہم دونوں کی خبر گیری کے لئے گھر پر ہی رہ گیا۔

پندرہ دن بعد جان واپس آیا اور اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔
"کیا بات ہے جان" میں نے پوچھا "کیا مکئی اچھے داموں فروخت نہیں ہوئی"؟
"بہت اچھے داموں فروخت ہوئی" اس نے جواب دیا "اس انگریز دکاندار نے نہ صرف مکئی بلکہ کھالیں بھی دگنی قیمت سے خرید لیں۔ یہ انگریز واقعی بیوقوف ہوتے ہیں"
"تو پھر کیا بات ہے؟ کیا کافر دوبارہ حملہ کرنے یا بغاوت کرنے والے ہیں۔
"نہیں۔ فی الحال تو وہ پرسکون ہیں حالانکہ لندن سوسائٹی کے لعنتی مبلغ انہیں اکسانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔"

اور پھر اس نے مجھے اشارے سے مزید سوالات پوچھنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ میں نے اس وقت تک کچھ نہ پوچھا جب تک کہ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ہم اپنے کمرے میں نہ چلے گئے اور دوسرے افراد سو گئے۔

"ہاں جان اب سناؤ اپنی بری خبر۔" میں نے کہا "مجھے یقین ہے کہ یہ بری خبر ہی ہے۔
"سنو بیوی" جان نے کہا "وہاں نشیب کی بستی میں ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی جو پورٹ ایلزابیتھ سے آیا تھا اس نے بتایا کہ وہاں دو انگریز آئے ہوئے ہیں جو حال ہی میں وہاں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو اس کا لارڈ ہے اور دوسرا سرخ بالوں والا وکیل ہے۔ جب ان انگریزوں کو معلوم ہوا کہ یہ شخص جس سے میری ملاقات بستی میں ہوئی تھی، افریقہ کے اس علاقے کا ہے تو وہ اس کے ساتھ باتیں کرنے لگے اور انہوں نے بتایا کہ وہ ایک عجیب کام سے افریقہ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب ایک بڑا جہاز اس طرف کی چٹانوں سے ٹکرا کر کوئی دس برس پہلے غرق ہوا تھا تو اسی جہاز میں ایک لڑکا سفر کر رہا تھا جو اگر زندہ رہتا تو آج اسکاٹ لینڈ کا ایک بے حد امیر لارڈ ہوتا۔ بیوی نام بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ یہ لڑکا کون تھا۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور میرا پورا بدن ٹھنڈا ہو گیا کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جان کیا کہنے والا تھا۔

ایک طویل سانس لے کر جان نے کہنا شروع کیا۔ "وہ لوگ جنہیں اس لڑکے سے دلچسپی تھی، یہی سمجھتے رہے کہ جہاز کے سارے مسافروں کے ساتھ یہ لڑکا بھی مر گیا۔ لیکن ایک آدھ برس پہلے یہ افواہ گشت کرنے لگی کہ ایک لڑکا، جس کا حلیہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بتایا جاتا ہے، بچ گیا ہے اور ٹرانسکی کے ایک بوئیر خاندان نے اسے بیٹا بنا لیا ہے اب یہ میں نہیں جانتا بیوی کہ یہ افواہ کیسے پھیلی وہ جائیداد اور خطاب جو اس لڑکے کو ملنے والا تھا اور اس کا جائز حق تھا اس کے ایک چچیرے بھائی کو مل گیا ہے لیکن لڑکے کا یہ عزیز چونکہ ایماندار آدمی ہے اس لئے اس نے یہ ورثہ قبول کرنے سے پہلے افریقہ آنے اور اس افواہ کی حقیقت معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن زیادہ دور نہیں جب رالف ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا۔"

"نہیں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا" میں نے کہا "وہ ہمارا بیٹا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور میں اسے ان انگریزوں کے سپرد نہ کروں گی کبھی نہیں"

"تو پھر وہ اسے زبردستی لے جائیں گے۔" جان نے کہا۔ "اگر رالف نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تب بھی وہ اسے لے جائیں گے کیونکہ ان کی پشت پناہی قانون کر رہا ہے۔"

"آہ جان.........." میں نے چیخ کر کہا "اگر ایسا ہی ہوا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور کسی اور کا بھی دل ٹوٹ جائے گا۔"

اور میں نے اس کمرے کی طرف اشارہ کیا جس میں سوزانے سوئی ہوئی تھی۔

صبح بیدار ہو کر میں کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گئی۔ وہاں سوزانے بیٹھی کافی سٹرپ رہی تھی اور وہ گیت گنگنا رہی تھی جو رالف نے اسے سکھایا تھا۔ میں اب بھی تصور کی نظروں سے سوزانے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے تنگ خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اس کی کمر کی ڈوری میں ایک پھول اڑسا ہوا تھا اور جو شبنم سے نم تھا وہ ٹوپی اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھی اور اس کے لہریئے دار بھورے بال صبح کی دھوپ میں ریشم کے ڈھیر کی طرح چمک رہے تھے۔

اس وقت سوزانے کی عمر اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور وہ اتنی حسین تھی کہ اس کی خوبصورتی دیکھ کر میرا سینہ فخر سے پھولنے لگتا تھا۔ میری اتنی عمر ہوئی لیکن میں نے اپنی پوری قوم میں آج تک ایک بھی ایسی لڑکی نہیں دیکھی جو حسن و نزاکت میں سوزانے کی برابری کر سکے۔ بہت سی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو ایک یا دوسری طرف سے حسین معلوم ہوتی ہیں لیکن سوزانے ہر طرف سے حسین تھی اور حسن کی ملکہ تھی اور ہمیشہ وہ ایسی ہی حسین رہی وہ سرو قد تھی غزال کی طرح چنچل تھی اس کے اعضا نازک نازک تھے سینہ ابھرا ہوا تھا اور گردن صراحی دار تھی اس کی رنگت بے داغ تھی اور چہرہ کھلے ہوئے کنول کی مانند تھا اور آنکھیں ہرنیوں کی آنکھیں بھی ایسی سرمگیں خوبصورت اور ایسی پرکشش نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ وہ دل کی بھی صاف تھی رحم دل تھی اور ایسی خوش اخلاق کہ کافروں تک سے مسکرا کر بات کرتی تھی۔

"سوزانے آج تو تم وقت سے پہلے ہی بیدار ہو گئیں" میں نے کہا۔

"ہاں۔ رالف کے لئے کافی جو تیار کرنی تھی اسے کافر عورتوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پسند نہیں۔" سوزانے نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کوئی کافر عورت اس کے لئے کافی بنائے۔ میں نے کہا کیونکہ میں جانتی تھی کہ رالف کو اس سے کوئی غرض ہی نہ تھی کہ اس کے لئے کافی کون بناتا ہے اور کون نہیں بناتا اور اگر اسے کسی کی بنائی ہوئی کافی پسند تھی تو پھر وہ میرے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی

"سوراٹ پیٹ کل یہاں آیا تھا؟" سوزانے نے پوچھا "جب میں ساحل کی طرف سے واپس آ رہی تھی تو میرا خیال ہے میں نے اس کا گھوڑا دیکھا تھا۔"

"ہاں آیا تھا، کیوں۔؟"

"لماں سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ یہ پوچھ رہی ہیں؟ سوزانے نے جواب دیا۔ "وہ مجھے پریشان کرنے آتا ہے اور پھولوں کے تحفے لاتا ہے میرے لئے اور کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ "شادی" کروں۔"

"تو تم اس کے ساتھ شادی کرنا نہیں چاہتی؟"

"سوراٹ پیٹ کے سامنے میں نے اگر کوئی موم بتی جلائی تھی تو وہ بہت چھوٹی ہوگی۔" سوزانے نے پیر پٹخ کر جواب دیا۔ "یہ سوراٹ پیٹ نرا شیطان ہے۔ اس کے دھندے شیطانی ہیں، اور اس کی باتیں شیطانی ہیں، مجھے تو اس سے خوف آتا ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ اپنے باپ وان وارین کی موت کے بعد تو وہ اور بھی زیادہ بگڑ گیا ہے۔"

"مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت' پتا پر گھوڑا۔ کیونکہ تم جانو گناہ اور سحر وغیرہ تو اس کی گھٹی میں پڑے ہیں۔ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی بات چیت ہوئی۔"

"ہاں۔ تھوڑی سی۔ میں اس کی باتیں سننا چاہتی ہی نہ تھی چنانچہ وہ غصے ہو گیا اور مجھے دھمکیاں دینے لگا لیکن عین اس وقت رالف آ گیا اور سوراٹ دم دبا کر بھاگ گیا کیونکہ لماں وہ رالف سے بہت ڈرتا ہے۔"

"یہ رالف کہاں گیا سویرے۔؟" میں نے موضوع بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

"وہاں دور کے مویشیوں کے کرال میں گیا ہے۔ کیوں؟

"چند کافر بیل خریدنا چاہتے ہیں۔ آج صبح وہ بیل منتخب کر رہے ہیں چنانچہ رالف قیمت طے کرنے گیا ہے۔"

"لماں! وہ بڑا سمجھ دار ہو گیا ہے۔"

"اس کی رگوں میں انگریزی خون ہے لیکن وہ ایک عمدہ بوئیر ثابت ہو رہا ہے اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ جب وہ دوبارہ انگریز بن جائے گا تو اسے شاید بھولے سے یہ خیال نہ آئے گا کہ وہ کبھی بوئیر رہ چکا ہے۔"

"دوبارہ انگریز بن جائے گا! کیا مطلب ہے آپ کا؟" سوزانے نے جلدی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ کند ہم جنس با جنس پرواز، کبوتر با کبوتر باز با باز اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے اس باز کا گھونسلا کہیں دور تیار ہے جسے پکڑ کر ہم نے پنجرے میں ڈال دیا ہے۔"

"اگر ایسا ہے اماں تو پھر یہاں بھی ایک گھونسلا ہے جو خالی رہ جائے گا۔ سوزانے نے ٹوپی پھینک کر دونوں ہاتھ آپس میں بھینچ لئے، اماں! پہلیاں بجھوانے کے بجائے آپ صاف صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ بات کیا ہے؟ کیا مطلب ہے آپ کا۔"

"میرا مطلب یہ ہے سوزانے کہ ہم میں سے کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک اجنبی

سے ایسی محبت کرنے لگ جائیں رالف بوئیر نہیں انگریز ہے۔ وہ مجھے ماں اور تمہارے باپ کو ابا کہتا ہے لیکن ہمارے لئے نہ وہ بیٹا ہے اور نہ تمہارا بھائی چنانچہ ایک دن ایسا آئے گا جب حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی' جب اسے پتہ چلے گا کہ اس کے حقیقی عزیز واقربا تو یہاں سے بہت دور' سمندر کے اس پار ہیں اور بیٹی جب دور کے یہ پرندے اسے بلائیں گے تو پھر کون اسے اس اجنبی گھونسلے میں روک سکے گا۔"

"ہاں! کیوں نہ روک سکے گا؟" سوزانے نے اسی طرح دہرایا۔

"تو پھر بیٹی تم ایسا کرو کہ گھوڑا لے کر چلی جاؤ اور اگر رالف مل جائے تو اس سے کہنا کہ ایک چھوٹا سا ہک دلائے۔ ہک کا تازہ گوشت کھانے کو میری طبیعت چاہ رہی ہے۔"

"ماں! آپ اجازت دیں تو میں بھی اس کے ساتھ ہک کے شکار کو چلی جاؤں۔؟"

"چلی جاؤ! لیکن خدا کے لئے زیادہ دیر کر کے نہ آنا نہیں تو الٹے سیدھے اندیشے مجھے ادھ موئی کر دیں گے۔"

اس کے بعد سوزانے مزید کچھ کہے بغیر چلی گئی اور کچھ ہی دیر بعد میں نے اسے اپنی بھوری گھوڑی پر سوار ہو کر جنگل کی طرف جاتے دیکھا، یہ گھوڑی سوزانے کے لئے رالف نے سدھائی تھی، اور میں سوچنے لگی کہ کیا وہ رالف کو تلاش کر لے گی اور کیا ان دونوں کو اس دن شکار مل جائے گا۔

معلوم ہوا کہ سوزانے رالف کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی اور اسے میرا پیغام بھی سنا دیا اور یہ کہ وہ دونوں ہک کی تلاش میں اس جنگل کی طرف چل دیئے جو ساحل اور ٹیلوں کے سلسلے کے قدموں کے درمیان ایک سبز دھجی کی طرح یہاں سے وہاں تک چلا گیا تھا۔ اور کبھی کبھی یہاں ہک ہزاروں کی تعداد میں گھاس چرا کرتے تھے لیکن اس دن وہاں انہیں ایک بھی ہک نظر نہ آیا کیونکہ خشک گھاس جلا دی گئی تھی اور ان چوپایوں کے لئے یہاں کچھ نہ تھا جسے وہ کھانے آتے۔"

"اگر ماں کے لئے آج تازہ گوشت حاصل کرنا ہی ہے تو پھر ہمیں چٹانوں کی طرف جانا پڑے گا ممکن ہے وہاں ہمیں کوئی ڈوئیکر یا ہک مل جائے۔"

چنانچہ وہ دونوں گھوم کر اپنے گھوڑوں پر سوار چلتے رہے یہاں تک کہ اس گھاٹی کے قریب پہنچ گئے جہاں برسوں پہلے سوزانے کو رالف ملا تھا اس گھاٹی کے دہانے پر چھوٹا سا دلدلی خطہ تھا جس میں نرسلوں کا ایک جھنڈ تھا۔ نرسل چونکہ ہرے تھے اور دلدل میں بھی تھے اس لئے گھاس کے ساتھ جلے نہ تھے۔

"اس جھنڈ میں ہک کو ہونا چاہیے۔" رالف نے کہا۔ "اب اگر کوئی ہانکا کر کے ہک کو باہر نکالے تو پھر اس کا شکار کیا جا سکے کیونکہ یہ جھنڈ اتنا گنجان تھا کہ ہک نظر ہی نہیں آتا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے" سوزانے بولی "تم گھاٹی کے دہانے کی طرف جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں دوسری طرف جا کر نرسلوں میں گھستی ہوں۔"

"نہیں۔ تم دلدل میں دھنس جاؤ گی۔"

"ایسی کوئی بات نہ ہو گی کیونکہ اس خشک موسم میں دلدل ختم ہو گئی ہو گی" سوزانے کی یہ ترکیب رالف نے آخر کار منظور کر لی۔

اور اگر ایسا ہوا بھی کہ میں کسی نرم جگہ میں پھنس گئی تو تمہیں آواز دوں گی۔" پھر سوزانے اپنی گھوڑی پر سوار نرسلوں کے جھنڈ میں گھس گئی۔ وہ چیخ رہی تھی، گا رہی تھی اور اپنے چابک سے نرسلوں کو مار رہی تھی کہ اگر اس جھنڈ میں کوئی شکار ہو تو آوازوں سے گھبرا کر دوسری طرف نکل آئے۔ اور اس کی یہ محنت رائیگاں نہ گئی کیونکہ فوراً ہی دو ریڈ ہک جو نرسلوں میں سو رہے تھے خوفزدہ ہو کر اٹھے اور گھاٹی کے دہانے کی طرف بھاگے۔ یہ ریڈ ہک گدھوں کی طرح بڑے اور شیر کی طرح سرخ دکھائی دے رہے تھے، وہ سوزانے کے اتنے قریب سے اٹھ کر بھاگے تھے کہ اس کی گھوڑی بھڑک گئی لیکن سوزانے بڑی ماہر اور عمدہ شہسوار تھی چنانچہ وہ زین پر جمی رہی اور وہیں سے چیخ چیخ کر رالف کو تیار رہنے کو کہتی رہی، فوراً اس نے بندوق چلنے کی آواز سنی۔ اس اثناء میں وہ بھڑکی ہوئی گھوڑی کو قابو میں کر چکی تھی چنانچہ وہ اسے بڑھا کر نرسلوں کے دوسری طرف پہنچی تو دیکھا کہ رالف احمقوں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ نشانہ خطا کر گیا بالکل؟" سوزانے نے پوچھا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی لیکن بارود شاید گیلی تھی چنانچہ گولی ذرا دیر سے چلی اور وہ ہک کے اگاڑی لگنے کے بجائے پچھاڑی لگی۔ وہ گرا لیکن پھر فوراً ہی اٹھ کر بھاگ گیا۔ ہمیں اس کے پیچھے جانا چاہیے کیونکہ میں سمجھتا ہوں وہ زیادہ دور تک نہ جا سکے گا۔"

رالف نے دوبارہ بندوق بھری اور اس میں کچھ وقت لگ گیا کیونکہ ان دنوں میں ہمارے پاس کارتوسوں اور چھروں والی بندوقیں نہ تھیں اور ایسی ہی بندوقوں سے ہم نے ڈنگان اور موسی لی کازے کی خونخوار فوجوں کا مقابلہ کیا تھا، خیر رالف بندوق بھر چکا تو وہ دونوں ہک کے تعاقب میں روانہ ہو گئے جگہ جگہ خون کے چھینٹے جمے ہوئے تھے چنانچہ انہیں اس تعاقب کرنے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا، خون کے یہ چھینٹے میموس کے ایک جھنڈ تک چلے گئے تھے اور اس کے پیچھے ایک وادی میں انہیں ہک مردہ پڑا مل گیا۔

"بچارہ" سوزانے نے کہا۔ "دیکھو اس کی آنکھوں سے آنسو کس طرح بہتے ہیں اچھا ہوا کہ مر گیا اور اس کی تکلیف کا خاتمہ ہو گیا۔"

اور سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا کیونکہ وہ اتنی نرم دل تھی کہ جانوروں اور کافروں کو بھی مرتے نہ دیکھ سکتی تھی لیکن فوراً ہی اس نے چونک کر کہا۔

"رالف! یہ جگہ یاد ہے تمہیں۔"

رالف نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا کیونکہ اس وقت وہ یہ سوچ رہا تھا کہ سوزانے کی مدد کے بغیر وہ اکیلا ہی ہک کو اٹھا کر گھوڑے پر لاد سکے گا۔

"پھر دیکھو" سوزانے نے کہا۔ "اس چپٹی چٹان اور اس کے قریب گرے ہوئے درخت کی طرف دیکھو۔"

رالف نے ہک کی ٹانگ چھوڑ دی اور سوزانے کے اس حکم کی تعمیل کی کیونکہ وہ ایسا ہی کرتا تھا جیسا کہ سوزانے کہتی تھی اور اس دفعہ چونکنے کی باری تھی۔

"میرے خدا! وہ بولا" اب یاد آیا ہے مجھے سوزانے! یہ وہی جگہ ہے جہاں میں تمہیں ملا تھا بلکہ یوں کہو کہ تم نے مجھے پایا تھا اور ہم ایک دوسرے سے لپٹے بیٹھے تھے اور تیندوے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔"

اور وہ ذرا سا کانپ گیا کیونکہ یہ جگہ دیکھ کر اس کی چند پچھلی خوفناک یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔

"ہاں رالف یہی وہ جگہ ہے جہاں تم مجھے ملے تھے۔ تم اس پتھر پر جھکے دعائیں مانگ رہے تھے تو میں نے تمہاری آواز سنی تھی اور یہاں آ گئی تھی خدا نے تمہاری دعا سن لی تھی رالف۔"

"اور اس نے ایک بے حد پیاری بچی کی صورت میں مجھے بچانے کے لئے فرشتہ بھیج دیا تھا۔"

وہ بولا۔ "ارے! تم تو شرما رہی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس دن کے بعد سے جب بھی میں نے فرشتوں کو تصور کی نظروں سے دیکھنا چاہا ہے تصور میں تمہاری ہی صورت آئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تم میں اور فرشتوں میں زیادہ فرق نہ ہو گا۔"

"اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تم ایک شیطان اور بے وقوف لڑکے ہو کہ ایک بوئیر لڑکی سے ایسی باتیں کر رہے ہو۔" اور سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا کیونکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں آنسو تھے رالف کے ان لفاظ نے اس کے دماغ کو خوش اور متاثر کیا تھا۔

رالف سوزانے کی طرف دیکھتا رہا، اس نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس حالت میں کہ سوزانے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو تھے وہ اتنی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی کہ رالف کے دل میں ایک انوکھا جذبہ سرایت کر گیا جو نرم تھا گرم اور نیا تھا۔ ایک ایسا جذبہ جس کے سبب اس نے محسوس کیا کہ دفعتاً وہ اپنا لڑکپن پیچھے چھوڑ کر مرد بن گیا ہے۔

"سوزانے" رالف نے کہا اور اس کی آواز بدلی ہوئی تھی "گھوڑے تھک گئے ہیں چنانچہ انہیں ذرا ستانے دو اور آؤ ہم بھی اس چٹان پر بیٹھ کر باتیں کریں اس جگہ حالانکہ ہم کئی برسوں بعد آئے ہیں لیکن یہ بڑی مبارک جگہ ہے تمہارے لئے بھی اور میرے لئے بھی کیونکہ اسی جگہ ہم ایک دوسرے کے قریب گئے تھے اور اسی جگہ ہماری زندگیاں ایک ہوئی تھیں۔"

حالانکہ سوزانے جانتی تھی کہ گھوڑے تھکے نہ تھے تاہم اس نے یہ بات رالف سے نہ کہی۔........

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں اسی چٹان پر قریب قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ سوزانے رالف کی طرف نہیں بلکہ اپنے ٹھیک سامنے جیسے کہیں دور دیکھ رہی تھی کیونکہ فطرت نے اسے احساس دلایا تھا کہ ان کی یہ گفتگو بالکل ہی مختلف ہو گی۔ اور رالف سوزانے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سوزانے" آخر کار اس نے کہا۔

ہاں "وہ بولی" کیا ہے؟"
لیکن رالف نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت بہت سے الفاظ اس کے دماغ میں اوپر تلے گر رہے تھے اور دھکم پیل کر رہے تھے لیکن وہ اس کے گلے میں آکر پھنس جاتے تھے اور کوشش کے باوجود انہیں اپنے منہ سے باہر دھکیل نہ سکتا تھا۔

"سوزانے" اس نے پھر کہا۔

"ہاں کہو" اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

لیکن رالف پھر بھی کچھ نہ کہہ سکا اس پر وہ ہنسی۔

"رالف! ہمارے گھر کے برآمدے میں ایک پنجرہ لٹک رہا ہے اور اس میں ایک طوطا ہے۔" وہ بولی۔ "وہ بچارا صرف ایک ہی بات جانتا ہے اور دن بھر میں وہی لفظ دہراتا رہتا ہے۔ اس وقت تم بھی یہی کچھ کہہ رہے ہو بس ایک لفظ دہرا رہے ہو۔"

"ہاں" رالف نے جواب دیا۔ "میری حالت اس طوطے سے مختلف نہیں ہے اور مجھے بھی ایک لفظ سکھایا گیا ہے اور وہ لفظ ہے "سوزانے" اور جو لفظ میرا دل مجھے سکھا رہا ہے وہ بھی یہی لفظ ہے۔ اور سوزانے مجھے تم سے محبت ہے۔

اور اب سوزانے نے سر گھمایا اور نظریں جھکالیں اور کہا۔

"یہ میں جانتی ہوں رالف میں جانتی ہوں کہ تم بچپن سے ہی مجھ سے محبت کرتے ہو اور اس میں تعجب کی بات بھی کیا ہے کیونکہ ہم بھائی بہن نہیں ہیں کیا۔؟"

"نہیں" رالف نے جواب دیا۔

"نہیں کیا؟" سوزانے آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"یہ سچ نہیں ہے۔" رالف نظریں جھکا کر بولا۔

"تو پھر رالف یہ میرے لئے بری خبر ہے" سوزانے نے کہا۔ "کیونکہ آج تک تو میں یہی سمجھے ہوئے تھی کہ یہ سچ ہے۔"

"نہیں۔ یہ سچ نہیں ہے" رالف نے کہا اور اب الفاظ اس کی زبان تیزی سے ادا کر رہی تھی۔

"آخر کیا سچ نہیں ہے؟"

"یہی کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور یہ کہ میں ایک بھائی کی طرح تم سے محبت کرتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے عزیز نہیں ہیں اور اگر میں نے تمہیں ایک بھائی کی طرح چاہا ہے تو وہ میری محبت کا ایک چھوٹا سا حصہ تھا۔ ذرا سا حصہ جیسا کہ صحرا میں ذرہ ہو۔ سوزانے! میں تم سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسی کہ ایک مرد عورت سے کرتا ہے۔ اور اگر تم برا نہ مناؤ تو میں کہتا ہوں کہ یہ میری آرزو ہے کہ ایک دن تمہیں اپنی بیوی بنالوں۔ میرا مطلب ہے۔ اگر تم پسند کرو تو۔"

اور وہ خاموش ہو گیا اور اٹھ کر سوزانے کے سامنے کھڑا ہو گیا، شدت جذبات سے وہ کانپ رہا تھا۔

سوزانے نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھک لیا تھا۔ وہ بہت دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی اور جب اس نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو رالف نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں تاروں کی طرح چمک رہی تھیں ان میں سرخ ڈورے نمایاں ہو گئے تھے اس کے رخساروں پر گلاب کھل اٹھے تھے' وہ جھینپ رہی تھی لیکن بے حد خوش نظر آتی تھی۔

"رالف" آخر کار سوزانے نے کہا اور اس کی آواز میں ایسی پختگی تھی کہ اسے محسوس کر کے خود سوزانے بھی حیران رہ گئی "رالف! یہ میرے لئے بالکل نئی بات ہے اس کے باوجود اس کے باوجود مجھے پرانی محسوس ہوتی ہے۔ اتنی پرانی جتنی کہ وہ رات ہے جب پہلی دفعہ میں نے تمہیں اس پتھر پر دعا میں مصروف پایا تھا جب تم اکیلے اور ہر طرف سے مایوس تھے۔ رالف! میں بھی یہی چاہتی ہوں جو تم نے کہا۔ اس وقت سے چاہتی تھی جب سے میں بالغ ہوئی ہوں حالانکہ اب تک میں یہ سمجھ نہ سکی تھی کہ میں کیا چاہتی ہوں اور کیوں بے چین رہتی ہوں یہ عقدہ آج کھلا ہے۔ رالف! بے شک مجھے تمہاری اب......اب بیوی بننا پسند ہے۔ نہیں مجھے چھوؤ نہیں۔ کم سے کم ابھی نہیں وہ سن لو پہلے جو میں کہنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو مجھے چوم سکتے ہو پھر چاہے تمہارا یہ بوسہ رخصتی بوسہ کیوں نہ ہو۔"

"تم مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو اور میں بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں پھر اس سے زیادہ اور کیا کہنے کو رہ جاتا ہے؟" رالف نے کہا اور خوفزدہ نظر سے سوزانے کی طرف دیکھا۔

"سنو رالف۔ تم اور میں ابھی کم عمر ہیں چنانچہ ہماری کوئی مرضی نہیں۔ چند دوسرے بھی ہیں جن کی مرضی کا ہمیں خیال کرنا ہے۔ ان کی خواہش اور مرضی کو ہماری خواہش اور مرضی پر فوقیت حاصل ہے۔"

"یہ چند دوسرے کون ہیں۔"

"ہمارے والدین بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ میرے والدین اور پھر خدا۔"

"ہمارے یا بقول تمہارے صرف تمہارے والدین کے متعلق تو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کوئی اعتراض نہ کریں گے۔ کیونکہ تم انہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔ وہ تمہیں خوش رکھنا اور خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے کیونکہ میں ایک آوارہ گرد شخص ہوں لیکن سوزانے قسمت بنائی جا سکتی ہے اور دولت حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"رالف! وہ تمہیں بھی چاہتے ہیں اور انہیں دولت وغیرہ کی اتنی پروا بھی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی یہ نہ چاہیں گے کہ تم دولت کی تلاش میں انہیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

"رہی خدا کی مرضی۔" رالف نے کہا۔ "یہ مرضی خدا کی ہی تھی کہ ہمارا جہاز اس ساحل کے قریب غرق ہوا اور یہ کہ جو زندگی تم نے بچائی ہے وہ تمہیں ہی پیش کر دی جائے اور تمہارے قدموں پر نچھاور کر دی جائے۔ تو پھر کیا یہ خدا کی مرضی نہ ہو گی کہ ہم دونوں ایک ہو جائیں اور خوش رہیں کیونکہ

ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر کبھی خوش نہ رہ سکیں گے؟ سوزانے ہم دونوں ایک ہو کر اس وقت تک خدا کا شکر ادا کرتے رہیں گے جب تک کہ ہم مر نہیں جاتے۔"

"میں بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں لیکن رالف، حالانکہ میں نے کچھ زیادہ کتابیں نہیں پڑھیں اور زیادہ دنیا نہیں دیکھی، میں جانتی ہوں کہ اکثر دفعہ خدا کی یہ مرضی ہوتی ہے کہ ان دو دلوں کو، جو ایک دوسرے کی محبت میں دھڑکتے ہیں، موت یا کسی اور ذریعہ سے الگ کر دیا جائے۔"

"جدائی کا ذکر نہ کرو سوزانے" رالف نے کراہ کر کہا۔

"بہت اچھا نہیں کرتی، لیکن ایک دوسری بات ضرور کہوں گی، یہ عجیب بات ہے کہ آج صبح ہی اماں تمہارے متعلق باتیں کر رہی تھیں۔"

"کیا کہہ رہی تھیں۔"

"انہوں نے کہا کہ تم انگریز ہو اور جلد یا بدیر تمہارا اصل خون تمہیں پکارے گا اور تم ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے، انہوں نے کہا کہ تمہارا گھونسلا یہاں نہیں بلکہ بہت دور سمندر پار ہے اور یہ کہ تم ایک بلبل ہو جو چڑیوں میں پل رہی ہے اور یہ کہ ایک دن تمہارے پر نکل آئیں گے، پھر تم اپنی ذات پہچان لو گے اور پھر سے اڑ کر اپنوں میں چلے جاؤ گے۔ یہ بات انہوں نے کبھی نہیں کہی تھی اور آج بھی کیوں کہتی یہ نہیں جانتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں رالف کہ ان کے یہ الفاظ سن کر میں ڈر گئی اور میری سمجھ میں آیا ہے کہ میں ڈر کیوں رہی تھی۔"

رالف نے ایک قہقہہ لگایا۔

"تو پھر سوزانے" اس نے کہا۔ "تم اپنا یہ ڈر بھگا دو کیونکہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے عزیز واقربا کوئی ہی کیوں نہ ہوں، وہ مجھے کسی ملک کی حکومت ہی کیوں نہ دے رہے ہوں میں اسے ٹھکرا دوں گا ہاں اگر تم نے اسے، اس حکومت کو میرے ساتھ قبول کرنا پسند کیا تو میں بھی قبول کر لوں گا ورنہ نہیں میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ قسم کھاتا ہوں اور کبھی میں اپنی یہ قسم توڑوں تو خدا مجھے کبھی سکھی نہ کرے نہ اس دنیا میں اور نہ اس دنیا میں۔"

"رالف! ایسی بڑی قسمیں کھانے اور ایسے وعدے کرنے کی ابھی تمہاری عمر نہیں ہے" سوزانے نے کہا "اور میں تمہیں قسموں اور وعدوں سے باندھنا چاہتی بھی نہیں۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ لڑکا جس کی عمر انیس برس کی ہو اپنی پسند کی لڑکی کے سامنے جذبات کے اندھے پن میں کیسی بھی قسم کھا سکتا اور کیسا بھی وعدہ کر سکتا ہے۔"

"بے شک میری عمر ابھی کم ہے، بہت کم ہے لیکن سوزانے دماغی طور پر میں ایک پختہ عمر کا مرد ہوں کیونکہ غم نے بچپن سے ہی میرا دماغ پختہ کر دیا تھا تم نے میری قسم سن لی۔ اب میری آزمائش بھی کر لو اور تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میں اپنی قسم پر قائم ہوں یا نہیں سوزانے؟ کیا میں بے وقوف اور بھولا ہوں کہ جو کچھ کہتا ہوں بے سوچے سمجھے کہہ دیتا ہوں۔"

اور سوزانے نے نظریں اٹھا کر رالف کی طرف دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں مستقل مزاجی کی چمک تھی اور اس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

"رالف! تمہارے بشرے سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تمہارا دماغ پختہ ہے اور تم نے جو کچھ کہا ہے وہ محض جذباتیت نہیں ہے چنانچہ میں اس پر یقین کرتی ہوں۔ چنانچہ آؤ ہم خدا سے دعا کریں کہ مجھے دھوکا نہ ہوا ہو کیونکہ یہ سمجھ لو رالف کہ اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو پھر میں زندہ نہیں رہوں گی اور اگر رہی تو پھر میری حالت دیکھ کر ایک وحشی کافر کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔

"مطمئن رہو۔ ایسا نہ ہوگا۔ تمہیں جو کچھ کہنا تھا وہ تم کہہ چکیں اور میں نے سنا اب اگر پسند کرو تو تم اپنا وعدہ وفا کرو۔"

"میرا وعدہ! کون سا وعدہ؟" سوزانے نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اتنی جلدی بھول گئیں؟ اچھا، لو میں یاد دلائے دیتا ہوں۔ اب اجازت ہو تو میں تمہیں چوم لوں ذرا، اور یہ رخصتی بوسہ نہ ہوگا۔"

"بے شک نہ ہوگا بلکہ اس طرح ہم اپنی اس نئی زندگی کو خوش آمدید کہیں گے جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ زندگی کی یہ خوشگوار راہ، جو عین ہمارے قدموں میں سے شروع ہو رہی ہے۔ طویل ہو یا مختصر لیکن ہوگی بے حد دلچسپ اور مستقل، بے حد عمدہ ہوگی رالف۔" چنانچہ رالف نے سوزانے کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اسے سختی سے اپنے ساتھ بھینچ لیا، اور سوزانے نے اس کے اس بوسے کا جواب دیا اور اس طرح بہت دیر تک وہ ایک دوسرے کو چومتے رہے اور سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس طرح وہ ایک عجیب طرح کی مسرت اور روحانی سکون محسوس کر رہی تھی۔

اور اس کے بعد وہ دونوں اسی پتھر پر گھٹنوں کے بل جھک گئے جس پر برسوں پہلے بے سہارا اور خوفزدہ رالف جھکا دعا مانگ رہا تھا اور خدا نے اس کی مدد کے لئے سوزانے کو بھیج دیا تھا اور وہاں وہ اس عظیم ہستی کے سامنے جھک گئے جس نے نہ صرف ان دونوں کو بلکہ ان کے دلوں کو بھی آپس میں ملا دیا تھا اور انہوں نے دعا کی کہ خدا ان کی حفاظت کرے۔ ہاں غم اور آزمائش پر حتیٰ کہ جدائی میں بھی ان دونوں کی حفاظت کرے اور یہ کہانی پڑھنے والے دیکھ لیں گے کہ ان دونوں کی یہ دعا خدا نے قبول کی۔

اس کے بعد وہ دونوں اٹھے اور ذرا دقتوں کے بعد شکار کو اٹھا کر گھوڑے پر باندھ دیا جس طرح کہ صرف ہم بوئیر باندھنا جانتے ہیں اور پھر وہ دونوں گھوڑے کی لگامیں پکڑ کر پیدل ہی گھر کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ پھر رالف اور سوزانے کو گھر پہنچنے کی کوئی جلدی نہ تھی چنانچہ وہ دوپہر کے وقت گھر پہنچے۔

میں بیٹھی دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی اور میں نے ان کی طرف دیکھ کر پہلی ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ سوزانے بہت زیادہ خاموش تھی اور بار بار شرمیلی نظروں سے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی اور رالف اس کی نگاہیں اپنے پر محسوس کر کے

غروب ہوتے ہوئے سورج کی طرح سرخ ہو جاتا تھا اور اسے یوں سرخ دیکھ کر سوزانے بھی سرخ ہو جاتی تھی جیسے وہ اس راز سے واقف ہیں جو اس وقت انہیں خوش بھی کر رہا ہے اور شرما بھی رہا ہے۔

”رالف! آج تو ہک تلاش کرنے میں تمہیں بہت وقت لگ گیا؟“ میں نے کہا۔

”ہاں۔ لماں“ اس نے جواب دیا ”ساحل کے آس پاس تو ایک بھی شکار نہ ملا کیونکہ وہاں کی گھاس جلا دی گئی ہے اور اگر سوزانے مجھے اس دلدلی خطے میں نہ لے گئی ہوتی جہاں نرسل اب بھی ہرے ہیں تو میرے خیال میں ہم خالی ہاتھ ہی لوٹتے اب اتفاق ایسا ہوا کہ میرا نشانہ ٹھیک نہ بیٹھا اور ہک کے پچھلے حصے میں لگی چنانچہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا اس لئے ہمیں بہت دور تک اس کا تعاقب کرنا پڑا اور تب ایک جگہ وہ ہمیں پڑا مل گیا۔“

”اور کس جگہ پڑا ملا وہ۔؟“ میں نے پوچھا۔

”ایک عجیب جگہ یعنی ٹھیک اس جگہ جہاں کئی برسوں پہلے سوزانے نے مجھے بھوکا اور بے سہارا پایا تھا اسی پتھر کے قریب ایک مردہ پڑا تھا جس پر میں نے بیٹھ کر خدا سے مدد کی دعائیں مانگی تھیں اور ہر طرف سے مایوس تھا۔ لماں حالانکہ تب سے لے کر اب تک نہ تو میں وہاں گیا تھا اور نہ سوزانے، اس کے باوجود ہم نے وہ جگہ پہچان لی ہم چونکہ تھک گئے تھے اس لئے گھر آنے سے پہلے وہاں بیٹھ کر کچھ دیر ستاتے رہے۔“

میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ ایک سوچ میں غرق ہو گئی اور ہم سب پر خاموشی طاری رہی اس عرصے میں کافر لڑکیوں نے آکر میز صاف کر دی اور کافی لے آئیں جو ہم پینے لگے اور مردوں نے اپنے پائپ بھر لئے اور دھواں اڑانے لگے۔

میں نے جان کی طرف دیکھا اور سمجھ گئی کہ وہ کچھ کہنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا، کیونکہ اس کے بشرے سے قدرے پریشانی کے آثار ہویدا تھے۔ اس نے اپنے منہ میں سے پائپ نکال کر رکھ دیا اور پھر بے چینی سے اپنے ہاتھ ہلائے اور وہ کافی کے کپ سے ٹکرا گئے اور ساری کافی میز پر بہہ گئی۔

”یقیناً جان ان انگریزوں کے متعلق کہنا چاہتا ہے جو رالف کی تلاش میں آئے ہیں۔“ میں نے دل میں کہا۔

”مناسب ہو گا کہ وہ جلد از جلد یہ کہانی بیان کر کے قصہ ختم کرے اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر اس نے یہ کہانی رالف کو سنائی تو اب وہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائے گا۔ حالات اب یکسر بدل چکے ہیں اور میرا خوف جاتا رہا ہے“ کہو جان کہہ دو۔“

اب میں نے رالف کی طرف دیکھا۔ وہ بھی بہت زیادہ بے چین نظر آتا تھا اور ان الفاظ کے ساتھ کشتی لڑ رہا تھا جو وہ کہنا تو چاہتا تھا لیکن باوجود کوشش کے انہیں زبان پر لا نہیں سکتا تھا اور پھر میں نے کچھ اور بھی دیکھا۔ سوزانے نے اپنا ایک ہاتھ میز کے نیچے ہی نیچے بڑھا کر رالف کے ہاتھ پر رکھ دیا اور اسے تھپتھپانے لگی، وہ رالف کو تسلی دے رہی تھی اور اس کی ہمت بڑھا رہی تھی۔ ان دونوں مردوں کو

اس حالت میں دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی اور پھر میں نے کہا۔
"تم دونوں کی حالت تو اس آگ کی سی ہو رہی ہے جو مکئی کے ہرے کھیت میں لگ گئی ہو اور اندر ہی اندر گھٹ رہی ہو۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ دونوں میں سے کس کی آگ پہلے شعلے میں تبدیل ہوتی ہے یا پھر تم دونوں ہی گھٹی ہوئی آگ کے دھوئیں میں گھٹتے رہو گے۔" میری یہ ہنسی اور یہ میرا طنز حالانکہ بے ضرر تھا لیکن ان دونوں نے اس کی چبھن اپنے دلوں میں محسوس کی اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مرد کتنا ہی بے وقوف کیوں نہ ہو کبھی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا مذاق اڑایا جائے۔"
"میں کچھ کہنا چاہوں۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر دونوں ہی خاموش ہو کر ایک دوسرے کی صورت حیرت سے تکنے لگے۔
"تو پھر بیٹے، پہلے مجھے کہہ لینے دو خدایا! پچھلے بیس منٹ سے تم شکار کی تاک میں بیٹھے ہو کہ ریچھ کی طرح خاموش اور بے حرکت تھے اور اب میں نے زبان کھولی تو تم بھی بول پڑے اب میری باری ہے چنانچہ مجھے کہہ لینے دو جو میں کہنا چاہتا ہوں اور خاموشی سے سنو۔"
"معافی چاہتا ہوں ابا" رالف نے کہا۔
رالف نے سہمی ہوئی نظروں سے جان کی طرف دیکھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ سوزانے کے بارے میں اسے سرزنش کرے گا اور چونکہ اس کے دل میں چور تھا اس لئے اس کی سمجھ میں یہ بات آئی ہی نہیں کہ یہ کسی طرح ممکن تھا ہی نہیں کہ جان کو ان دونوں کی محبت کا اور ایک دوسرے کو چومنے کا حال معلوم ہو گیا ہو۔
"ٹھیک ہے" جان نے کہا وہ اب بھی رالف کو گھور رہا تھا "لیکن میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔"
"تو پھر آپ نے مجھے بیٹا کیوں کہا" رالف نے پوچھا۔
"خدایا! تم سمجھتے ہو کہ میں یہاں تمہاری پہیلیاں بوجھنے بیٹھا ہوں۔" جان نے کہا اور اپنی لمبی داڑھی کھینچنے لگا "لیکن واقعی میں تمہیں بیٹا کیوں کہتا ہوں" اور پھر اس نے غمناک آواز میں اضافہ کیا۔ "کیوں کہتا ہوں جب کہ مجھے تمہیں بیٹا کہنے کا کوئی حق نہیں ہے سنو میرے بچے ہم ایک مصیبت میں پھنس گئے ہیں، یعنی میں اور تمہاری ماں اگرچہ یہ تمہاری ماں نہیں اور یقیناً نہیں ہے لیکن یہ تمہیں ایک ماں کی طرح ہی چاہتی ہے اور میں بھی تمہیں ایک باپ کی طرح چاہتا ہوں اور یہ تم بھی جانتے ہو چنانچہ اب تم پہیلیاں بوجھوا کر مجھے بے وقوف کیوں بنا رہے ہو۔"
رالف کوئی جواب دینے والا تھا لیکن سوزانے کا اشارہ پا کر خاموش ہو رہا۔
"بیٹے" جان نے کہا اور اس کے منہ سے ہلکی سی ہچکی نکل گئی۔ "وہ لوگ تمہیں ہمارے پاس سے لے جانے آ رہے ہیں۔"
"وہ لوگ؟ کون لوگ؟" رالف نے پوچھا۔
"انگریز۔ اور کون۔ لعنت ہو ان پر۔ ہاں۔ میں کہتا ہوں لعنت ہو انگریزوں پر اور انگریزی حکومت

پر۔"
"انگریزی حکومت مجھے لے جانے کے لئے آ رہی ہے۔" رالف نے حیرت اور پریشانی سے کہا" لیکن انگریزی حکومت کو مجھ سے کیا واسطہ۔؟"
"نہیں بھئی حکومت نہیں۔" جان نے جواب دیا۔" بلکہ دو اسکاچستانی آ رہے ہیں وہ لوگ تمہیں لے جانے کے لئے یہاں آ رہے ہیں۔"
اب رالف کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور جان کی طرف دیکھنے لگا کیونکہ اس نے سمجھ لیا کہ جان سے سوالات پوچھنا فضول تھا۔ کیونکہ وہ' یعنی جان اپنے طور پر ان اسکاچستانیوں کے آنے کی وجہ بیان کرے گا۔ رالف منتظر رہا اور زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔
"رالف" میرے شوہر نے کہا۔" یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ہمارا کوئی بیٹا نہیں ہوا اور یہ کہ سمندر نے تمہیں ساحل پر لا پھینکا تھا جس طرح وہ مچھلیوں کو لا پھینکتا ہے' سوزانے نے تمہیں تلاش کیا' وہ تمہیں یہاں لے آئی ہم نے تمہاری پرورش کی اور تم ہمیں اتنے ہی عزیز ہو جتنا کہ بیٹا والدین کو ہوتا ہے۔ حالانکہ تم انگریز ہو یا اسکاچستانی۔ اور یہ اور بھی برا ہے کیونکہ انگریز ہم پر ظلم کرتے ہیں اور اسکاچستانی بھی ہم پر ظلم کرتے ہیں اور تجارت میں ہمیں دھوکا بھی دیتے ہیں۔ خیر تو تمہارے والدین غرق ہو گئے اور اب کئی برسوں سے وہ جنت میں ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمہارے والدین کے ساتھ تمہارے سارے عزیز و اقربا غرق نہ ہوئے تھے۔ ابتدا میں تو انہوں نے تمہیں تلاش کرنے کی زحمت گوارہ نہ کی اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو اسی وقت ہم بڑی خوشی سے تمہیں ان کے سپرد کر دیتے"
"نہیں۔" سوزانے نے کہا۔
"نہیں یہ سچ نہیں ہے" میں نے کہا" جان! یہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ کیا واقعی تم رالف کو اس کے عزیزوں کے سپرد کر دیتے۔"
"ابتداء میں اگر ہم تمہیں ان کے سپرد کر دیتے تو ہمارے دل کو ایسا سخت صدمہ نہ پہنچتا" جان نے جلدی سے اپنی بات کی اصلاح کر لی" لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اگر تم زندہ رہتے تو تمہیں ایک بڑی جائید اد یا خطاب یا دونوں ہی چیزیں ورثے میں مل جاتیں۔"
"زندہ رہتے تو کیا وہ لڑکا مر گیا ہوتا۔؟" میں نے پوچھا۔
"تم بیچ میں نہ ٹپکو۔" جان نے چڑ کر کہا۔" میرا مطلب ہے اگر یہ لڑکا اسکاچستانی بن کر رہتا تو۔ خیر تو انہوں نے تحقیقات کی اور انہیں کسی طرح پتہ چل گیا کہ ایک لڑکے کو بچایا گیا ہے اور یہ کہ وہ ٹرانسکی میں بوئیروں کے ساتھ رہتا ہے چنانچہ وہ تمہاری تلاش میں روانہ ہو گئے اور اب وہ لوگ تمہیں لے جانے کے لئے یہاں آ رہے ہیں۔ یہ بات میں نے وادی کی بستی میں سنی ہے۔"
"کیا یہ سچ ہے؟" رالف نے پوچھا۔

"ہاں سچ ہے۔"

اور میں نے دیکھا کہ سوزانے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی اور سانس روکے اس کے فیصلے کی منتظر تھی۔

"اور اگر یہ سچ ہے" رالف نے کہنا شروع کیا" تو پھر میں ان کے ساتھ نہ جاؤں گا میں انگریز سہی لیکن یہ میرا گھر ہے' یہ میرا وطن ہے میرے والدین مر چکے ہیں چنانچہ اجنبی جو آ رہے ہیں' میرے کوئی نہیں ہیں اور نہ جائیداد اور نہ ہی خطاب کی میرے لئے کوئی اہمیت ہے۔ اس دنیا میں مجھے جو بھی عزیز ہے وہ یہاں ٹرانسکی میں ہے۔"

اور اس نے سوزانے کی طرف دیکھا اور سوزانے نے آنکھوں میں اسے دعا دی۔

"رالف! تم بے وقوفوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔" جان نے کہا لیکن اس کی آواز سے خوشی چھلکی پڑ رہی تھی اور کوشش کے باوجود وہ خوشی چھپا نہ سکتا تھا۔ "اور سچ تو یہ ہے کہ ایک کم عمر اور نا تجربہ کار لڑکے سے امید بھی کیا رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن میں نے دنیا دیکھی ہے چنانچہ میں کہتا ہوں کہ حالانکہ انگریزوں کی قوم لعنتی قوم ہے اس کے باوجود ان میں نواب بن کر زندگی بسر کرنا بڑی شاندار بات ہے۔ ہاں بھئی جانتا ہوں۔ جب میں کیپ ٹاؤن گیا تھا تو وہاں میں نے ایک لارڈ کو دیکھا تھا۔ گورنر تھا۔ کیا شان سے سواری نکلتی تھی اس کی ہر شخص نے سوائے میرے ہیٹ اٹھا کر سلام کیا تھا۔ کیا عزت کیا شان اور کیا رعب تھا۔ بھئی واہ واہ ہاں بھئی ایسا فوق البھڑک لباس پہنتا اور وہ بھی ہر دن نیا اور جب گھر سے باہر نکلیں تو لوگ باگ راستہ چھوڑ دیں اور سلام کریں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لارڈ ہونا بڑے فخر کی چیز ہے چنانچہ اس کا لب لباب یہ ہے رالف کہ یہاں تم غریب ہو اور سماج وغیرہ میں تمہارا کوئی مقام نہیں ہے اور وہاں تم نہ صرف امیر بلکہ بہت کچھ ہو گے اس صورت میں یہ ہمارا فرض ہے کہ تمہاری ترقی اور مسرتوں کی راہ میں حائل نہ ہوں حالانکہ تمہارے چلے جانے سے ہمیں بہت زیادہ دکھ ہو گا لیکن جو تمہارا جائز حق ہے اس سے ہم تمہیں محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ مناسب ہو گا کہ ان لعنتی اسکاچستانی لوگوں کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لو اور جب وہ یہاں آ جائیں تو ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ امید ہے کہ اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں پہنچ کر تم ہمیں بھول نہ جاؤ گے رالف! تم جاؤ گے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ میں تمہیں اپنا بہترین گھوڑا دے دوں گا سواری کے لئے اور اپنی وہ نئی فیلٹ ہیٹ جو میں نے حال ہی میں بستی میں خریدا ہے۔ لو بھئی۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں باہر جا رہا ہوں کیونکہ یہاں تو دھواں اتنا بھر گیا ہے کہ آنکھیں جل رہی ہیں اور ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا۔" اور وہ جانے کے لئے اٹھا پھر بولا۔

"اگر وہ اسکاچستانی اپنے جسموں میں میری بندوق کی گولیاں پیوست کروانا نہیں چاہتے تو مناسب ہو گا کہ جب وہ یہاں آئیں تو میری نظر سے دور ہی دور رہیں۔"

جان نے یہ غلط کہا تھا کہ کمرے میں دھواں بھرا ہوا تھا' کیونکہ جب وہ بول رہا تھا تو اس کی آواز رالف

سن رہا تھا۔ اس کی بھی پائپ بجھ گئی تھی، لیکن چونکہ میں جانتی تھی کہ اس نے یہ جھوٹ کیوں بولا ہے اس لئے میں نے اسے نہ ٹوکا۔ نہ صرف جان کی بلکہ میری آنکھیں بھی پرنم تھیں اور سوزانے بے حیائی سے ہچکیاں لے کر رو رہی تھی۔

"ایک منٹ ابا...... اوہ...... میرا مطلب ہے مسٹر جان" رالف نے کہا۔ اس کی آواز صاف تھی اور اس میں غصہ تھا "اب میری باری ہے۔"

"باری ہے! کاہے کی باری ہے" جان نے پوچھا۔

"میں بھی کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن آپ نے مجھے روک دیا اور خود اپنی کہے چلے گئے، اب میری باری ہے چنانچہ اجازت ہو تو میں اپنی بھی سنادوں۔"

جان ایک بار پھر بیٹھ گیا۔

"اچھا کہو۔" اس نے کہا۔

"اگر آپ نے مجھے بھیج دیا تو آپ بڑے نقصان میں رہیں گے۔"

"مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہ کہ آپ کو اپنی پیاری اور بے حد قیمتی چیز سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔"

"سوائے اپنے گھوڑے شامیل اور نئی فیلٹ ہیٹ کے علاوہ میری اور چیز جائے؟ خدایا! کیا تم چھکڑے میں جوتنے کے لئے میرے نئے بیل بھی چاہتے ہو؟ بہت اچھا۔ اگر وہ تمہیں پسند ہیں تو میں تمہیں دیتا ہوں۔"

"نہیں" رالف نے کہا۔

"تو پھر کیا چاہتے ہو؟"

"آپ کی بیٹی سوزانے! اگر آپ نے مجھے یہاں سے نکال دیا یا ان آنے والوں کے ساتھ بھیج دیا تو میرا خیال ہے کہ سوزانے بھی میرے ساتھ ہی جائے گی۔"

رالف کا یہ اعلان سن کر سوزانے نے کہا "اوہ" اور اپنی کرسی میں یوں ڈھے گئی جیسے بے ہوش ہوا چاہتی ہو لیکن میں بے تحاشہ ہنسنے لگی کچھ تو رالف کی اس گستاخی پر اور کچھ اپنے شوہر کی صورت دیکھ کر۔ اس کی صورت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی۔

دفعتہً جان غصے سے پھنکار کر میری طرف گھوم گیا۔

"خاموش، بے وقوف عورت" وہ گرجا۔ "سنا تم نے کیا کہہ رہا ہے یہ مجنوں؟"

"یہ...... یہ...... میری بیٹی کو چاہتا ہے۔"

"تو اس میں حیرت کی یا غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔ سوزانے کی عمر ہی شادی کے قابل ہو چکی ہے اور پھر وہ اتنی حسین بھی ہے کہ کوئی بھی جوان لڑکا اس سے شادی کی آرزو کر سکتا ہے۔"

"ہاں بھئی ہاں...... یہ واقعی ہے" جان نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا لیکن رالف نے کہا کہ وہ سوزانے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔

"ہاں یہ دوسری بات ہے" میں نے کہا چنانچہ اس کی تو میں اسے کبھی اجازت نہ دوں گی"

"بے شک۔ وہ ہماری بیٹی کو اپنے ساتھ کبھی نہ لے جا سکے گا" جان نے کہا۔ "سوزانے" میں نے کہا۔

تم نے شروع سے آخر تک یہ ساری باتیں سنی ہیں چنانچہ اب تمہارے دل میں جو کچھ ہو بلا جھجک کہہ دو۔"

"اماں! سوزانے نے کہا" آپ کے اور ابا کے ہر حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے لیکن رالف کی خواہش کے سامنے بھی سر جھکانا میرا فرض ہے کیونکہ رالف کو خود خدا نے مجھے دیا ہے۔ چنانچہ اگر آپ نے رالف کو بلاوجہ ہی یہاں سے رخصت کر دیا اور اگر اس نے چاہا تو میں بھی اس کے ساتھ چلی جاؤں گی اور اس سے شادی کر لوں گی اور اگر آپ نے مجھے روک لیا تو شاید میں مر جاؤں گی بس اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں کہنا ہے۔"

"اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں" میں نے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں سوزانے کی اس جرأت اور صاف گوئی کی داد دی حالانکہ جانتی تھی کہ یہ محض گیدڑ بھبکی تھی تاکہ جان ایک دم سے سہم جائے اور کسی نہ کسی طرح رالف کو جانے سے روک لے۔

"واہ۔ بہت عمدہ" جان نے پہلے رالف اور سوزانے کی طرف دیکھا "اب تک تو میں دیکھ اور سن رہا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کو بھائی اور بہن کہتے تھے اور اب یہ نیا گل کھلایا ہے تم دونوں نے۔ سوزانے۔ بے حیا لڑکی۔ یہ معاملہ کب ہوا اور تم نے میری اجازت کے بغیر رالف سے شادی کرنے کا وعدہ کیوں کر لیا۔؟"

"اس لئے ابا کہ آپ سے پوچھنے اور اجازت لینے کا وقت ملا ہی نہیں" سوزانے نے نظریں جھکا کر جواب دیا "کیونکہ آج صبح ہی رالف نے مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کی تھی۔"

"آج صبح ہی اس نے تجھ سے گفتگو کی اور اب تم یہ اعلان کر رہی ہو کہ اس کے ساتھ سات سمندر پار چلی جاؤ گی خود غرض۔ احسان فراموش لڑکی۔"

"میں نہ تو خود غرض ہوں اور نہ ہی احسان فراموش" سوزانے نے جواب دیا "آپ خود خود غرض ہیں کہ رالف کو ان انگریزوں کے ساتھ بھیج کر ہم دونوں کے دل توڑ دینا چاہتے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے سوزانے" جان چیخا "کیونکہ میں رالف کو بھیجنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر کیوں کہا تھا آپ نے کہ وہ آپ کا گھوڑا اور ہیٹ لے کر چلا جائے۔"

"اسی کی بھلائی کے لئے بیٹی۔"

"تو کیا اسی میں اس کی بھلائی ہے کہ وہ ہم سب کو' جو اسے چاہتے ہیں، چھوڑ کر چلا جائے اور سمندر کے اسی پار جا کر گم ہو جائے۔"

اور سوزانے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کمال ہے، یہ لڑکی جو کبھی بے حد سیدھی تھی اب ایک دم سے شیرنی بن گئی ہے۔" جان بڑبڑایا۔

"تم خاموش رہو سوزانے" رالف نے کہا۔ "اور آپ دونوں میری بات سنیں۔ آپ دونوں نے مجھے بیٹے کی طرح پالا اور رکھا ہے اور میں نے بھی آپ کو والدین سمجھا یہ سچ ہے کہ میں اور سوزانے ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے ہیں جیسی کہ شروع سے ہی کرتے آئے ہیں لیکن یہ آج صبح پتہ چلا ہے کہ ہمارا یہ پیار کتنا بڑھا ہوا ہے۔ میں لاوارث اور بے خانماں ہوں۔ آپ دونوں نے پالا پوسا ہے اور میرے پاس نہ تو دولت ہے اور نہ کوئی جائیداد چنانچہ آپ یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ کی بیٹی کے قابل نہیں ہوں جو حسین بھی ہے۔ اور آپ کی کل جائیداد اور دولت کی وارث بھی۔ چنانچہ اگر آپ نے سوزانے کو مجھ سے نہ بیاہنے کا فیصلہ کیا ہے تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہاں سے دور دوسرے ملک میں میری جائیداد بھی ہے اور دولت بھی حالانکہ یہ بات آپ نے مجھ کو ابھی ابھی بتائی ہے اور ممکن ہے یہ گپ ہو۔ اور یہ کہ آپ مجھے ان لوگوں کے سپرد کر دیں گے جو مجھے لینے آ رہے ہیں۔ بہر حال اگر آپ نے مجھے نکال دیا تو میں چلا جاؤں گا کیونکہ اس جنگ میں میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ میرے پاس نہ تو گھر ہوگا، نہ مویشی اور نہ کوئی دولت اس صورت میں ظاہر ہے کہ میرا یہاں رہنا ممکن نہ ہوگا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جب سوزانے کی عمر شادی کے قابل ہو جائے گی تو اس سے شادی کرنے کے لئے واپس آ جاؤں گا اور پھر اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور تب اسے اور مجھے کوئی نہیں روک سکے گا کیونکہ پھر سوزانے پر میرا جائز حق ہوگا اور میں ہر اس چیز سے ہاتھ اٹھا لوں گا جس سے میں محبت کرتا ہوں میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت موت کے علاوہ مجھے سوزانے سے الگ نہیں کر سکتی۔ تو اب صورت حال یہ ہے کہ آپ یا تو مجھے اپنے ساتھ ہی رہنے دیں اور میری غربت کے باوجود سوزانے کی شادی مجھ سے کر دیں۔ یعنی اس وقت جب آپ کی مرضی ہو، یا مجھے یہاں سے نکال دیں لیکن اس صورت میں آپ کو اس بات کے لئے تیار رہنا پڑے گا کہ ایک نہ ایک دن میں واپس آؤں گا اور سوزانے کو اپنی بیوی بنا کر لے جاؤں گا۔"

"یہ کیا سوزانے سوزانے کی رٹ لگا رکھی ہے۔؟" میں نے غصے ہو کر کہا کیونکہ خود اپنی بیٹی پر مجھے رشک آ رہا تھا۔

"سوزانے کے علاوہ تمہیں کسی اور کا کچھ خیال نہیں رالف۔"

"مجھے سب کا خیال ہے۔" رالف نے جواب دیا لیکن صرف سوزانے کو میرا خیال ہے کیونکہ آپ کے شوہر تو مجھے یہاں سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں اور آپ خاموش بیٹھی سن رہی ہیں اور کچھ کہتی نہیں۔ میری حمایت اور اپنے شوہر کی مخالفت میں آپ نے ایک لفظ تک نہیں کہا۔

"بیٹے! لوگوں کی خاموشی سے نہیں بلکہ ان کی بات چیت سے انہیں سمجھنا سیکھو" میں نے جواب دیا "تم سب بول رہے تھے اور میں اس بلی کی طرح سہمی بیٹھی تھی جس کے چاروں طرف کتے بھونک رہے ہوں لیکن اب میں اپنی کہتی ہوں۔ پہلے میں یہ کہوں گی کہ جان تم نرے احمق ہو کیونکہ تمہارا خیال ہے کہ دولت ہی آدمی کے لئے سب کچھ ہے اور یہ کہ تم رالف کو بھیج دو گے وہ دولت اور عزت جو خدا جانے اس کی ہے بھی یا نہیں' حاصل کرے حالانکہ خود رالف جانا نہیں چاہتا اور رالف تم جان سے بھی زیادہ بے وقوف ہو کہ یہ سوچ رہے ہو کہ تمہارا منہ بولا باپ تمہیں یہاں سے نکالنا چاہتا ہے اس کے برخلاف وہ تمہاری بھلائی چاہتا ہے حالانکہ وہ تمہارے جانے کے بعد تمہیں یاد کر کے عمر بھر روتا رہے گا اور سوزانے تم ان دونوں سے بڑی بے وقوف ہو کہ اس بلی کی طرح سب سے لڑنے کے لئے تلی ہوئی ہو جس نے بچوں کی پہلی جھول بنی ہو لیکن محبت میں پھنسی ہوئی لڑکی سے بحث کرنا فضول ہے۔ اچھا اب میں تم سب سے چند سوالات پوچھ رہی ہوں۔ پہلے تم سے پوچھتی ہوں جان کیا تم واقعی ان اجنبیوں کے ساتھ رالف کو بھی دینا چاہتے ہو۔"

"بیوی!" جان نے فوراً جواب دیا۔ "کہ وہ لوگ میرا دلیاں ہاتھ کاٹ کر رالف کو یہیں چھوڑ دیں تو خدا کی قسم میں بخوشی اپنا ہاتھ کٹوا دوں گا، میں تو چاہتا ہوں کہ رالف ہمیشہ کے لئے یہیں رہ جائے اور میرا جو کچھ ہے اس کا ہے حتیٰ کہ میری بیٹی بھی۔ لیکن مجھے اس کی بھلائی کا خیال ہے اور میں نہیں چاہتا کہ بعد میں یہ کہا جائے کہ جان بوئیر نے انگریز لڑکے کو جو اتنا کم عمر تھا کہ اپنی برائی اور بھلائی نہ سوچ سکتا تھا۔ محض اس لئے دھوکے سے اپنے پاس رکھ لیا کہ وہ جان کی مدد کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ جان اس انگریز کے سے اپنی بیٹی بیاہنا چاہتا تھا۔"

"بس ٹھیک ہے" میں نے کہا۔ "سوزانے! اب تمہیں کیا کہنا ہے؟"

"میں نے جو کچھ کہنا ہے اس میں کچھ اضافہ کرنا نہیں چاہتی" سوزانے نے جواب دیا۔ "آپ میری دلی خواہش سے واقف ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ رالف اب تم کہو۔"

"اماں! میں یہاں سے اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک کہ آپ لوگ مجھے دھکے مار کر یہاں سے نہیں نکال دیتے۔ اگر میں گیا تو سوزانے کے لئے واپس آؤں گا۔ مجھے آپ سب سے محبت ہے اور میں یہاں اور آپ ہی لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں رالف" میں نے آہ بھر کے کہا "اگر ایک دفعہ تم چلے گئے تو پھر واپس نہ آؤ گے کیونکہ انگلستان میں تمہیں نیا گھر، نئی دلچسپیاں اور شاید نئی محبت بھی مل جائے گی۔ اس معاملے میں کسی نے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی اور مجھ سے کچھ نہ پوچھا گیا اس کے باوجود مجھے بھی اپنی بات کہنے کا حق ہے کیونکہ رالف میرا بھی اتنا ہی بیٹا ہے جتنا کہ جان کا خیر تو اب رالف پورا مرد بن چکا ہے یا کم سے کم اس عمر کو پہنچ چکا ہے جس عمر کو پہنچ کر اس ملک کے لڑکے مرد کہلاتے ہیں اور یہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا اور

خود ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ نہ جائے اس کے علاوہ رالف سوزانے سے اور سوزانے اس سے محبت کرتی ہے اور یہ میرا ایمان ہے کہ خود خدا نے انہیں آپس میں ملایا ہے اور خود خدا انہیں میاں بیوی بنانا چاہتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ان کی آپس میں یہ محبت ہی ان کے لئے دنیا میں جنت مہیا کر دے گی نہ کہ وہ دولت اور عزت جو انگلستان میں شاید رالف کی منتظر ہے چنانچہ جان میرا فیصلہ یہ ہے کہ رالف کو یہیں ہمارے ساتھ رہنے دو' وقت آنے پر ان دونوں کی شادی کر دو تاکہ ان کی اولاد سے ہماری نسل چلے۔"

"لیکن ان اسکاچستانیوں کا کیا کریں جو قانون کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اسے لے جانے آ رہے ہیں؟" جان نے پوچھا۔

"رالف! تم کل صبح ہی مویشیوں کا ریوڑ لے کر جنگل کی چراگاہوں کی طرف چلے جاؤ۔ آنے والوں سے میں نپٹ لوں گی۔"

"بھئی میں نے تو اپنی ہار مان لی" جان نے کہا "کیونکہ میری بیوی کے لفظوں کے سامنے تو صد سکندری بھی ڈھے جائے۔ لیکن خدا بہتر جانتا ہے کہ اگر رالف چلا جاتا تو میرا دل ٹوٹ جاتا جس طرح کہ سوزانے کا دل ٹوٹ جاتا لیکن شاید اس لڑکی کے دل کا زخم مندمل ہو جاتا لیکن میں بوڑھا ہوں اس لئے میرے دل کا زخم کبھی مندمل نہ ہوتا۔ یہاں آؤ میرے بچو۔"

وہ دونوں جان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اس نے ان دونوں کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا "تم دونوں مجھے عزیز ہو۔ اس نے کہا اور خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور اس دنیا کے سارے سکھ اور ساری مسرتیں تم پر نچھاور کر دے اور خدا ہمارے گناہ کو معاف کر دے جو ہم رالف تمہاری محبت میں کر رہے ہیں یعنی تمہیں اپنے وطن عزیزوں اور جائیداد سے محروم کر رہے ہیں" اور پھر اس نے دونوں کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"اگر یہ کوئی گناہ ہے تو پھر میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی سزا تنہا مجھے ملے۔" رالف نے کہا۔ کیونکہ میں مر جاتا لیکن اپنی خوشی سے یہاں سے کبھی نہ جاتا۔"

"لیکن بیٹے، محبت میں پھنسے ہوئے لونڈے کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" جان نے کہا۔ خیر گناہ ہم نے کیا ہے اور سزا بھی ہم ہی بھگت لیں گے۔ تو اب میں جا کر ان مویشیوں کو کرال میں بند کروا دیتا ہوں جنہیں کل ہم چراگاہوں کی طرف لے جائیں گے ان اسکاچستانوں کی میں صورت تک دیکھنا نہیں چاہتا چنانچہ تمہاری ماں ان سے بات چیت کرے گی البتہ اس سے اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ ان سے کیسا ہی سودا کیوں نہ کرے اس کا ذکر میرے سامنے نہ کرے۔ نہیں رالف میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں اپنی ہونے والی بیوی کے پاس رہو کیونکہ کل تم عارضی طور پر اس سے الگ ہونے والے ہو۔"

چنانچہ جان چلا گیا اور ہم تینوں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور ہم تینوں یوں ظاہر کر رہے

تھے جیسے بہت ہی خوش ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی کیونکہ جان نے گناہ وسزا کے متعلق جو بات کہی تھی وہ کانٹے کی طرح ہمارے دل میں چبھ رہی تھی۔

دوسرے دن علی الصبح جان اور رالف مویشی لے کر جنگل کی چراگاہوں کی طرف چلے گئے اور فارم کی دیکھ بھال میرے اور سوزانے کے سپرد کر گئے۔

اس کے تین دن بعد وہ اسکاچستانی آئے اور تب رالف کی محبت سے مجبور ہو کر اور سوزانے کی خوشی کی خاطر میں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا گناہ کیا اور میں نہ جانتی تھی کہ میرا یہ گناہ نہ صرف میری بلکہ میری اولاد کی قسمت پر اثرانداز ہو گا۔

سہ پہر کا وقت تھا اور میں حسب معمول برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میں نے دور سے ہی ان لوگوں کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھ لیا تین سفید فام تھے اور ان کے ساتھ ان کے چند سیاہ فام ملازم تھے۔

"یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بچے کو مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں" میں نے اپنے آپ سے کہا اور پھر میں نے کوشش کر کے فرعون کی طرح اپنا دل سخت کر لیا۔

ان دنوں میں میری نظر بہت تیز تھی اور ابھی آنے والے دور ہی تھے کہ میں ان کا جائزہ لینے اور ان کے متعلق فیصلہ کرنے لگی۔

ان میں سے ایک تو لنگڑا جوان تھا جس کی عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی اور یہ دیکھ کر میرا دل ذرا دھڑک گیا کہ وہ صورت شکل میں رالف سے مشابہ تھا۔ آنکھیں رالف کی آنکھوں جیسی ہی تھیں اور ماتھے کا چوکھٹا بھی رالف کا سا ہی تھا البتہ اس کے ہونٹ ذرا مختلف تھے اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ خوش طبع اور ہنسوڑ تھا لیکن آرام طلب اور قدرے خود غرض تھا اس کے قریب جو دوسرا شخص تھا وہ ادھیڑ تھا اور ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔

"یہ وکیل ہے" میں نے دل میں کہا۔

اور آپ جانئے اپنی وضع قطع سے' ماتھے پر ابھری ہوئی سلوٹوں سے' گھنی اور آپس میں ملی ہوئی بھنوؤں سے اور حرکتوں سے وکیل سب سے الگ نظر آتا ہے پھر وہ کسی قوم سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔

"مکار اور بے وقوف" میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "بہر حال میں کسی بھی مکار سے ٹکر لے سکتی ہوں اور بے وقوف تو بے وقوف ہی ہوتا ہے، چنانچہ اس وکیل کی مجھے فکر نہیں۔ رہا تیسرا آدمی تو اس کا جائزہ میں نے لینا ضروری نہ سمجھا کیونکہ اسے ابھی میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا وہ مترجم تھا۔"

وہ لوگ بر آمدے میں آ گئے۔ دونوں انگریزوں نے اپنی واہیات رسم کے مطابق اپنے اپنے ہیٹ اٹھا کر مجھے سلام کیا اور مترجم نے مجھے چچی کہہ کر مخاطب کیا حالانکہ میری عمر اس سے بہت کم تھی اور گھوڑوں پر سے اترنے کی اجازت چاہی۔

لوگوں نے گھوڑوں پر سے اتر کر اپنے گھوڑے اپنے ملازموں کے حوالے کئے اور سیڑھیاں چڑھ کر بر آمدے میں آئے اور تینوں نے باری باری مجھ سے مصافحہ کیا میں جہاں بیٹھی ہوئی تھی بس بیٹھی رہی۔ یعنی ان کے استقبال کو نہ اٹھی۔ کیونکہ میں ان انگریزوں کے استقبال کو اٹھنا چاہتی بھی نہ تھی جن سے مجھے نفرت تھی اول اس لئے کہ وہ انگریز تھے اور دوم اس لئے کہ وہ مجھ سے ایک گناہ کروانا چاہتے تھے۔ "بیٹھو" میں نے اس سطح کی طرف اشارہ کیا جو بر آمدے میں دھری ہوئی تھی اور جس پر زہرا کی دھاری دار کھال جڑی گئی تھی۔

وہ تینوں اس چھوٹی سی بنچ پر گھس کر بیٹھ گئے۔ نوجوان اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے میری جانب دیکھ رہا تھا، وکیل اپنی چیل سی آنکھوں کو گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور مترجم ایسی حرکت نہ کر رہا تھا کیونکہ وہ عقلمند اور سمجھ دار آدمی تھا اور جانتا تھا کہ شریف لوگوں کے سامنے اور ان کے گھروں میں کس طرح بیٹھا جاتا ہے پانچ سات منٹ کے بعد وکیل بے چین ہو گیا اور اس نے تیکھی آواز میں کچھ کہا جس پر مترجم نے کہا "ذرا صبر کرو۔"

چنانچہ وہ صبر کر کے بیٹھ رہے یہاں تک کہ نوجوان بد تمیزی سے میرے سامنے ہی آنکھیں بند کر کے سونے لگا لیکن عین اس وقت سوزانے بر آمدے میں آ گئی اس پر نوجوان نے بڑبڑا کر اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور سوزانے کے سامنے جھک گیا اور پھر اشارے سے اس سے کہا کہ وہ بنچ پر بیٹھ جائے کیونکہ وہاں اس ایک بنچ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ تھی بیٹھنے کے لئے۔

"سوزانے" میں نے نوجوان کی بد اخلاقی کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے ہوئے کہا۔

"مہمانوں کے لئے کافی لے آؤ۔" چنانچہ سوزانے فوراً ہی پلٹ کر اندر چلی گئی اور میں نے یہ دیکھا کہ وہ اس نوجوان کی مسکراہٹ سے ناخوش تھی بلکہ شاید اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ کافی آ گئی۔

وہ تینوں کافی پینے لگے یا یوں ظاہر کرنے لگے جیسے پی رہے ہیں اس کے بعد وکیل ایک بار پھر بے چین ہونے لگا۔ اس نے ایک بار پھر مترجم سے کچھ کہا اور مترجم نے مجھے مطلع کیا کہ وہ لوگ ایک خاص کام سے آئے ہیں۔

"تم پھر اس خاص کام کو اس وقت تک اٹھا رکھو جب تک کہ ہم کھانا نہیں کھا لیتے۔" میں نے کہا" سہ پہر کے وقت کاروبار کی باتیں کرنے کی میں عادی نہیں ہوں اور یہ وکیل اتنا بے چین کیوں ہے حالانکہ اسے دن بھر کی فیس تو مل ہی گئی ہو گی۔"

مترجم نے اس کا ترجمہ وکیل کو سنایا تو اس نے پوچھا:

"خاتون نے کیسے معلوم کر لیا کہ میرا پیشہ یہی ہے؟"

"بالکل اسی طرح جیسے کہ میں نیولے کو اس کی تھوتھنی سے اور بدبودار بلی کو اس کی بدبو سے پہچان لیتی ہوں۔" میں نے جل کر کہا کیونکہ اب مجھے اس وکیل سے سخت نفرت ہو گئی تھی میرے اس جواب پر وکیل کو اتنا غصہ آیا کہ اس کا چہرہ لال ہو گیا لیکن وہ نوجوان لارڈ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ میں نے کہا نا کہ یہ انگریز بڑے ہی بدتمیز ہوتے ہیں" بہر حال وہ پھر بنچ پر بے حرکت اور خاموش بیٹھ گئے اور میری طرف دیکھ رہے تھے اور اس طرح گھنٹہ گزر گیا نہ میں اپنی جگہ سے ہلی اور نہ وہ لوگ اپنی جگہ سے ہلے کیونکہ مترجم نے ان سے کہا کہ اگر وہ اٹھ گئے تو مجھے برا معلوم ہوگا۔ رہی میں تو میری توبہ ہے کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب سوزانے سو نہیں جاتی میں ان لوگوں سے معاملے کی بات نہیں کروں گی۔

آخر کار ان لوگوں کی بے چینی جب انتہا کو پہنچ گئی اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ زیادہ برداشت نہ کر سکیں گے تو میں نے کھانا تیار کرنے کا اعلان کیا اور ہم سب اٹھ کر اندر گئے اور ایک بار پھر مجھے نوجوان لارڈ اور رالف میں مشابہت نظر آئی کیونکہ وہ بالکل رالف کی طرح کھا رہا تھا اور شراب کی چسکیاں بھی رالف کی طرح ہی لیتا تھا اور میں نے دیکھا کہ جب وہ گوشت کھا چکا تو کرسی پر ذرا ٹیڑھا ہو کر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا بالکل رالف کی طرح۔

"رالف کی اور نوجوان کی یا تو دادی ایک تھی یا دادا ایک تھا۔" میں نے سوچا اور پھر اپنے اس انداز سے خود ہی سہم گئی۔

جب کھانا ختم ہو چکا تو میں نے سوزانے سے کہا کہ اب وہ جا کر سو جائے۔ اور میرے اس حکم کی تعمیل اس نے با دلِ ناخواستہ کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ لوگ ہمارے گھر کیوں آئے ہیں چنانچہ وہ ہماری باتیں سننا چاہتی تھی۔

سوزانے چلی گئی تو اٹھ کر ایسی جگہ بیٹھ گئی کہ موم بتیوں کی روشنی میرے چہرے پر نہیں البتہ ان چہروں پر پوری طرح پڑ رہی تھی اور یہ میں نے بڑی عقلمندی بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ مکاری کی تھی کیونکہ میں جھوٹ بولنے والی تھی اور نہ چاہتی تھی کہ وہ لوگ میرے بشرے سے جھوٹ معلوم کریں۔

اور تب میں نے کہا۔ "لو صاحبو: میں تیار ہوں۔ اب تم لوگ چاہو تو معاملے کی بات کر سکتے ہو اور بتا سکتے ہو کہ یہاں کیوں آئے ہو۔"

اور اب انھوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ وکیل نے مترجم کے ذریعہ مجھ سے پوچھا: "کیا آپ ہی مسز بوئمار ہیں۔"

"ہاں۔ یہی میرا نام ہے۔"

"آپ کے شوہر جان بوئمار کہاں ہیں۔"

"جنگل کی چراگاہوں میں گئے ہوئے ہیں اب یہ میں نہیں جانتی کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔"

"وہ کل واپس آجائیں گے۔؟"

"نہیں۔"

"کب واپس آجائیں گے؟"

"شاید مہینوں بعد یا شاید تین مہینوں بعد، یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" اس پر انھوں نے آپس میں کچھ مشورہ کیا اور پھر سوالات کا سلسلہ شروع ہوا" آپ کے ساتھ رالف کانزی نام کا کوئی انگریز لڑکا رہتا ہے۔؟"

"ہاں رالف کانزی نام کا ایک لڑکا ہے ہمارے یہاں۔"

"وہ کہاں ہے۔"

"میرے شوہر کے ساتھ چراگاہوں کی طرف گیا ہوا ہے۔ کہاں؟ یہ میں نہیں جانتی"

"آپ اسے بلوا سکتی ہیں۔؟"

"نہیں، جنگل کی چراگاہیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر آپ لوگ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو مجھے خوف ہے کہ آپ کو اس کی واپسی کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کب واپس آئے گا وہ؟"

"میں اس کی انا نہیں ہوں کہ بتا سکوں۔ شاید تین مہینوں میں یا شاید چھ مہینوں میں ایک بار۔"

پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور وکیل نے ایک بار پھر سلسلہ کلام جوڑ دیا۔ "مسز بوئمار! یہ لڑکا رالف میکنزی یا کانزی اس جہاز میں تھا جو ہندوستان سے چلا تھا اور اس طرف کے ساحل کے قریب چٹانوں سے ٹکرا کر غرق ہو گیا تھا۔ یہ 1864ء کا واقعہ ہے۔"

"میرے خدا! آپ لوگوں نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟" میں نے غصے ہو کر کہا۔

"کافروں کی بیویاں ہماری مرغیاں چرا کر لے جاتی ہیں تو ہم انھیں پکڑ کر اسی طرح کے سوالات پوچھتے ہیں آپ نے مجھے چور سمجھا ہے جو کچھ کہنا ہے صاف لفظوں میں کہہ دو پھر میں جواب دوں گی۔"

اس پر وکیل نے شانے اچکا کر ایک کاغذ نکالا جس کا ترجمہ مجھے مترجم نے سنایا اس میں ان مسافروں کے نام تھے جو جہاز "ہند" میں بمبئی سے سوار ہوئے تھے اس فہرست میں لارڈ اور لیڈی گلانترک کا نام تھا اور اس کے بعد ان کے بیٹے آنریبل رالف میکنزی کا نام تھا جس کی عمر نو سال درج تھی اس کے بعد ان ایک دو ملاحوں یا شاید مسافروں کا بیان تھا جو غرق ہونے سے بچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے رالف کو بخیر و خوبی ساحل پر پہنچتے دیکھا تھا اس کے بعد ایک انگریزی اخبار کا جو کیپ ٹاؤن سے شائع ہوتا تھا تراشا تھا یہ اخبار چند سال پہلے کا تھا اور اس کی سرخی تھی۔

"سمندری المیئے کی حیرت انگیز کہانی۔" اور پھر غلطیوں کے ساتھ رالف کے ملنے کی کہانی بیان کی گئی تھی اب یہ میں نہیں جانتی کہ اخبار والوں کو یہ کہانی کہاں سے اور کیسے معلوم ہوئی ممکن ہے یہ کہانی اس اتالیق نے انھیں سنائی ہو جو چھ برس تک ہمارے ساتھ رہا تھا اور جس کا ذکر میں کر چکی ہوں خیر تو اسی کہانی میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ لڑکا اب بھی زندہ ہے اور یہ کہ جان بوئمار کے فارم میں رہتا ہے بس

یہی کہانی تھی اخبار کی۔ میں نے اخبار کا یہ تراشا دیکھنے کے لئے ان سے لیا اور پھر نہ لوٹایا اور دوسرے دن صبح میں نے ان سے کہہ دیا کہ کافر لڑکی نے اسے فرش پر پڑے دیکھا اور اسے بیکار سمجھ کر چولہے میں جھونک کر اس سے آگ جلائی۔ لیکن آج بھی وہ تراشا دوسری چیزوں کے ساتھ میرے صندوق میں موجود ہے۔

تراشے کا قصہ ختم ہوا تو وکیل نے پھر کہانی شروع کی اور مجھے بتایا کہ انگلستان میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ لارڈ گلا نتھرک سمندر میں غرق ہو گئے اور حقیقت میں وہ غرق ہو گئے تھے اور یہ کہ لیڈی گلا نتھرک اور ان کا بیٹا دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ خشکی پر پہنچنے کے بعد مر گئے اور یہ رپورٹ ان لوگوں نے دی تھی جنھیں انگریزی حکومت نے معاملے کی تحقیق کے لئے اس طرف بھیجا تھا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ قانون کی رو سے جائیداد اور خطاب لارڈ گلا نتھرک کے چھوٹے بھائی کو مل گیا اور وہ آٹھ برس، یعنی اپنے انتقال تک، جائیداد کے مالک اور لارڈ کے خطاب سے سرفراز رہے۔ ان کے انتقال سے کوئی ایک برس پہلے کسی نے انھیں اخبار کا یہ تراشا بھیج دیا، یعنی سمندری المیئے کی حیرت انگیز کہانی۔ یہ کہانی پڑھ کر وہ بہت زیادہ بے چین ہو گئے حالانکہ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ یہ محض ایک جھوٹی اور دلچسپ کہانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے جیسی کہ اخبار والے گھڑ لیا کرتے ہیں۔ خیر تو انھوں نے اس کہانی کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا۔ ان کے علاوہ کوئی اس کہانی سے واقف نہ تھا اور وہ خود اس طرف کے واہیات سمندر میں اس کی تحقیقات کے لئے آنا نہ چاہتے تھے تو یوں ہوا کہ وہ اس سلسلے میں خاموش رہا اور اس اخبار کے تراشے کو اپنے سینے میں دفن رکھا لیکن جب وہ قبر میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور جب جائیداد اور خطاب اور دنیوی لوازمات ان کے کسی کام نہ رہے تو انھیں عاقبت کی فکر ہوئی اور تب انھوں نے اس سلسلے میں زبان کھولی اور اپنے بیٹے اور وکیل کو اس کے متعلق بتایا یعنی نوجوان اور وکیل کو جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ان کے علاوہ یہ بات مرنے والے نے کسی اور سے نہ کہی اور ان سے کہا کہ وہ اس کہانی کی صداقت کی کب تحقیقات کریں اور اگر یہ سچ ہو تو پھر جائدار اور خطاب اس کے جائز حقدار یعنی ان کے بھتیجے رالف کے حوالے کر دیں۔

میں ان کی یہ داستان، جو مترجم کے ذریعہ سنائی جا رہی ہے غور سے سن رہی تھی اور نوجوان اور وکیل کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بھی غور سے دیکھ رہی تھی اور میں نے دیکھا اور بعد میں خود ان لوگوں نے بھی مجھے بتایا کہ مرنے والے نے اس کہانی کی تحقیقات کے لئے اپنے ہی بیٹے اور اپنے ہی وکیل کو منتخب کر کے فاش غلطی کی تھی۔ حالانکہ نوجوان ایماندار اور مخلص تھا لیکن وہ اور وکیل اس کہانی کو غلط ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اس کے بعد سے لے کر آج تک میں اکثر دفعہ سوچتی ہوں کہ مرنے والا خود اس بات سے واقف تھا کہ اس کا بیٹا اور وکیل اس کہانی کو کسی نہ کسی طرح غلط ثابت کر دیں گے چنانچہ خود اپنے آپ کو اپنے ضمیر کو اور خدا کو بھی دھوکا دینے کے لئے اس نے اس راز سے ان دونوں کو واقف کر دیا تھا اس طرح خود بری الذمہ ہو گیا تھا اور اپنے خیال میں سکون سے مرا

تھا لیکن جانتا تھا کہ جائداد اور خطاب اس کے خاندان میں ہی رہے گا۔ میں نے کہا ہے کہ مرنے والے نے ان دونوں کو منتخب کر کے فاش غلطی کی تھی اور یہ کہ وہ دونوں ہی اس کہانی کو غلط ثابت کرنا چاہتے تھے اور اس میں ہی ان دونوں کا بھلا تھا۔ یہ بات خود وکیل نے مجھے بتائی کہ اسے ایک خطیر رقم ملنے والی تھی دس ہزار پونڈ، اور یہ مرنے والا اپنے وصیت نامے میں لکھ گیا ہے کیونکہ وکیل نے زندگی میں اس کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن اگر رالف جائداد اور خطاب کا صحیح وارث ثابت ہو گیا تو پھر یہ رقم اس کی، یعنی رالف کی تھی کیونکہ روپیہ بھی رالف کے باپ کے ورثے کا ہی ایک حصہ تھا، چنانچہ ان دس ہزار پونڈ کی خاطر، وکیل نے مرحوم لارڈ کو اور خود اپنے کو بھی یقین دلایا کہ رالف غرق شدہ لارڈ کا بیٹا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے میری ہر بات بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ میرے ہر جھوٹ پر بڑی خوشی سے اور فوراً یقین کر لیا۔

خیر تو جب وہ بنا ہوا لارڈ اپنی قبر میں جا سویا تو وکیل نے اس کے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے باپ کے آخری الفاظ پر کوئی دھیان نہ دے اور معاملے کو بس وہیں ختم کر دے لیکن اس نوجوان نے وکیل کی بات نہ مانی کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا وہ ایماندار تھا اس نے کہا تھا کہ حقیقت معلوم کئے بغیر اسے چین نہ آئے گا اور یہ کہ تحقیقات کے لئے اگر وہ خود نہ جا سکا تو دوسروں کو بھیجا جائے کیونکہ اس صورت میں خود اس کے دس ہزار پونڈ چلے جانے کا خدشہ تھا چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور وہ دونوں اس سفر پر روانہ ہو گئے اور ان میں یہ سفر بے حد طویل اور مشکل تھا۔ آخر کار وہ لوگ بخیر و خوبی ہمارے علاقے ٹرانسکی میں پہنچ گئے۔

یہ کہانی بیان کی جا چکی تو وکیل نے اپنی چیل سی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور مترجم کے ذریعہ کہا۔

"مسز دراؤ! آپ نے پوری کہانی سن لی اب آپ بتایئے کہ آپ اس کے متعلق کیا جانتی ہیں وہ نوجوان، جو آپ کے ساتھ رہتا ہے کیا وہی ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔" میں ایک سیکنڈ تک سوچتی رہی اور یہ ایک سیکنڈ مجھے ایک سال کی طرح معلوم ہوا میرے تمام شکوک دور ہو گئے تھے اب کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔ بے شک رالف ہی وہ لڑکا تھا جس کی ان دونوں کو تلاش تھی اور رالف کی قسمت اور مستقبل کا انحصار میرے جواب پر تھا۔ لیکن اس مسئلے پر میں پہلے ہی سے غور کر کے جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر چکی تھی اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ میری زندگی کا پہلا اور آخری جھوٹ تھا اور میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو بار بار اپنے فیصلے بدلتی ہیں۔ چنانچہ میں نے جھوٹ بولا۔

"ہمارے ساتھ جو جوان رہتا ہے وہ رالف نہیں ہے جس کی تمہیں تلاش ہے" میں نے کہا۔ "حالانکہ اس کی بھلائی کی خاطر سوچتی ہوں کہ کاش ہمارا رالف وہی لڑکا ہوتا میں ثابت کر سکتی ہوں کہ رالف وہ لڑکا نہیں ہے جس کی تلاش میں تم لوگ اتنا طویل سفر کر کے یہاں آئے ہو۔"

رالف اور اپنی بیٹی سوزانے کی خاطر جو رالف کی منگیتر تھی۔ میں نے یہ جھوٹ بولا تو دفعتہً میرا

دماغ لمحہ بھر کے لئے خالی ہو گیا اس عالم میں' اس خالی الذہنی میں' میں نے ایک قہقہے کی آواز سنی جو میرے گھر کے چھت کے اوپر سے آ رہی تھی اور فضاء میں پھیلی جا رہی تھی لیکن میں نے فوراً ہی سنبھل کر اپنے مہمانوں کے چہروں پر نظر کی اور دیکھا کہ میرے اس اعلان نے ان دونوں کو خوش کر دیا تھا سوائے مترجم کے جو میرے خیال میں کیپ ٹاؤن تک آیا تھا اور اسے اس معاملے سے نہیں صرف اپنی اجرت سے دلچسپی تھی۔ وکیل اور نوجوان نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر یوں دیکھا جیسے ایک بڑا بھاری بوجھ ان کے دلوں سے ہٹ گیا ہو کچھ ہی دیر بعد وکیل نے سنبھل کر مجھ سے کہا۔

"دراؤ بوئمار! اب اگر بارِ خاطر نہ ہو تو وہ ثبوت بھی پیش کر دیجئے جن کا ذکر آپ نے کیا ہے" "بہت اچھا" میں نے جواب دیا۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ جہاز "ہند" 1824ء میں غرق ہوا تھا۔"

"بے شک وشبہ،" وکیل نے جواب دیا۔

"اچھا تو کیا تمہیں پتہ ہے کہ ایک دوسرا جہاز جس کا نام فلورا تھا جو کیپ سے روانہ ہوا تھا اور میں نہیں جانتی کہ کہاں جا رہا تھا۔ اسی ساحل پر دوسرے برس غرق ہوا تھا۔"

"ہاں سنا ہے۔"

"اچھا تو اب یہ دیکھو" میں نے کہا۔

اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس صندوق کے قریب پہنچی جو کھڑکی کے نیچے رکھا ہوا تھا اور اس میں سے ایک پرانی بائبل نکالی۔ یہ بائبل میرے دادا اور والد کی تھی اور اس کی جلد کے پہلے سفید صفحے پر بہت سی پیدائشوں کی تاریخ درج تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ شادیوں' اموات اور اہم واقعات کی تاریخیں بھی لکھی تھیں اور یہ واقعات تھے جو ہمارے خاندان میں ہوئے تھے میں نے اس فہرست میں سے وہ اندراج ذرا پھیکی روشنائی میں کیا گیا تھا کیونکہ اس زمانے میں تاجر روشنائی ہمارے ہاتھوں فروخت کیا کرتے تھے اس میں ملاوٹ ہوا کرتی تھی اس اندراج کے نیچے دوسرے اندراج تھے جو بعد کے برسوں میں خود جان نے کئے تھے مثلاً جان کی چچی کے انتقال کا واقعہ جو جان کے نام روپیہ چھوڑ گئی تھی' تاریخ اور برس جب ہمارے فارم میں چیچک کی وبا پھیلی تھی' ان لوگوں کے نام جو اس وبا کا شکار ہو کر مر گئے تھے' سرخ کافروں کے ایک گروہ کا ہمارے گھر پر حملہ لیکن خدا کی مدد سے ہم نے انھیں مار بھگایا تھا اور وہ اپنے بارہ آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر لیکن ہمارے بہترین مویشی لے کر بھاگ گئے تھے۔"

"لو پڑھو" میں نے کہا۔

اور مترجم نے وہ عبارت' جس پر میں نے انگلی رکھی تھی بلند آواز میں پڑھی۔ عبارت یوں تھی۔

"1825ء ستمبر کے مہینے کی بارہ تاریخ کو ہماری بیٹی سوزانے کو ایک بھوکا پیاسا لڑکا مل گیا جو ایک جہاز کے غرق ہو جانے کے بعد کسی نہ کسی طرح اس گھاٹی تک پہنچ گیا تھا جو ساحل سے زیادہ دور نہیں ہے ہم نے اس لڑکے کو خدا کی دین سمجھ کر اپنے یہاں رکھ لیا۔ اس نے اپنا نام رالف کانزی بتایا۔"

"تاریخ دیکھی تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں دیکھی تھی" اس وکیل نے جواب دیا۔ "اور یہ تاریخ بعد میں بدل نہیں گئی۔؟"

"بے شک نہیں بدلی گئی" میں نے کہا "تم خود ہی دیکھ لو۔"

"لیکن یہ میں نے انھیں نہیں بتایا کہ جان نے سال بہت بعد میں لکھا تھا اور سن عیسوی غلط لکھ گیا تھا۔ میں نے اسے اپنی غلطی سے آگاہ کیا لیکن اس نے سن عیسوی نہ بدلی اور کہا کہ صفحہ پر اتنی جگہ نہیں کہ اس پر روشنائی پھیر کر نئے سرے سے لکھا جائے۔ ایک بات اور بھی ہے میں نے کہا۔ تم کہتے ہو کہ اس لڑکے کی ماں بڑی امیر عورت تھی خیر تو جو لڑکا ہمیں ملا تھا اس کی ماں کی لاش میں نے دیکھی تھی یہ کسی عام سی عورت کی لاش تھی جس کا زیر جامہ گندہ اور موٹے کپڑے کا تھا اور اس کی ہتھیلیوں میں محنت و مشقت کر کے گٹے پڑ گئے تھے اس کے ایک ہاتھ کی صرف انگلی میں انگوٹھی اور وہ بھی سونے کی نہیں بلکہ چاندی کی تھی۔ اور یہ ہے وہ انگوٹھی۔"

اور میں نے دراز میں سے ایک انگوٹھی نکال کر وکیل کے ہاتھ میں تھمادی یہ چاندی کی ایک سستی انگوٹھی تھی جو کئی برسوں پہلے میں نے ایک پھیری والے سے محض اس لئے خریدی تھی کہ وہ کسی طرح میرا پیچھا چھوڑنا ہی نہ چاہتا تھا۔

میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہمارے رالف کا باپ لارڈ نہ تھا ہاں اگر تمھارے ملک میں لارڈ بھیڑیں چراتے ہوں تو پھر رالف کا باپ بھی لارڈ تھا کیونکہ خود رالف نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا باپ اپنے وطن میں بھیڑیں چراتا اور ان کی نسل بڑھایا کرتا تھا اور یہ کہ رالف کا باپ کسی دور افتادہ کالونی کی طرف جا رہا تھا کہ جہاز کا حادثہ ہو گیا۔ بس یہی کہنا ہے مجھے اور افسوس ہے کہ خود رالف یہاں موجود نہیں ہے۔ ورنہ تم لوگ خود اس کی زبانی اس کی داستان سن لیتے۔

جب میں اپنا بیان ختم کر چکی تو وہ نوجوان لارڈ، جو دراصل رالف کا چچیرا بھائی تھا اٹھا اور اس نے ایک انگڑائی لی۔ وہ مسکرا رہا تھا اور بے حد خوش نظر آتا تھا۔

"بے شک۔" وکیل نے مترجم کے ذریعہ مجھ سے کہا۔ "دراؤ بوئمار! آپ کے ثبوت ٹھوس اور قابل قبول ہیں۔ اور آپ کا بیان فیصلہ کن ہے لیکن میں آپ کا یہ بیان لکھے لیتا ہوں اور آپ اس پر اپنے دستخط کر دیجئے البتہ ایک بات ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں کے نام ایک سے ہیں۔" اور وکیل نے کنکھیوں سے نوجوان لارڈ کی طرف دیکھا۔

"اسکاٹ لینڈ میں بہت سے میکنزی ہیں۔" نوجوان لارڈ نے کہا۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس رالف کا باپ کوئی غریب چرواہا تھا جو اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ ترک وطن کر کے آسٹریلیا یا کہیں اور جا رہا تھا۔" پھر اس نے ایک جمائی لے کر اضافہ کیا۔ سونے سے پہلے میں باہر جا کر ذرا تازہ ہوا کھا لوں۔ تم کاغذ تیار کر لو کہ خاتون اس پر اپنے دستخط کر دیں۔"

"بہت اچھا۔" وکیل نے کہا۔

اور نوجوان لارڈ اطمینان سے سیٹی بجاتا باہر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد وکیل نے کاغذ اور قلم نکالا اور میرا وہ سارہ جھوٹ لکھ لیا جو میں نے بیان کیا تھا اور بائبل کے پہلے صفحے پر لکھی ہوئی ضروری تاریخیں بھی نقل کر لیں جب وہ لکھ چکا تو مترجم نے اس تحریر کا ترجمہ مجھے سنایا۔اس کے بعد ہی وکیل نے مجھے مرنے والے لارڈ کی آخری خواہش کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ہمارا رالف وہی ہوتا جس کا ان لوگوں کو تلاش تھی تو خود وکیل دس ہزار پونڈ کی خطیر رقم سے محروم رہ جاتا۔

آخر کار اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھادیا کہ میں اس پر دستخط کردوں کمرے میں میز پر ایک موم بتی جل رہی تھی اور تیل کا ایک چراغ بھی رکھا جل رہا تھا لیکن چونکہ اس کا تیل ختم ہو رہا تھا اس لئے اس کا شعلہ بار بار بھڑک رہا تھا۔اور اس ناکافی روشنی میں میں اور وکیل ایک دوسرے کے چہروں کی طرف دیکھ رہے تھے میرا چہرہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے زرد تھا اور وکیل کا اس لئے کہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ میں جھوٹ بولی تھی اور اسے خوف تھا کہ کہیں میں ایک دم سے اپنا ارادہ تبدیل نہ کردوں۔

"دستخط کر دیجئے۔"اس نے شانے اچکا کر کہا"موم بتی اور چراغ بھی بجھ رہا ہے اور تب میں نے کانپتے ہاتھوں سے اس کاغذ پر دستخط کر دیئے۔اور عین اسی وقت موم بتی اور چراغ بھی بجھ گیا اور ہم اندھیرے میں تھے اور اس اندھیرے میں ایک بار پھر میں نے اسی بھیانک قہقہے کی آواز سنی جو پہلے بھی سن چکی تھی۔

میرے اور آنے والوں کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں اس کا ایک لفظ بھی سوزانے نے نہیں سنا تھا تاہم وہ ان کا مطلب بہت حد تک سمجھ گئی تھی اور اس نے جان لیا تھا کہ میں ان انگریزوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتی ہوں۔اس پر اس کا ضمیر اسے بری طرح پریشان کرنے لگا۔کیونکہ وہ جتنا زیادہ اس مسئلے پر غور کرتی اتنا ہی زیادہ اسے خود اپنی عیاری پر شرم آنے لگتی کہ چونکہ ہم سب رالف کو چاہتے ہیں اس لئے اپنی محبت میں اندھے ہو کر اسے اس کے عظیم ورثے سے محروم کر رہے ہیں۔

چنانچہ رات بھر وہ جاگتی رہی صبح ہوتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود انگریزوں سے گفتگو کر کے انھیں حقیقت سے آگاہ کر دے گی خواہ اس کے نتیجہ میں کچھ ہی کیوں نہ ہو اس فیصلے کے بعد اسے کچھ سکون حاصل ہوا تو آخر کار وہ سو گئی اور دن چڑھے تک سوتی رہی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامع نہ پہنا سکی کیونکہ قسمت میں لکھا تھا کہ یوں ہی ہو چنانچہ یونہی ہوا کیا ہوا یہ اب بیان کر رہی ہوں۔

سورج طلوع ہونے کے فوراً بعد میرے مہمان بیدار ہوئے اور کمرے سے باہر آئے جس میں وہ سو رہے تھے میں نے ان کے لئے کافی اور ناشتہ تیار کر رکھا تھا وہ لوگ ناشتہ کرتے اور خدا جانے آپس

میں کیا باتیں کرتے رہے پھر نوجوان لارڈ نے کہا کہ گزشتہ کل یہاں آتے وقت اس نے گھاس کے ایک میدان میں جو ہمارے گھر سے ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا' بہت سے بک اور وہاں جو چشمہ تھا اس میں بہت سی مرغابیاں دیکھی تھیں اس نے کہا کہ وہ اپنے ساتھ صرف ایک ملازم لے کر اس میدان میں جائے اور وہاں سے اس وقت تک بکوں اور مرغابیوں کا شکار کرتا رہے گا جب تک اس کے ساتھی تمام کاموں سے فرصت پا کر اور ہمارے گھر روانہ ہو کر اس کے پاس نہیں پہنچ جاتے چنانچہ اس نے مجھ سے جانے کی اجازت لی اور اپنی جیبی گھڑی کی سونے کی زنجیر مجھے تحفہ میں پیش کر دی۔ یہ زنجیر آج بھی میرے پاس ہے اس نے مجھے خدا حافظ کہا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑی خوش دلی سے مسکرا کر اس نے میری طرف ہاتھ ہلایا اور چلا گیا۔ میں اسے جاتے دیکھتی رہی اور تب میں نے سوچا کہ یہ نوجوان عیار نہیں بلکہ بھولا تھا اور دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد میری اس سے ملاقات کبھی نہ ہوئی۔

جب سوزانے بیدار ہوئی تو ایک کافر ملازمہ نے اسے بتایا کہ مہمانوں نے اپنے گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیدیا ہے اور یہ کہ وہ رخصت ہو رہے ہیں۔ یہ کافر ملازمہ چونکہ یہ جانتی تھی کہ نوجوان لارڈ جا چکا ہے اس لئے اس نے یہ بات سوزانے کو بتائی۔ اس خوف سے کہ میں اسے روک لوں گی سوزانے چپکے سے باہر نکلی اور ان جھاڑیوں میں چھپ گئی جو مکئی کے کھیت کے کنارے پر اگی ہوئی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ انگریز اسی طرف سے گزریں گے۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے انھیں آتے دیکھا اور جب وہ اس کی حد نظر میں آئے تو اس نے دیکھا کہ وہ نوجوان لارڈ ان کے ساتھ تھا چنانچہ وہ جھاڑیوں میں سے نکل کر وکیل کے پاس پہنچی۔ وکیل نے سوزانے کو دیکھا تو اپنے گھوڑوں کی لگامیں کھینچ لیں اور منتظر رہا لیکن دوسرے لوگ آگے بڑھ گئے۔

قریب پہنچ کر سوزانے نے وکیل سے پوچھا کہ اس کہانی کا آغاز کہاں ہے اور یہ کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے اب یہاں میں یہ بتاؤں کہ سوزانے انگریزی بول لیتی تھی۔ حالانکہ اس کی انگریزی صاف اور صحیح نہ تھی تاہم وہ اپنا مطلب واضح کر سکتی تھی۔ اس ہالینڈی اتالیق نے اسے یہ زبان سکھائی تھی جسے ہم نے رالف اور سوزانے کی تعلیم کے لئے اپنے یہاں رکھا تھا چنانچہ رالف جب چاہتا کہ دوسرے اس کی باتیں نہ سمجھ سکیں تو وہ سوزانے سے اسی لغتی زبان میں گفتگو کرتا تھا کیونکہ آپ جانئے یہ اس کی مادری زبان تھی اور وہ اسے بھولا نہ تھا البتہ یہ اور بات تھی وہ اپنی گفتگو میں بہت سے ڈچ زبان کے الفاظ استعمال کر جاتا تھا۔

"بانو لارڈ تو کوئی ایک گھنٹہ ہوا ہم سے آگے چلے گئے ہیں آپ انہیں کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں تو مجھ سے کہہ دیں میں پہنچا دوں گا۔" وکیل نے کہا۔

"میں ان سے ہی گفتگو کرنا چاہتی ہوں لیکن چونکہ وہ جا چکے ہیں اس لئے آپ سے کہہ رہی ہوں مجھے یقین ہے کہ میری بات سننے کے بعد آپ انہیں واپس لے آئیں گے خیر تو آپ رالف کانزی کی

تلاش میں یہاں آئے ہیں اور میری ماں نے کہا ہے کہ جس لڑکے کی آپ لوگوں کو تلاش ہے وہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں رہتا ہے ٹھیک ہے۔"

وکیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ماں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ رالف وہی آدمی ہے جس کی آپ کو تلاش ہے۔"

اور پھر سوزانے نے رالف کے متعلق ساری سچی باتیں وکیل کے سامنے بیان کر دیں اور اسے یہ بھی بتادیا کہ ان لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہم نے کیا سازش کی تھی میں کہہ چکی ہوں کہ سوزانے کی انگریزی صاف نہ تھی اور ممکن ہے وکیل نے اس کی ساری باتیں سمجھ لی تھیں کیونکہ سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ وکیل کا رنگ ایک دم سے فق ہو گیا تھا اور یہ کہ وہ بے چین بھی دکھائی دیتا تھا اور آخر کار اس نے کہا۔

"بانو! آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ اس قدر عجیب اور قابل قبول ہے کہ میں اپنے کو واپس لانے پر مجبور ہو گیا ہوں تاکہ وہ اس معاملے میں کھل کر آپ سے گفتگو کر سکے۔"

"آپ اپنے گھر واپس جائیے اور ہماری ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کیجئے آج شام کو یا کل صبح ہم واپس آ جائیں گے اور تب اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کریں گے" سوزانے بھولی اور صاف دل لڑکی تھی چنانچہ اس نے وکیل کی یہ بات مان لی اور موخرالذکر اپنا گھوڑا بڑھا کر آگے چلی گئی۔ وہ سارا دن اور دوسرے دن بھی خاموش رہی اور اس نے مجھ سے بہت کم بات کی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کسی بات کی منتظر تھی اور بار بار اس راستے کی طرف دیکھ رہی تھی جس راستے سے انگریز گئے تھے لیکن وہ واپس نہ آئے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ عیار وکیل نے نوجوان لارڈ سے سوزانے اور اپنی ملاقات کا ذکر نہ کیا ہوگا اور سوزانے نے جو باتیں اس سے کہی تھیں وہ اپنے سینے میں دفن رکھیں۔ یہ کتاب بند ہو چکی تھی اور وکیل اسے دوبارہ کھولنا نہ چاہتا تھا کیونکہ اس میں اسے دس ... پونڈ کا نقصان تھا۔ تیسری صبح میں نے دیکھا کہ سوزانے اس راستے کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے انگریز گئے تھے اس کی اس خاموشی نے مجھے غصہ دلا دیا چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

"کیا بات ہے لڑکی وہ کیا ہمارے یہاں بہت سے مہمان نہیں آ چکے ہیں کہ ہم اب بھی ان کے انتظار میں راستے پر آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں۔"

"مجھے نئے مہمانوں کا انتظار نہیں ہے" سوزانے نے کہا۔ "بلکہ ان ہی کا انتظار ہے جو یہاں آ چکے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ محض بیکار ہی ان کا انتظار کر رہی ہوں"

"کیا مطلب۔؟"

اور اب سوزانے نے سب کچھ کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور بولی "مطلب یہ ہے اماں کہ میں نے اس نوجوان کے وکیل کو بتا دیا ہے کہ رالف کے متعلق جو کچھ کہانی آپ

نے انھیں سنائی تھی وہ جھوٹ کا ایک طوفان ہے اور رالف وہی شخص ہے جس کی تلاش میں وہ آئے تھے۔

"تمہیں ان سے یہ بات کہنے کی جرات کیونکر ہوئی۔" میں نے غصے سے کہا لیکن پھر فوراً ہی اپنے غصے کو دبا کر پوچھا۔ "کیا کہا اس نے۔؟"

"اس نے کہا کہ وہ نوجوان لارڈ کو لے کر واپس آئے گا اور پھر وہ لوگ مجھ سے گفتگو کریں گے. لیکن وہ لوگ آئے ہی نہیں۔"

"اور وہ لوگ آئیں گے بھی نہیں سوزانے، کیونکہ رالف کی تلاش کرتے ہیں لیکن یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ انھیں نہ ملے۔ کم سے کم وکیل تو یہی چاہتا ہے بہر حال تو گناہ سے بری ہو گئیں اور رالف بھی یہیں رہ گیا سانپ بھی نہ مرا اور لاٹھی بھی سلامت رہی۔"

"والدین کا گناہ اولاد کا گناہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

پھر خدا جانے ایک دم سے اس پر کیا دورہ پڑا کہ وہ ایک دم سے مجھ پر برس پڑی اور میں بھی اپنی زبان نہ روک سکی۔ خصوصاً اس لئے کہ میں جانتی تھی کہ سوزانے نے جو کیا تھا ٹھیک کیا تھا اور جو کہہ رہی تھی سچ کہہ رہی تھی۔ اس نے کہا کہ ہم عیار سازشی تھے کہ ہم نے اپنی خود غرضی سے رالف کو اس کی زندگی کے علاوہ ہر چیز سے محروم کر دیا اور دوسری بہت سی سخت باتیں اس نے کہیں یہاں تک کہ میں برداشت نہ کر سکی اور اسے ترکی بہ ترکی جواب دینے لگی۔ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ کس کا پلڑا بھاری رہا۔ سوزانے کی زبان اگر تیز تھی اور سچائی نے اسے قوت بخشی بھی تو عمر بھر کا تجربہ اور خود مختاری میری پشت پناہی کر رہی تھی۔ آخر کار سوزانے تھک گئی اور جب وہ دم لینے کے لئے خاموش ہوئی تو میں نے چیخ کر کہا۔

"بے حیا اور احسان فراموش لڑکی! یہ سب کس کے لئے کیا گیا؟ خود تیرے لئے"

"اگر یہ سچ ہے" وہ بولی "تو پھر مناسب ہوتا کہ رالف کو یہاں روکنے کے لئے مجھے چارے کے طور پر چھوڑ دیا جاتا۔"

میں نے کہا۔ "تو کیا تم اس قدر سنگدل ہو کہ اس شخص کو خدا حافظ کہنے کے لئے تیار ہو جاتیں۔ جو برسوں تک تمہارا بھائی رہا اور اب تمہارا منگیتر ہے؟ یہ تم بھی جانتی ہو کہ وہ ابھی کیسے ہی اور کتنے ہی وعدے کیوں نہ کرے اگر ایک دفعہ وہ انگلستان چلا گیا تو کبھی واپس نہ آئے گا۔"

"بے شک یہ آپ نے سچ کہا۔" سوزانے دفعتہً پرسکون ہو گئی۔ "میں اسے برداشت نہ کر سکتی۔ اگر رالف چلا جاتا تو میں مر جاتی۔"

"تو پھر دیوانوں کی طرح کیوں چیخ رہی تھی کیا تھی یہ سب بکواس۔؟" میں نے پوچھا اور سوچا کہ سوزانے کو اب میں نے لاجواب کر دیا تھا۔ "اگر رالف چلا گیا ہوتا تو تم ہمیشہ کے لئے اسے گنوا بیٹھتیں۔"

"نہیں۔ ایسا نہ ہوتا" اس نے بڑی عقلمندی سے جواب دیا۔ "کیونکہ اس کے جانے سے پہلے

میں اس سے شادی کر لیتی اور تب مجھے یقین ہو جاتا کہ وہ ضرور واپس آئے گا وہ یہ کہ میں جب چاہتی اسے بلا لیتی۔"

اور اب میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا کچھ تو اس لئے کہ اس لڑکی کی ہوشیاری نے مجھے دم بخود کر دیا تھا اور کچھ اس لئے کہ کل کی چھوکری مجھے ہوشیاری اور عقلمندی کا سبق دے رہی تھی کیونکہ سوزانے کی یہ تجویز جو میرے ذہن میں آئی ہی نہ تھی کہ رالف کو ہم سے باندھ دیتی اور اگر وہ چلا بھی جاتا تو بہت جلد واپس آ جاتا۔ اگر سوزانے اس کے ساتھ چلی جاتی۔ میرا مطلب ہے اس کی بیوی بن کر تو وہ یقیناً رالف کو واپس لے آتی کیونکہ اسے ہم سے اور اپنے گھر سے بہت زیادہ محبت تھی۔

جی ہاں۔ میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا اور سوزانے نے اس بات کا جواب آنسوؤں کی زبان میں دیا۔ میں رونے لگی۔ اس پر سوزانے رو کر مجھ سے لپٹ گئی اور اس طرح ہم دونوں کے دل صاف ہو گئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے بعد سوزانے کے خیالات میرے متعلق ذرا تبدیل ہو گئے اور میں نے بھی سوچا کہ جتنی جلد اس لڑکی کی شادی کر دی جائے اتنا ہی اس کے اور خود ہمارے حق میں بھی اچھا ہو گا۔

چنانچہ یوں انگریزوں کی آمد کی کہانی ختم ہوئی اور اس طرح رالف نے اپنی دولت اور اپنا خطاب ہمیشہ کے لئے گنوا دیا۔ اور اس کے بعد ان انگریزوں کو نہ تو کبھی دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کچھ سنا۔

اور اب میں اس شیطان کے کارناموں کے متعلق کہوں گی جس کا نام سوراٹ پیٹ تھا اور جو حقیقت میں مجسم شیطان ہی تھا اور یہ کہ وہ بونی وچ ڈاکٹر لیس سی ہائمبانگ بانگا کس طرح سوزانے کی غلام اور نجات دہندہ بنی۔ سی ہامبانگ بانگا کے معنی ہوتے ہیں وہ جو چاندنی میں چلتی ہے۔

جس زمانے کا میں ذکر کر رہی ہوں اس وقت سوراٹ پیٹ کے باپ وان دارین کو مرے دو برس گزر چکے تھے اور اس کی موت کے متعلق عجیب روائتیں بیان کی گئی تھیں لیکن یہاں انہیں بیان کرنا میں ضروری نہیں سمجھتی۔ سوراٹ پیٹ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا یا نہیں یہ نہیں کہہ سکتی اور اس پر غور کرنا بھی فضول ہے۔ البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ سوراٹ پیٹ اس سے بھی بڑے گناہ اور جرم کر رہا تھا۔ اپنے باپ وارن دارین کی موت کے بعد سوراٹ پیٹ کو ورثے میں بڑی دولت ملی۔ یعنی وہ جسے ہم ان دنوں دولت سے تعبیر کرتے تھے۔ اور یہ دولت تھی مویشیوں اور بکریوں بھیڑوں کے بڑے بڑے ریوڑ جن کی حفاظت دور دور بسنے والے کافر سردار کرتے تھے' دور دور تک پھیلی ہوئی زمین اور کہتے ہیں کہ انگریزی سونے کے سکوں میں بہت سا نقد روپیہ بھی اسے ورثے میں ملا تھا۔ جی ہاں۔ سوراٹ پیٹ بہت زیادہ امیر تھا۔

عجیب آدمی تھا یہ سوراٹ پیٹ کہ اس نے نہ تو کسی سے شادی کی تھی اور نہ ہی کسی سے عشق لڑایا تھا یعنی اس وقت تک کسی سے عشق بازی نہیں کی جب تک کہ اس کا دل جلتا تھا کافر عورتوں میں ہی اٹھتا بیٹھتا تھا اور کافر ڈاکٹروں کا معتقد تھا اور ان کے سحر اور ٹونے ٹوٹکوں اور شیطانی کاموں کو اپنا رہا تھا۔ لیکن

ہر شخص کی طرح اس کی قسمت بھی لکھی جاچکی تھی چنانچہ آخر کار وہ سوزانے کی محبت میں گرفتار رہا بشرطیکہ ہم اسے محبت کہیں کیونکہ اسے سوزانے سے واقعی محبت ہوتی تو وہ خود سوزانے کو اور ہمیں بھی اپنے مصائب میں گرفتار نہ کر دیتا۔ ان انگریزوں کی، جن کا ذکر میں کر چکی ہوں کہ وہ رالف کی تلاش میں آئے تھے آمد سے کچھ ہی پہلے اس کے دل میں سوزانے کی محبت نے سر اٹھایا اور چونکہ جان کو سوراٹ پسند نہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ یہ ابلیس ہمارے گھر آئے اس لئے سوزانے اسے جہاں بھی مل جاتی وہ اسے گھیر لیتا اور لگاوٹ کی باتیں کرتا اور اسے تحائف دیتا لیکن سوزانے اس کی باتوں اور تحائف سے محظوظ نہ ہوتی کیونکہ وہ تو اپنا دل کسی اور کو دے چکی تھی۔

سوراٹ پیٹ کے کافر جاسوس ہر جگہ چنانچہ ہمارے فارم میں بھی تھے اور اسے ایک ایک بات کی خبر دیا کرتے تھے۔ ان ہی جاسوسوں کے ذریعہ اسے پتہ چلا کہ جان اور رالف مویشی لے کر دور کی چراگاہوں کی طرف چلے گئے ہیں اور گھر میں ہم دونوں عورتیں، یعنی میں اور سوزانے اکیلی ہیں۔

سوراٹ کو جس موقع کی تلاش تھی وہ اسے مل گیا تھا۔ وہ ہفتے میں دو تین دن بعد گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے گھر آتا کھانا ہمارے یہاں کھاتا، رات جاتی تو ہمارے یہاں رہنے کی اجازت طلب کرتا، اور پھر انکار نہ کر سکتے اور اس تمام عرصے میں سوزانے کو پریشان کرتا رہتا، یہاں تک کہ میں برداشت نہ کر سکتا اور ڈرتے ڈرتے سوراٹ سے وہ بات کہہ دی جو میں کہنا چاہتی تھی، سوراٹ ان چند لوگوں میں سے ایک تھا جن سے میں ڈرتی تھی۔ وہ بڑے غور اور فرمانبرداری سے میری باتیں سنتا رہا اور بولا۔

"اور اگر پھل پھر بھی ٹوٹ کر نہ گرا تو؟" میں نے کہا۔

"تو پھر چچی ہمیں چاہیے کہ درخت پر چڑھ کر اسے توڑ لیں۔"

"لیکن اس وقت تک وہ کسی دوسرے آدمی کی تھیلی میں پہنچ گیا ہو تب......" اور جواب دینے سے پہلے وہ مسکرایا۔ اس کی یہ مسکراہٹ ایسی تھی کہ ہمیشہ میرا خون سرد کر دیتی تھی۔

"تو پھر اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو قتل کر کے اس کی تھیلی میں سے پھل نکال لیا جائے اور اس کے بعد پھل اور بھی زیادہ لذیذ اور میٹھا معلوم ہوگا۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے سوراٹ پیٹ۔" میں نے ایک دم سے غصے ہو کر کہا" میں اس شخص کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی جو ایسی باتیں کرے اور شکر کرو کہ میرا شوہر اور رالف اس وقت یہاں نہیں ہیں ورنہ وہ تمہیں دھکے مار کر یہاں سے نکال دیتے۔"

"وہ لوگ یہاں نہیں ہیں چنانچہ ان کا ذکر فضول ہے" سوراٹ نے جواب دیا۔ "رہا تمہارا گھر تو بے حد خوب صورت جگہ ہے اور اس میں جو چیزیں ہیں ان میں سے میں صرف ایک چیز چاہتا ہوں اور یہ چیز مکان کی دیواروں میں چنی ہوئی نہیں ہے میں تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اب چلتا ہوں۔"

"سوزانے" میں نے آواز دی "سوزانے۔"

میرا خیال تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہو گی لیکن وہ وہاں نہ تھی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ سوراٹ پیٹ آیا ہوا ہے چنانچہ وہ چپکے سے گھر سے نکل گئی تھی اور خود سوراٹ کو اس کا پتہ تھا اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سوزانے کہاں گئی تھی کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ اس کا ایک کافر ملازم باہر کھڑا ہمارے گھر پر نظر رکھے ہوئے تھا اور اسی نے سوراٹ کو بتایا کہ سوزانے کس طرف گئی تھی۔ چنانچہ سوراٹ بھی اسی طرف گیا وہ چاہتا تھا سوزانے سے محبت کی باتیں کرے۔ آخر میں اس نے سوزانے سے ایک بوسہ طلب کیا اس پر وہ آگ بگولا ہو گئی۔ سوراٹ بڑا ضدی اور بے حیا تھا چنانچہ اس نے جبراً سوزانے کو چومنا چاہا لیکن وہ پر قوت اور پھرتیلی تھی اس لئے اس کی گرفت میں سے نکل گئی۔ اس پر شرمندہ ہونے کے بجائے سوراٹ اپنی مخصوص بھیانک ہنسی ہنسا۔

وہ بولا۔ "اس دفعہ تو تم میری گرفت سے نکل گئی ہو لیکن میں بوسہ ایک نہ ایک دن حاصل کر کے رہوں گا میں سب جانتا ہوں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس بے خاماں انگریز سے محبت کرتی ہو لیکن ٹھیک ہے، عورت اپنی زندگی میں بہت سے مردوں سے محبت کر سکتی ہے اور جب ایک مر جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ حاصل کر لیتا ہے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟" سوزانے نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

"مطلب و مطلب کچھ نہیں ہے؟ لیکن یہ سن لو میری کبوتری کہ یہ جسم جو میں آج تک حاصل نہیں کر سکا ایک نہ ایک دن حاصل کر لوں گا اور وہ دن زیادہ دور نہیں ہے۔"

ہمارے فارم سے کوئی ایک گھنٹے کی مسافت پر اور اس راستے کے قریب جو سوراٹ پیٹ کے گھر جاتا تھا ٹیلوں سے گھری ایک وادی تھی اور اس وادی میں وہ عورت رہتی تھی جو بونی تھی جو وچ ڈاکٹریس تھی اور جس کا نام سی ہامبانگ یا نگا تھا کسی ہامباٹر نکس یا اس کے آس پاس کے قبائل میں سے تھی بلکہ وہ شمال کی طرف سے آئی تھی۔

اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کو چھوڑ کر اس طرف کیوں آ گئی تھی اس کی رنگت کالی نہیں بلکہ تانبے کی سی تھی لیکن اس کا قد اتنا تھا جتنا کہ بارہ سال کی عمر کے بچے کا ہوتا ہے چنانچہ اس کے چھوٹے قد کی وجہ سے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ وہ پگلی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قطعی پگلی نہ تھی۔ دوسری کافر عورتوں کے مقابلے میں سی یاما خوبصورت تھی۔ چہرے کے نقوش نازک نازک سے دانت چھوٹے اور موتیوں کی طرح سفید اور سر پر چھوٹے اور لہر دار بال جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے اس نے کالی چندیا والی ٹوپی پہن رکھی ہو۔

یہ عورت سی ہامبا جس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ ہو گی تین چار برس سے ہمارے علاقے میں مقیم تھی اور ٹونے ٹوٹکے کیا کرتی تھی میں نے کہا نا کہ وہ ڈاکٹریس تھی۔

لیکن وہ "کالی ساحرہ" نہ تھی کیونکہ اس نے کبھی ساحروں اور چڑیلوں کو سونگھنے میں حصہ نہ لیا تھا۔ بیماروں کے ہاتھ تعویذ گنڈے فروخت کیا کرتی تھی اور بیمار جانوروں کا علاج کرنے میں تو بڑی ماہر تھی

لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ وہ وچ ڈاکٹروں کی چیزیں۔ یعنی ہڈیوں اور شانوں کی مالائیں۔ پہنے بغیر اور اپنے آپ پر غشی طاری کئے بغیر ہڈیاں پھینک کر مستقبل کا حال دوسرے وچ ڈاکٹروں سے بہتر اور صحیح بتایا کرتی تھی آخر میں یہ کہ وہ موسم کا حال بھی بتاتی تھی۔ چنانچہ اس نے قحط سالی یا مسلسل برستی ہوئی موسلادھار بارش کے تھمنے کی پیشگوئیاں کر کے بہت سے مویشی معاوضے میں حاصل کئے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ موسم کے متعلق پیشگوئیاں سوفی صد صحیح ثابت ہوتی تھیں۔ وہ رات کے وقت جنگل میں بھٹکا کرتی اور دوائیں تیار کرنے کے لئے ضروری جڑی بوٹیاں جمع کیا کرتی تھی۔ اس کے اسی عادت کی وجہ سے وہ سی ہامبانگ یانگا کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔

کئی دفعہ جان نے ہمارے بیمار مویشی سی ہامبا کے پاس علاج کے لئے بھیجے تھے کیونکہ اس عورت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اسے کتنی ہی فیس کیوں نہ دی جاتی وہ مویشیوں کے علاج کرنے کے لئے کبھی کسی کے گھر نہ جاتی تھی ابتداء میں میں نے اس کی مخالفت کی لیکن چونکہ سی ہامبا مویشیوں کو انہیں کوئی بھی مرض کیوں نہ ہو تندرست کر دیتی تھی اس لئے بعد میں میں نے اس کی مخالفت نہ کی کیونکہ ہمیں تو بہر حال مویشیوں کے تندرست ہو جانے سے مطلب تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ چند مہینوں پہلے چند مسافروں نے ہمارے یہاں قیام کیا اور رخصت ہوتے وقت اپنا کتا سوزانے کو تحفہ دے گئے سوزانے کو اس کتے سے بے حد انسیت ہو گئی اور جب یہ کتا بیمار پڑا تو سوزانے کو بے حد رنج ہوا اور وہ متفکر رہنے لگی آخر کار ایک دن اس نے اپنے بیمار کتے کو ایک ٹوکرے میں رکھا ٹوکرا ایک کافر ملازم کے سر پر چڑھایا اور اسے ساتھ لے کر اور اپنی بھوری گھوڑی پر سوار ہو کر اس وادی کی طرف روانہ ہو گئی جس میں سی ہامبا رہتی تھی۔

سی ہامبا کی اور ان چند لوگوں کی جو سی ہامبا کی خدمت کیا کرتے تھے' جھونپڑیاں وادی کے سرے پر ایک بڑے سے رخنے میں تھیں اور اس طرح پوشیدہ تھیں کہ جب تک آدمی عین جھونپڑیوں کے سامنے نہ پہنچ جاتا وہ اسے نظر ہی نہ آتیں۔

سوزانے اس وادی میں پہنچی کافر ملازم جو ہائنسیٹوٹ تھا اپنے سر پر کتے کا ٹوکرا رکھے سوزانے کی گھوڑی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ وادی کا ایک موڑ مڑنے کے بعد سوزانے کو وہ منظر نظر آیا جس کی اسے توقع نہ تھی۔

سامنے کے ایک چھوٹے سے میدان کے ایک حصے میں چند مویشی' بکریاں اور بھیڑیں تھیں جن کی رکھوالی چند کافر کر رہے تھے ان ریوڑوں کے سامنے اور ایک ٹیلے کے سائے میں سی ہامبا کی جھونپڑیاں تھیں اور ان جھونپڑیوں کے سامنے ایک عظیم الشان درخت تھا اور اس درخت کے نیچے کوئی اور نہیں بلکہ سی ہامبا تھی۔

اس کے جسم پر ایک بھی کپڑا نہ تھا اسے بالکل ہی برہنہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اور اس رسے کا دوسرا سرا

درخت کے ایک موٹے ٹہنے سے بندھا ہوا تھا۔ سی ہامبا کے سامنے سوراٹ پیٹ کھڑا ہنس رہا تھا اور اس کے ساتھ لوگوں کی ایک چھوٹی سی بھیڑ تھی' یہ لوگ دوغلی نسل سے تھے اور وہ ہر شخص کے گھر میں مہمان بن کر رہ پڑتے اور اس وقت تک نہیں ٹلتے جب تک کہ صاحب خانہ انہیں ہاتھ پکڑ کر باہر نہیں کر دیتے۔ ان لوگوں کے علاوہ وہاں چند کافر بھی تھے جو یا تو وہ سردار تھے جو سوراٹ پیٹ کے دوست تھے یا پھر وچ ڈاکٹر تھے۔

سوزانے کا جی چاہا کہ وہ گھوڑی پھیر کر وہیں سے لوٹ جائے لیکن وہ بڑی نڈر لڑکی تھی اور پھر سی ہامبا کی حالت پر بھی اسے رحم آ رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جہاں سوراٹ ہو وہاں مظالم اور برے مقاصد کا ہونا ضروری ہوتا ہے چنانچہ اس نے اپنی گھوڑی آگے بڑھائی اور سوراٹ پیٹ کے سامنے پہنچ گئی۔

"ارے سوزانے تم!" سوراٹ نے حیرت سے کہا۔ "خوش آمدید! بڑے اچھے وقت پر آئی ہو کیونکہ ہم اس چور اور ساحرہ کو پھانسی دینے والے ہیں جس پر مقدمہ چلانے کے بعد سزا دی جا رہی ہے۔"

"مقدمہ چلانے کے بعد۔" سوزانے نے کہا۔ اور ان کافروں اور دوغلی نسل کے بدمعاشوں کی طرف دیکھا جو وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ "اور تمہارے ان ہی دوستوں نے جیوری کی خدمات انجام دی ہوں گی۔ جرم کیا ہے اس عورت کا۔"

"جرم اس کا یہ ہے کہ یہ میری زمین پر جھونپڑی بنا کر رہتی ہے اور اس نے میرے چند جانور چرا کر ٹیلوں کے ایک شگاف میں چھپا دیئے تھے اس کی چوری ثابت ہو چکی ہے ثبوت ٹھوس اور ناقابل تردید ہے وہ سامنے میرے جانور اس چور کے جانوروں میں ملے کھڑے ہیں چونکہ یہ میرا علاقہ ہے اس لئے میں یہاں کا جج ہوں میں نے قانوناً اس پر مقدمہ چلایا اور چونکہ اس عورت کا جرم ثابت ہو چکا ہے اس لئے اسے قانون کے مطابق سزا دی جا رہی ہے۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے" سوزانے نے کہا۔ "اگر میں نے تمہاری بات ٹھیک طور پر سمجھی ہے تو پھر مستغیث بھی تم ہی ہو اور جج بھی تم ہی ہو اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اب تک ایسا کوئی قانون نہیں بنا ہے جس کی رو سے الزام عائد کرنے والے کو فیصلے کرنے اور سزا سنانے کی اجازت مل جائے تم جیسے لوگوں نے ہی ہم بوئیروں کو بدنام کیا ہے اور تم جیسے لوگوں نے ہی انگریزوں کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ بوہر افریقیوں پر مظالم توڑتے ہیں۔ سوراٹ پیٹ! یہ جو کچھ تم کر رہے ہو انصاف نہیں بلکہ جرم اور گناہ ہے اور اگر اس کی سزا تمہیں انسانوں نے نہ دی تو خدا ضرور دے گا کیونکہ اس کے گھر کا انصاف کہیں گیا نہیں تم انسانوں سے بچ سکتے ہو لیکن خدا سے نہیں۔"

اور اب پہلی دفعہ سی ہامبا نے زبان کھولی اس کی آواز پرسکون تھی اور وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی۔

"تم نے سچ کہا۔" وہ بولی۔ "یہ واقعی جرم ہے جو انتقام کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کے اس جرم اور گناہ اور برائی کا تاوان میری زندگی کی صورت میں ادا کیا جا رہا ہے میں ایک آزاد عورت ہوں۔ میں

سی ہاما ہنسی۔ تلخ ہنسی تھی اس کی اس نے کہا۔ "یہ شرط میں کیسے نامنظور کر سکتی ہوں؟ کیونکہ جانتی ہوں کہ اگر نامنظور کی تو تم نہ صرف میرے مویشی بلکہ میری جان بھی لے لو گے لیکن دوسری شرط کیا ہے۔؟"

"وہ بھی کہہ رہا ہوں لیکن اس کا تعلق سی ہاما تم سے نہیں ہے۔ سوزانے! میری دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں اور ان تمام لوگوں کے سامنے تم مجھے وہ بوسہ دو گی جو گزشتہ کل تم نے مجھے دینے سے انکار کر دیا تھا۔" اس سے پہلے کہ سوزانے جواب دیتی سی ہاما نے کہا۔

"نہیں بانو! مجھ جیسی ناچیز ہستی کی خاطر تم اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں کے لمس سے ناپاک نہ کرو اور ان سب کے سامنے میری وجہ سے شرمندہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں اس سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔ ہاں۔ میں تمہیں ذلیل نہیں کر سکتی۔ سورات پیٹ خود ذلیل ہے وہ سفید اور سیاہ کے ملاپ سے پیدا ہوا ہے اور سفید فاموں اور سیاہ فاموں کے لئے بھی اس کا وجود ایک کلنک ہے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی" سوزانے نے کہا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تھا "سورات پیٹ تم کمینے اور بزدل ہو کہ ایسی بات کہہ رہے ہو۔"

"نہیں کر سکتیں" سورات پیٹ نے طنز کیا "بہت اچھا نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ تم جیسی نوجوان لڑکیاں تنہائی میں بوسہ دینا پسند کرتی ہیں وہ اپنے کافر ساتھیوں کی طرف گھوم گیا" رسہ آہستہ آہستہ کھینچو تاکہ اس ساحرہ کو مرنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ جان کتنی تکلیف سے نکلتی ہے۔" فوراً ہی تین کافروں نے آگے بڑھ کر وہ رسہ پکڑ لیا جس کا ایک سرا درخت کے ٹہنے کے ساتھ تھا۔ سورات پیٹ نے بھی دونوں ہاتھوں سے رسہ پکڑ لیا اور وہ لوگ آہستہ آہستہ کھینچنے لگے۔ سی ہاما بھی کھنچنے لگی یہاں تک کہ اس کے پیروں کی صرف پوریں زمین پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"واہ! کیا عمدہ رقص کر رہی ہے یہ عورت" سورات نے ہنس کر کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ وہ سی ہاما کو کچھ دیر تک اسی حالت میں رکھیں۔

سوزانے نے سی ہاما کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں ہونٹ کالے ہو چکے تھے اور وہ تڑپ رہی تھی۔ سوزانے اس منظر کی تاب نہ لا سکی۔

"رسہ ڈھیلا کر دو" وہ چیخی اور اپنی گھوڑی پر سے اتر کر۔ کیونکہ وہ اب تک سوار ہی تھی۔ سورات پیٹ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ "لو، لے لو جو تم چاہتے ہو۔ کاش میرے ہونٹ زہر آلود ہوتے۔"

"نہیں...... نہیں۔" سی ہاما نے کہا جواب بے دم سی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

"شرط یہ نہیں تھی۔" سورات پیٹ نے کہا۔ "بلکہ یہ تھی کہ تم میرے ہونٹ چومو گی" ایک بار پھر سوزانے شش و پنج میں پڑ گئی اور ایک بار پھر سورات پیٹ کے اشارے سے کافر رسہ کھینچنے لگے۔ سوزانے نے یہ دیکھا تو وہ دل پر جبر کر کے آگے بڑھی۔ اس وقت اس کے چہرے پر موت کی سی زردی چھائی تھی اور اس نے اپنے ہونٹ سورات پیٹ کے ہونٹوں سے چھوا دیئے۔ دفعتہً سورات پر جیسے

بھوت سوار ہو گیا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ سوزانے کی کمر میں ڈال دیا۔ اسے اپنی طرف گھسیٹا اور دیوانوں کی طرح اس کے ہونٹ رخسار، آنکھیں اور ماتھا چومنے لگا یہاں تک کہ خود اس کے ظالم ساتھیوں نے اس سے کہا کہ وہ اب بس کرے اور اس مذاق کو زیادہ آگے نہ بڑھائے۔ سوراٹ نے اپنے ساتھیوں کی بات مان لی لیکن چند ایسے الفاظ کہے جنہیں میں یہاں بیان نہیں کر سکتی۔

شرم سے سوزانے اس قدر نڈھال ہو گئی تھی کہ جب سوراٹ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ زمین پر ڈھے گئی اور اس وقت تک نہ اٹھ سکی جب تک کہ ہمارے بوڑھے ہائنسٹیوٹ نے اسے سہارا دے کر نہ اٹھایا۔ یہ ہائنسٹیوٹ اپنی آقازادی کی یہ ذلت دیکھ کر رو رہا تھا اور سوراٹ پیٹ کو بددعا دے رہا تھا۔

کچھ دیر تک تو وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ وہ خاموش کھڑی اپنے ہونٹ اور پورا چہرہ پونچھتی رہی جیسے اس پر غلاظت چڑھ گئی ہو، دھوپ کی سفید ٹوپی اس کے سر پر سے پھسل کر زمین پر جا پڑی تھی اور خود سوزانے کا چہرہ اس ٹوپی کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ آخر کار اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"چھوڑ دو اس عورت کو جس کی جان کی قیمت میں نے ذلیل ہو کر ادا کی ہے"

انہوں نے سی ہامبا کے گلے سے رسہ نکالا، اس کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے اور اسے آزاد کر دیا، اس نے زمین پر پڑا ہوا اپنا کھال کا چغہ اٹھایا اور اسے اپنے برہنہ جسم پر ڈالے بغیر ایک طرف بھاگ گئی۔

سوزانے پلٹ کر اپنی گھوڑی کے قریب پہنچی لیکن اس پر سوار ہونے سے پہلے اس نے براہ راست سوراٹ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ سوراٹ اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور اس سے التجا کر رہا تھا کہ وہ غصہ نہ کرے اور اس بے ضرر مذاق پر خفا نہ ہو کیونکہ سوراٹ کی دیوانگی ذرا دیر کے لئے دور ہو گئی تھی۔ لیکن سوزانے' نے کچھ اس طرح اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں کوئی ایسی بات نظر آئی کہ وہ خوف سے لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ شاید اسے سوزانے کی آنکھوں میں اپنا انجام نظر آ گیا تھا۔ سوزانے کچھ کہے بغیر اپنی گھوڑی پر سوار ہوئی اور گھر کی طرف چل دی۔ سوراٹ پیٹ بھی اپنے بھٹ کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جانے سے پہلے اپنے آدمیوں کو یہ حکم دے گیا کہ وہ سی ہامبا کی جھونپڑیوں کو آگ لگا دیں اور اس کے سارے مویشی اور کل سامان اپنے قبضے میں کر لیں۔

کھائی کے دہانے پر جھاڑیوں میں کوئی چیز سرسرائی جس سے سوزانے کی گھوڑی بھڑک گئی اور سوزانے یہ سوچ کر گھوڑی پر سے اتر آئی کہ ان جھاڑیوں میں شاید کوئی درندہ ہو گا۔ لیکن ان جھاڑیوں میں سے درندے کے بجائے سی ہامبا باہر آئی وہ آتے ہی سوزانے کے قدموں میں گر گئی اور اب وہ اس کے پیر اور اس کے لباس کا دامن چوم رہی تھی۔

"اٹھو سی ہامبا" سوزانے نے ہمدردی سے کہا "جو ہونا تھا سو ہو چکا اور پھر قصور تمہارا نہیں۔"

"نہیں۔ ابابیل" سی ہامبا بولی۔

میں بتا چکی ہوں کہ کافروں نے سوزانے کو ابابیل کا خطاب دیا تھا۔ غالباً اس لئے کہ وہ بڑی پھرتیلی

تھی اور شاید اس لئے بھی کہ وہ ادھر سے اُدھر بھاگتی پھرتی تھی۔

"نہیں۔ ابابیل۔ سی ہامبا نے پھر کہا "قصور میرا ہی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا سی ہامبا۔؟"

"مطلب یہ اے ابابیل کہ حالانکہ میں قد میں چھوٹی ہوں لیکن اکثر مرد مجھے خوبصورت سمجھتے ہیں اور سوراٹ پیٹ کو مجھ سے محض اس لئے نفرت تھی کہ میں نے لیکن نہیں میں ایسی شرمناک کہانی سے ابابیل کے قانون کو ناپاک کرنا نہیں چاہتی اور نہ کروں گی۔"

"ٹھیک ہے سی ہامبا۔ میں سمجھ گئی ہوں۔"

"سمجھ گئی ہو تو پھر اے ابابیل تم یہ بھی سمجھ گئی ہو گی کہ قصور میرا ہی تھا۔ ہاں اے ابابیل میں ایک سیاہ فام عورت ہوں اور میری حیثیت کچھ نہیں ہے اس کے باوجود میں نے اس کالے دل والے سوراٹ کو وہ نہ کرنے دیا جو وہ مجھ سے کرنا چاہتا تھا، لیکن تم نے ایک سفید فام اور بے حد حسین لڑکی ہو کر بھی میری خاطر، میری جان اور میری عزت بچانے کے لئے اپنی عزت اور اپنی پاکدامنی کی پروانہ کی۔ اے ابابیل، تمہارا یہ عمل عظیم ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو میری اس نیکی کے عوض ممکن ہے خدا میرے گناہ بخش دے"

"ضرور بخش دے گا۔" سی ہامبا نے کہا۔ "نہ صرف یہ بلکہ اس دنیا میں بھی ابابیل کا نام ہر اس دل پر نقش ہو گا جو تمہاری اس قربانی کی داستان سنے گا اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ گہرا نقش تو میرے دل پر ہے۔ سوزانے ابابیل۔ میں ایک وچ ڈاکٹریس ہوں اور کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ میرے دماغ پر ایک بادل سا چھا جاتا ہے اور اس میں مجھے وہ واقعات دکھائی دیتے ہیں جو آئندہ کبھی ہونے والے ہوتے ہیں میں جو پیشنگوئیاں کرتی ہوں وہ بالکل صحیح ہو جاتی ہیں اور بادل میں دوسری باتوں کے ساتھ میں نے ایک بات یہ بھی دیکھی ہے کہ آج سے کئی چاندوں کے بعد بھی میں زندہ رہوں گی اور یہاں سے کہیں بہت دور تمہاری جان بچاؤں گی جس طرح کہ آج تم نے میری جان بچائی ہے لیکن آج کے اور اس دن کے درمیان کیا ہو گا یہ میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ مستقبل گھور کالا ہے اور مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم مستقبل میں دیکھ سکتی ہو۔" سوزانے نے جواب دیا" اچھا اب میں چلتی ہوں مناسب ہو گا کہ تم اپنے لوگوں میں چند دوست تلاش کر کے ان کی پناہ حاصل کر لو اور وہیں رہو۔"

"میرے لوگ!" سی ہامبا نے کہا۔ "اگر ایسا ہی ہے تو پھر مجھے اپنے لوگوں کو بہت دنوں تک تلاش کرنا پڑے گا کیونکہ وہ دور بہت دور ہیں اور پھر وہ مجھے دیکھنا بھی پسند نہ کریں گے...... کیوں؟"

"اس لئے کہ اتفاقاً میں ان کی حاکم ہوں۔ میری رگوں میں ان کے حاکم کا خون گردش کر رہا ہے، میں اپنے باپ کی وہ تنہا اولاد ہوں جو اس کی سب سے پہلی اور بڑی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔

لیکن وہ مجھے اپنی سردار ن اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ میں کسی سے شادی نہیں کر لیتی لیکن میں شادی کرنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ میں جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر دوسری عورتوں سے مختلف ہوں چنانچہ یوں ہوا اے ابابیل کہ اسی بات پر مجھ میں اور میرے لوگوں میں جھگڑا ہو گیا اور میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر اور اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے وہاں سے چلی آئی۔"

"اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تمہاری قسمت کچھ اچھی نہیں ہے کیونکہ وہ تمہیں سوراٹ پیٹ اور پھانسی کے پھندے تک لے آئی۔"

"نہیں بانو۔ میری قسمت بہت اچھی ہے کہ وہ مجھے ابابیل اور آزادی تک لے آئی میں نے غلط کہا، آزادی تک نہیں بلکہ غلامی تک کیونکہ اے ابابیل اب جو میں نے ایک ایک کر کے جمع کئے تھے، سوراٹ پیٹ لے گیا اب میرے پاس کیا رہا سوائے اس کھال کے، اس چغے کے اور دماغ میں عقل اور ہوشیاری کے۔"

"تو پھر اب تم کیا کرو گی سی ہامبا؟"

"یہ تم پوچھ رہی ہو ابابیل کیا میں تمہاری کنیز نہیں ہوں جسے تم نے ایک بھاری قیمت دے کر خریدا ہے۔ میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلوں گی اور اپنے آخری وقت تک تمہاری خدمت کرتی رہوں گی۔"

"اس سے بڑھ کر خوشی کی بات میرے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتی سی ہامبا۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ ابا کیا کہیں گے۔"

"ابابیل تمہارے والد تمہاری خوشی میں خوش رہیں گے اس کے علاوہ میں ان پر بوجھ بن کر نہ رہوں گی کیونکہ میں ان کے بیمار مویشیوں اور بیمار گھوڑوں کا علاج کر کے دو وقت کی روٹی تو کما لوں گی۔"

"اچھا چلو۔ ابا کے واپس آنے کے بعد دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔"
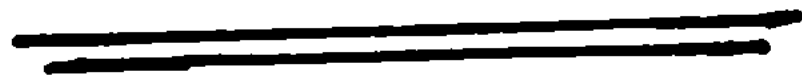
سوزانے نے گھر واپس آکر مجھے سب کچھ بتادیا اور میری حالت مارے غصے کے پاگلوں کی سی ہو گئی اور اس دن کہیں سوراٹ پیٹ سے میری مڈ بھیڑ ہو جاتی تو اس کے سر پر ایک بھی بال اور چہرے میں آنکھیں باقی نہ رہتیں۔"

"بیٹی! اپنے والد کے واپس آنے کا انتظار کرو" میں نے کہا۔

"ہاں میں ابا کی واپسی کی منتظر ہوں اور رالف کی بھی۔"

"اب اس سی ہامبا کا ہم کیا کریں؟ میں نے پوچھا اور پھر کہا" تین ساحر قسم کے لوگوں کو میں اپنے گھر میں رکھنا پسند نہیں کرتی۔"

"جب تک مرد واپس نہیں آجاتے تب تک سی ہامبا کو بھی یہیں رہنے دو۔" میں نے کہا۔ "پھر دیکھیں گے کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ مویشیوں کے کرال کے قریب ایک جھونپڑی خالی پڑی ہوئی ہے۔ سی ہامبا اسی میں رہے گی۔"

چنانچہ اس طرح سی ہامبا ہمارے یہاں آئی اور وہ سوزانے کی باڈی گارڈ بن گئی اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس نے آخر دم تک سوزانے کی حفاظت کی اور ایسی حفاظت جو کبھی کسی نے نہ کی ہو گی۔ البتہ یہ بھی ضرور کہوں گی کہ یہ پست قامت وچ ڈاکٹر لیس جانوروں کا علاج کرنے کے علاوہ اور کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی۔

چار دن بعد جان اور رالف واپس آگئے وہ مویشیوں کی حفاظت کے لئے چند کافروں کو چراگاہ میں چھوڑ آئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر ہم بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے جانے کے بعد میں اور سوزانے تنہا تھے۔ اور ان دنوں میں وہاں تنہا رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

جب مجھے اور جان کو تنہائی میسر آئی تو اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"وہ انگریز آئے تھے؟"

"ہاں آئے تھے! اور چلے گئے۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد اس سلسلے میں جان نے مزید کچھ نہ پوچھا البتہ عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا اور بعد میں میرے متعلق کوئی بری رائے قائم کرلی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے انگریزوں کو جو کہانی سنائی تھی۔ اس کے سلسلے میں میرے اور سوزانے کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور ان انگریزوں کو میں نے کیا کہانی سنائی ہو گی؟ یہ سمجھتے جان کو دیر نہ لگی، جی ہاں۔ جان اس سازش میں برابر کا شریک تھا اس کے باوجود اس نے الزام کا ٹوکرا میرے ہی سر پر رکھ دیا۔ مرد ایسے ہی خود غرض ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ اس عورت نے مجھے بھگایا تھا۔

اُدھر رالف اور سوزانے میں دوسری ہی باتیں ہو رہی تھیں۔ سوزانے اس کی طرف دوڑی تو رالف نے اسے آغوش میں لینے کے لئے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیئے لیکن سوزانے نے اس کے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"نہیں اس وقت تک جب تک کہ میں تم سے کچھ کہہ نہیں دیتی۔"

"یہ تو بڑا ٹھنڈا استقبال کیا گیا ہے میرا" رالف نے حیرت سے کہا۔ کیونکہ اسے خیال آیا کہ کہیں سوزانے نے اس سے شادی کرنے کا ارادہ ترک نہ کر دیا ہو۔ وہ خوفزدہ ہو گیا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم سوزانے خدا کے لئے کہہ دو فوراً" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دو باتیں رالف، پہلی بات یہ ہے......"

اور اس نے انگریزوں کی آمد میری من گھڑت داستان' انگریزوں کی واپسی اور مجھ سے اپنے جھگڑنے کی تفصیلات بیان کر دیں۔

"رالف" اس نے کہا۔ "تمہیں دھوکے سے اپنے ورثے سے محروم کر دیا گیا ہے یہ بتانا اس لئے ضروری تھا کہ اگر تم اپنا ارادہ بدل کر وہ ساری دولت اور خطاب حاصل کرنا چاہو جو تمہارا جائز حق ہے تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ وہاں چلے جاؤ جہاں یہ انگریز گئے ہیں اور اپنا حق حاصل کر لو۔"

رالف نے ایک قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

"میری پیاری! میرا تو خیال تھا کہ ہم دونوں یہ معاملہ بہت پہلے طے کر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ تمہاری ماں نے ان انگریزوں کے سامنے حقیقت بیان نہ کی ہو لیکن سوزانے انہوں نے جو کچھ کیا ہے ہماری بہتری کی خاطر کیا ہے اور میری اجازت سے کیا ہے۔ جانے دو ان انگریزوں کو اور بھول جاؤ اس دولت کو، بہ فرض محال اگر میں انگلستان چلا بھی گیا تو اس بھیڑ کی طرح محسوس کروں گا جو اپنے ریوڑ سے بچھڑ گئی ہو۔ میں اداس رہوں گا۔ اس کے علاوہ ہم دونوں میں جدائی ہو جائے گی کیونکہ اگر تم نے اور تمہارے والدین نے اجازت دے بھی دی تب بھی میں تمہیں یہاں سے نہ لے جاؤں گا کیونکہ یہیں تم پیدا ہوئی ہو اور یہیں پلی بڑھی ہو۔ چنانچہ یہ معاملہ تو اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اس لئے اب اس پر خاک ڈالو اور مجھے اپنے ہونٹ چومنے دو۔" لیکن سوزانے نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"ابھی ایک بات اور بتانی ہے، اور یہ بات اتنی واہیات ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ اسے سننے کے بعد تم مجھے چومنا پسند نہ کرو گے۔"

"تو پھر خدا کے لئے جلدی کہو، تم نے تو مجھے ایک عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

چنانچہ سوزانے نے اسے بتایا کہ اس کے جانے کے بعد سوراٹ پیٹ آکر کس طرح اسے پریشان کرنے لگا۔ کس طرح اس نے ایک بوسہ طلب کیا اور سوزانے کے انکار کرنے پر وہ کیسی دھمکیاں دے کر رخصت ہوا دفعتہً وہ خاموش ہو گئی اور پھر بولی۔

"رالف! میں کہانی ختم کرنے سے پہلے تم سے ایک وعدہ بلکہ قسم لینا چاہتی ہوں قسم کھاؤ رالف کہ

تم اس واقعہ کی وجہ سے سوراٹ پیٹ کی جان لینے کی کوشش نہ کرو گے۔"

ابتداء میں رالف نے قسم کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ اتنی سی کہانی سننے کے بعد ہی وہ غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔

"بس تو میں آگے بیان نہ کروں گی" سوزانے نے کہا۔

چند ثانیوں تک ان دونوں میں "ہاں نہیں" ہوتی رہی اور پھر رالف نے پھٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سچ کہنا سوزانے! اس شیطان کے بچے نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا"

"نہیں" سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا" اس نے مجھے کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچایا البتہ روحانی نقصان ضرور پہنچایا ہے۔"

اور یہ سن کر رالف نے اطمینان کا سانس لیا۔

"اچھا تو اب کہو" وہ بولا "میں قسم کھاتا ہوں کہ سوراٹ پیٹ کی جان نہ لوں گا خواہ اس نے کسی طرح ہی تمہاری ہتک نہ کی ہو۔" چنانچہ سوزانے نے پھر تفصیلات بیان کرنی شروع کیں، جیسے جیسے وہ بیان کر رہی تھی رالف کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دانت پیس رہا تھا اور بپھرے ہوئے جنگلی بھینسے کی طرح زمین پر پاؤں مار رہا تھا۔

"اب تم سمجھ گئے ہو گئے رالف" اس نے آخر میں کہا" کہ میں نے کیوں کہا تھا کہ میری باتیں سن لو پہلے، میرا خیال تھا کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد تم مجھے چومنا پسند نہ کرو گے۔

"سوزانے! تم اول درجے کی احمق ہو۔" رالف نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ سوراٹ پیٹ نے جس طرح تمہاری ہتک کی ہے اس کی سزا تو موت ہی ہو سکتی ہے اور بھئی اگر راستے میں کوئی گائے بھینس تم پر کیچڑ کے چھینٹے اچھال دے تو کیا تم ناپاک ہو جاؤ گی! نہیں کیچڑ صاف کر دو تو تم ایسی ہی ہو گی جیسی کہ پہلے تھیں کیا سمجھیں۔"

"لیکن تم نے قسم کھائی ہے کہ اس ہتک کے عوض تم اس کی جان لینے کی کوشش نہ کرو گے" سوزانے نے کہا۔

"ہاں پیاری، میں نے قسم کھائی ہے اور اس پر قائم رہوں گا۔ اس دفعہ میں سوراٹ پیٹ کو قتل کرنے کی کوشش نہ کروں گا۔"

پھر وہ دونوں گھر میں آئے اور رالف نے وہ ساری باتیں جان کو سنا دیں جو سوزانے نے اس سے کہی تھیں جان کو بھی غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ اگر کہیں سے سوراٹ پیٹ مل گیا تو یہ اس سور کے حق میں بہت برا ہو گا اور پھر بولا۔

"سوراٹ پیٹ بے حد خطرناک آدمی ہے اور اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دینا مناسب ہو گا خصوصاً اس لئے بھی کہ اس نے سوزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ آج کل یہاں ناٹال میں اس قسم کے بدمعاشوں کو گھسیٹ کر عدالت میں لے جایا جاتا ہے چاہے اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی

لڑکی کی ہتک کی ہو۔ یہ دونوں ہی جرم قابل سزا سمجھے جاتے ہیں لیکن ان دنوں میں، جن کا ذکر میں کر رہی ہوں حالات مختلف تھے اس دور میں ٹرانسکی میں چند ہی سفید فام رہتے تھے اور ان کے گھر بھی ایک دوسرے سے بہت دُور دُور تھے اور یہاں کوئی قانون بھی نہ تھا ہر شخص اپنے طور پر قانون دان تھا اور وہ وہی کرتا تھا جو وہ چاہتا تھا پھر اس کا فیصلہ اور عمل اچھا اور برا ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ جان نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ اس شخص کو دشمن بنانا مناسب نہ تھا جو نہ تو انسانوں سے ڈرتا ہو اور نہ ہی خدا سے اور جو نہ صرف امیر تھا بلکہ کافروں میں جس کا اثر و رسوخ بھی تھا چنانچہ بہت ممکن تھا کہ وہ کافروں کو ہمارے خلاف اکسا کر ہم پر چڑھا لائے اور نوبت خون خرابے تک پہنچے اور یہ داستان پڑھنے والے دیکھیں گے کہ سوراٹ پیٹ نے ایسا ہی کیا یا اس کی کوشش کی۔

جان کا غصہ ذرا رفع ہوا تو اس نے یہی باتیں ہمیں سمجھائیں جو میں نے اور سوزانے نے تسلیم کر لیں لیکن رالف نے کچھ نہ کہا۔ وہ جوان اور نڈر تھا اور اس کے دل میں غم و غصے کا لاوا ابل رہا تھا۔

رہی سی ہامبا تو جان اسے واپس بھیج دینا چاہتا تھا لیکن سوزانے نے، جسے اس وچ ڈاکٹر یس سے خاصی انسیت ہو گئی تھی، اپنے باپ سے درخواست کی کہ وہ ایسا نہ کرے کم سے کم اس وقت تک اسے واپس بھیج دینے کا فیصلہ نہ کرے جب تک وہ سی ہامبا سے گفتگو نہیں کر لیتا۔ چنانچہ جان نے ایک کافر غلام کے ذریعہ سی ہامبا کو بلا بھیجا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ آ گئی۔ اس نے جان کو سلام کیا اور کمرے کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی اس نے بال دار چغہ پہن رکھا تھا اور کمر پر دانوں کا پٹکا باندھ رکھا تھا اور وہ اس لباس میں بے حد عجیب معلوم ہوتی تھی لیکن مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اپنے طور وہ خاصی خوبصورت اور صاف ستھری تھی کسی بھی کافر عورت کو میں نے اس قدر نفاست پسند نہیں دیکھا۔ اس کے بالوں پر وہ سبز پوڈر لگا ہوا تھا جو کافر عورتیں استعمال کرتی ہیں اور اس کے گلے میں سبز رنگ کے بڑے دانوں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔

ابتدا میں جان نے سی ہامبا سے بڑے سخت لہجے میں بات کی۔ اس نے کہا۔ "سی ہامبا! تم میرے گھرانے پر مصیبت اور ذلت لے آئی ہو چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم چلی جاؤ یہاں سے۔"

"یہ سچ ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن یہ مصیبت اور ذلت میں اپنی مرضی سے نہیں لائی ہوں۔ اور یہ بات اے ابابیل کے باپ، تمہیں سمجھنی چاہیے۔"

سی ہامبا ہمیشہ جان کو ابابیل کا باپ "مجھے ابابیل کی ماں" اور رالف کو ابابیل کا عاشق کہا کرتی تھی۔ ان ناموں کے علاوہ کسی اور نام سے ہمیں کبھی نہ پکارا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" جان نے کہا "لیکن سوراٹ پیٹ چونکہ تم سے نفرت کرتا ہے اس لئے یقیناً وہ تمہاری تلاش میں یہاں آئے گا" اس صورت میں ہمیں تمہاری حفاظت کرنی پڑے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم پر ایک نئی مصیبت آئے گی۔"

"سوراٹ پیٹ میری تلاش میں نہ آئے گا" وہ بولی "اسے اب میری تلاش نہ ہے اور نہ ہو گی کیونکہ

میری ہر چیز وہ اپنے قبضے میں کر چکا اور میری زندگی بھی اب محفوظ ہے۔"
اور اس نے عجیب نظروں سے سوزانے کی جانب دیکھا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا سی ہامبا؟ جان نے کہا۔ "صاف صاف لفظوں میں کہو۔"
"میرا مطلب یہ ہے کہ اب میں نہیں بلکہ میری آقا ابابیل خطرے میں ہے، کیونکہ وہ ابابیل کو ایک دفعہ چوم چکا ہے اور دوسری دفعہ چومنے کے لئے بے چین ہوگا۔"
یہ سن کر رالف نے اونچی آواز میں سوراٹ پیٹ کو گالی دی اور جان نے کہا۔ "اگر اس نے ایسی کوئی شرارت یا کوشش بھی کی تو پھر وہ نہیں بلکہ میری بندوق کی گولی اس کے دل کو چوم لے گی۔"
"بزرگوں کی روح کرے کہ ایسا ہی ہو۔" سی ہامبا نے کہا "لیکن اے ابابیل کے باپ میری تم سے درخواست ہے کہ مجھے اس سے الگ نہ کرو جس نے مجھے بڑی بھاری قیمت ادا کر کے خریدا ہے اور اب میری زندگی اسی کی ہے۔ دیکھو تم نے مجھے اپنے یہاں رکھ لیا تو میرا خرچ کچھ زیادہ نہ ہوگا اور بیمار جانوروں کا علاج کر کے میں اپنا یہ خرچ نکال لوں گی اور تم تو جانتے ہی ہو کہ جانوروں کا علاج کرنے میں میں ماہر ہوں۔ اس کے علاوہ میری بہت سی آنکھیں اور بہت سے کان ہیں اور میں وہ باتیں دیکھ اور آوازیں سن سکتی ہوں جو تم دیکھ اور سن نہیں سکتے اور میرا خیال ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب میں تم سب کی ہاں ان سب کی جو ابابیل کے گھونسلے میں رہتے ہیں' ایک بڑی خدمت انجام دوں گی۔ ہاں، اگر خود ابابیل نے کہا تو میں بے شک چلی جاؤں گی کیونکہ میں اس کی کنیز ہوں، لیکن تم سے درخواست کروں گی کہ تم سب مل کر ابابیل کو مجھے بھیج دینے پر مجبور نہ کرنا۔ میں یہاں رہوں اسی میں تم سب کا فائدہ ہے۔"
سی ہامبا اب اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ جان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی عجیب قوت سی دیکھ رہی تھی کہ جان اپنے آپ کو روک نہ سکا اور وہ بھی سی ہامبا کی طرف دیکھنے لگا حالانکہ وہ بڑا ہی پر قوت اور مستقل مزاج آدمی تھا اس کے علاوہ یہ بھی ہوا۔ جیسا کہ خود جان نے مجھ سے بعد میں بتایا کہ اسے سی ہامبا کی آنکھوں میں عجیب اور حیرت انگیز باتیں دکھائی دیں۔ چونکہ جان شروع سے ہی کچھ توہم پرست رہا ہے۔ تاہم بعد کے بھیانک برسوں میں جان کہا کرتا تھا...... ہاں یہ جگہ یا یہ واقعہ میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ یاد نہیں آرہا کہ کہاں اور کب دیکھا ہے۔ اور جب میں اسے یاد کرنے کو کہتی تو وہ دماغ پر زور ڈالنے کے بعد جواب دیتا "ہاں۔ یاد آیا یہ سب کچھ میں نے سی ہامبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا" ہاں۔ وہاں ٹرانسکی میں اور رالف سوزانے کی شادی سے پہلے۔"
کچھ ہی دیر بعد سی ہامبا نے جان کی نظر کو آزاد کر کے خود اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر سے ہٹالیں۔ فوراً ہی جان کی رنگت زرد ہو گئی اور وہ یوں ڈول گیا جیسے بے ہوش ہو کر گرنے والا ہو کچھ ہی بعد اس نے سنبھل کر کہا۔ "بہت اچھا، سی ہامبا جب تک تمہارا جی چاہے یہاں رہو ہم تمہیں کبھی نہ نکالیں گے۔"
اس پر سی ہامبا نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اٹھا کر جان کو سلام کیا لیکن عام کافروں کی طرح نہیں بلکہ اس

طرح جس طرح کہ زولو اپنے سردار کو سلام کرتے ہیں۔
"سردار! میں نے تمہارے الفاظ سنے "وہ بولی" اور میں یہیں رہ رہی ہوں' حالانکہ میری حیثیت ایسی ہی ہوگی جیسی کہ پھوس کی چھت میں رہتی ہوئی چھپکلی کی ہوتی ہے لیکن ابابیل کا گھونسلا میرا گھونسلا ہوگا اور اس چھپکلی کے دانتوں میں زہر ہے ہاں سی ہامبا زہریلی ہے۔ چنانچہ افسوس ہے اس عقاب پر اور گھاس میں رینگنے والے اس سانپ پر جو ابابیل کا گھونسلا اجاڑنے کی کوشش کرے گا۔ اے وہ لوگو جو ابابیل سے محبت کرتے ہو' سنو میری قسم سنو۔ اس آزاد ابابیل کی میں محافظ ہوں۔ اور اس سے پہلے کہ ابابیل کو کوئی نقصان پہنچے میرا دل دھڑکنا ترک کر دے گا' میرے ہاتھ مردہ ہو کر اکڑ جائیں گے اور میری آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔ ہاں میں مر جاؤں گی لیکن ابابیل پر کوئی آنچ نہ آنے دوں گی۔ اے لوگو جو ابابیل کو چاہتے ہو یاد رکھو کہ جب تک سی ہامبا، چاندنی راتوں میں چلنے والی۔ زندہ ہے تب تک ابابیل پر آنچ نہ آنے دے گی اور اگر ابابیل مر گئی تو سی ہامبا بھی مر جائے گی۔"
اور ایک بار پھر اس نے سلام کیا اور ہم سب کو حیرت زدہ چھوڑ کر چلی گئی اور ہم نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا دوسری تمام کافر عورتوں سے قطعی مختلف تھی اور وقت آنے پر وہ اس تیز بھالے کی طرح ہوگی جو کسی تجربہ کار سپاہی کے ہاتھوں میں ہو اور اس رات جب میں اور جان اپنی خواب گاہ میں ساتھ لیٹے ہوئے تھے تو میں نے کہا۔
"جان! ہمارے آسمان پر طوفانی بادل منڈلا رہے ہیں۔ سوزانے کی خوبصورتی کی وجہ سے مصائب اور مشکلات ہمارے چاروں طرف جمع ہو رہے ہیں اور میں سوراٹ پیٹ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی دھن کے سامنے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ رالف سوزانے سے اور وہ رالف سے محبت کرتی ہے اور حالانکہ وہ ابھی کم عمر ہیں لیکن بالغ ہو چکے ہیں اور اس قابل بھی ہو گئے ہیں کہ گھر گرہستی کا بوجھ سنبھال سکیں چنانچہ کیوں نہ جلد از جلد ان کی شادی کر دی جائے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ ان کی شادی کے بعد سوراٹ پیٹ سوزانے کو پریشان نہ کرے گا کیونکہ وہ جان ہی لے گا کہ اب وہ اس کی نہیں ہو سکتی۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔ جیسی تمہاری مرضی" جان نے قدرے تلخی سے جواب دیا۔ "لیکن مجھے شک ہے کہ اس کے بعد بھی ہم اس خطرے سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے جو ہمیں لاحق ہے۔ تمہاری طرح میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہماری زندگی کا دھڑا ایک موڑ مڑ چکا ہے اور اب وہ مصائب اور مشکلات کی طرف بڑھ رہا ہے۔"
وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔
"اور یہ بھی بتا دوں کہ ہماری زندگی کا دھارا یہ موڑ کب مڑا۔"
"کب؟"
"ٹھیک اسی دن سے جب تم نے ان انگریزوں کے سامنے جھوٹ بولا تھا جو رالف کو لینے آئے

تھے۔"

میں چاہتی تھی کہ رالف اور سوزانے کی شادی جلد از جلد اور بخیر و خوبی ہو جائے چنانچہ دوسرے دن صبح میں اسے تلاش کرنے لگی کہ اس سلسلے میں اس سے بات کرلوں لیکن وہ مجھے کہیں نہ ملا اور نہ ہی یہ پتہ چلا کہ وہ کہاں گیا تھا۔ البتہ ایک کافر غلام نے مجھے بتایا کہ اس نے رالف کو اصطبل میں گھوڑے پر سوار ہوتے دیکھا تھا۔

میں مویشی کے کرال کی طرف چلی کہ رالف شاید وہاں ہو۔ وہ وہاں بھی نہ تھا جب میں واپس آ رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ سی ہامبا اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھی اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی اور ان پر سبز چمکدار پوڈر لگا رہی تھی۔

"سلام اے ابابیل کی ماں" اس نے کہا "کس کو تلاش کر رہی ہو۔"

"یہ تم شاید جانتی ہو گی" میں نے جواب دیا۔

"بے شک جانتی ہوں وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر علی الصبح اس ٹیلے کی طرف گیا ہے۔"

"کیوں؟"

"یہ میں کیا جانوں البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ سوراٹ پیٹ اسی طرف رہتا ہے۔"

"بندوق بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔"

"نہیں البتہ سجامبوک تھا اس کے ہاتھ میں بے حد موٹا سجامبوک 'کوڑا یا چابک" چنانچہ میں اداس اور دھڑکتا دل لئے گھر میں آئی۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ رالف سوراٹ پیٹ کی تلاش میں گیا ہے لیکن اس کے متعلق میں نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ اور میرا یہ خیال غلط نہ تھا۔

رالف نے سوازنے کے سامنے قسم کھائی تھی کہ وہ سوراٹ پیٹ کی جان لینے کی کوشش نہ کرے گا لیکن اس نے یہ قسم نہ کھائی تھی کہ اگر وہ مل گیا تو وہ پیٹے گا بھی نہیں۔ رالف غصے اور نفرت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ رالف جانتا تھا کہ سوراٹ پیٹ جب گھر پر ہوتا ہے تو گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ صرف ایک کافر ملازم لے کر ہر صبح اس گھاٹی کی طرف جاتا ہے جہاں اس کی بھیڑیں تھیں۔

رالف اسی طرف روانہ ہو گیا اور جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حالانکہ بھیڑوں کو کھولنے کا وقت آ گیا تھا لیکن وہ اب بھی باڑے میں بند منمنا رہی تھیں۔

"آہا" رالف نے دل میں کہا۔ "تو آج سوراٹ پیٹ خود ہی اپنی بھیڑیں شمار کرنا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے وہ کوئی دم میں یہاں آ جائے گا۔"

آدھے گھنٹے بعد سوراٹ پیٹ آ گیا۔ حسب معمول اس کے ساتھ ایک کافر تھا۔ وہ آ کر باڑے کے

پھاٹک کے ایک طرف اور اس کا کافر ملازم دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ اب پھاٹک کھولا گیا اور بھیڑیں باہر نکلنے لگیں اور سوراٹ پیٹ اور اس کا ملازم انہیں شمار کرنے لگے۔ جب تمام بھیڑیں باہر نکل گئیں تو چرواہوں کو طلب کر کے انہیں بری طرح سے پیٹا گیا کیونکہ چند بھیڑیں غائب تھیں۔ اس کے بعد سوراٹ پیٹ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور گھر کی طرف چل دیا اور کچھ دُور آگے ایک تنگ گزر گاہ میں وہ رالف کے روبرو تھا۔ سوراٹ پیٹ چونکا اور ادھر اُدھر دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ ہو لیکن اسے فرار کی راہ نہ ملی چنانچہ وہ اپنا گھوڑا بڑھا کر رالف کے قریب آیا اور صبح بخیر کہا اور بولا۔

"سچ کہنا اس سے عمدہ بھیڑیں تم نے پورے افریقہ میں بھی کبھی دیکھی ہیں۔"

"یہاں میں تمہاری بھیڑوں کی تعریف کرنے نہیں آیا ہوں" رالف نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر تم اس مہینے کی بات کرنے آئے ہو جو تمہارے ریوڑ میں خاص الخاص ہے۔" سوراٹ پیٹ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کیونکہ اس کے ہاتھ میں بندوق تھی اور اس نے دیکھ لیا تھا کہ رالف نہتا تھا۔

"ہاں۔" رالف نے جواب دیا۔ "اس مہینے کی بات کرنے آیا ہوں جو دودھ کی طرح سفید ہے لیکن جس کی بے داغی کو ایک حرامی نے گندہ کر دیا ہے۔"

اور اس نے گھور کر سوراٹ پیٹ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا مطلب میں سمجھ گیا ہوں" سوراٹ پیٹ نے جواب دیا۔ وہ واقعی ڈھیٹ آدمی تھا۔ "اب مہربانی کر کے میرا راستہ چھوڑ دو۔"

"میں تمہیں تلاش کرتا ہوا دور سے آیا ہوں پھر کیوں تمہارا راستہ چھوڑنے لگا، سوراٹ پیٹ۔"

"اس لئے رالف کا نزی کہ میرے پاس بندوق ہے اور تمہارے پاس نہیں ہے اور اگر تم نے فوراً ہی راستہ نہ چھوڑ دیا تو میری بندوق چل جائے گی۔"

"وجہ واقعی عمدہ ہے اور قابل قبول بھی" رالف نے کہا۔ "اور اسے قبول نہ کرنا حماقت ہے۔"

اور وہ راستے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا جیسے چاہتا ہو کہ سوراٹ پیٹ آگے بڑھ جائے۔

سوراٹ پیٹ نے بندوق کی نالی کا رخ رالف کے سر کی طرف کیا۔

اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے آگے بڑھا لیا۔ رالف اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس نے نگاہیں زمین پر جمار کھی تھیں جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پایا ہو کہ اسے جو کچھ کہنا ہے وہ کہے یا نہ کہے لیکن حقیقت میں وہ کنکھیوں سے سوراٹ پیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی سوراٹ پیٹ اس کے قریب سے گذرا رالف نے بجلی کی سی تیزی سے اس پر چھلانگ لگا دی۔ سوراٹ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ رالف کا بوجھ سہار نہ سکا اور پیچھے کی طرف جھک کر گھوڑے کے سر پر گرا۔ زمین پر گرنے سے بچنے کے لئے اس نے زمین پکڑنے کے لئے ہاتھ چلائے تو اس کے ہاتھ سے بندوق چھوٹ کر نرم نرم گھاس پر جا پڑی۔ رالف نے سوراٹ کو چھوڑ دیا اور لپک کر بندوق اٹھالی، اس کی نالی

آسمان کی طرف اٹھائی اور ہوا میں فیر کر دیا اور اب وہ گھوم کر اپنے دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سورات پیٹ بھی اپنے گھوڑے سے گرنے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

"سورات پیٹ! اب ہم دونوں برابر ہیں کیونکہ تمہاری بندوق بھی خالی ہے۔" رالف نے کہا۔ "اب ہم اطمینان سے اس مہینے کے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں جو میرے ریوڑ میں خاص الخاص ہے۔ تمہیں مدد کے لئے اپنے کافر ملازم کی تلاش میں ادھر اُدھر نگاہیں دوڑانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہارے گھوڑے کو پکڑنے اس کے پیچھے بھاگ گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دو سفید فاموں کے جھگڑے میں پڑنا پسند نہ کرے گا۔ آؤ اب دو باتیں ہو جائیں۔"

سورات پیٹ نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور عجیب جوڑی تھی یہ اور وہ ایک دوسرے سے اتنے ہی مختلف تھے جتنا کہ اندھیرا روشنی سے مختلف ہوتا ہے۔ رالف کے بھورے بال اور بھوری آنکھیں تھیں اور چہرے پر غصہ تھا اور نتھنے پتلے تھے اور اس کے کولھے پھیلے ہوئے نہ تھے لیکن سینہ چوڑا تھا اور اعضاء قدرے پتلے تھے کیونکہ وہ ابھی ابھی جوان ہوا اور مردانگی کی حدود کو ابھی اس نے چھوا ہی تھا لیکن وہ شیر کی طرح بہادر اور چیتے کی طرح پھرتیلا تھا، اس کے مقابلے میں سورات پیٹ طویل القامت اور بدن سے تگڑا تھا کیونکہ وہ رالف سے عمر میں پانچ سال بڑا تھا۔ اور اس کی آنکھیں کافروں کی آنکھوں کی طرح گول اور کالی تھیں جن سے سنگدلی عیاں تھی، اس کے بال کالے اور ماتھا تنگ تھا' نچلا ہونٹ لٹک رہا تھا چنانچہ اس کے سفید دانت اور مسوڑوں کا کچھ حصہ دکھائی دیتا تھا، اس کے اعضاء بھی گٹھے ہوئے تھے اور وہ نہ صرف طاقتور اور مضبوط تھا بلکہ اس کے بدن میں بھینسے کی سی طاقت تھی اور اس کے بشرے سے کافروں کی سی عیاری اور شقاوت قلبی ٹپک رہی تھی لیکن اس کھوپڑی میں جو دماغ تھا وہ کافروں کا نہیں بلکہ سفید فاموں کا تھا۔ سورات پیٹ ایک شیطان اور خوفناک انسان تھا سفید و سیاہ کے ملاپ نے اسے بے حد خطرناک بنا دیا تھا۔ وہ کسی آقا سے واقف نہ تھا سوائے اپنے جذبات کے' وہ کسی مذہب سے واقف نہ تھا سوائے سحر اور جادو کے، وہ بدترین اور خوفناک دشمن تھا لیکن ایسا دشمن جو اجالے کے بجائے اندھیرے میں وار کرنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

"کیوں کیا ہو گیا سورات پیٹ کہ بت بن گئے۔" رالف نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا "تم ایک بے بس لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے دوسرے لوگوں کے سامنے تو ذلیل کر سکتے ہو، لیکن ہمت ہو تو آؤ میرے کمر میں بھی ہاتھ ڈال دو۔"

اور وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"یہ کیا بکواس ہے" سورات نے نیچی آواز میں کہا "تم مجھ سے محض اس لئے جھگڑا مول لے رہے ہو کہ میں نے ایک لڑکی کو چوم لیا تھا۔ میں پوچھتا ہوں کہ خود تم نے کبھی دفعہ اس کے ہونٹ نہیں چومے ہیں اور وہ بھی مفت میں۔ میں نے تو اس کی قیمت ایک ہستی کی جاں بخشی کر کے ادا کی ہے۔"

"اگر میں نے اس کے بوسے لئے ہیں تو اس کی اجازت سے۔" رالف نے جواب دیا "اور اس لئے کہ وہ میری بیوی بننے والی ہے۔ لیکن تم نے اس کی رحم دلی سے فائدہ اٹھا کر اس کے ہونٹ اس کی مرضی کے خلاف چومے ہیں اور اب تم اس کی قیمت ادا کرو گے کمینے یہ کوڑا دیکھ رہے ہو۔" اور اس نے اس سجامبوک کی طرف اشارہ کیا جو گھاس پر پڑا ہوا تھا' یہ کوڑا وہ شخص جو اپنے طور پر بہترین اور شریف ہو گا' دوسرے کی کمر پر استعمال کرے گا۔ یا تم ہی میری کمر پر یا پھر میں تمہاری پیٹھ پر، مناسب ہے سوراٹ پیٹ۔"

"تمہاری بیوی بننے والی ہے۔ سوراٹ پیٹ ہنسا" ایک بے خانماں اور آوارہ گرد انگریز کی بیوی! ممکن ہے بن جاتی لیکن اب اگر بیوی بنی تو ایک ادھیڑ جسم کی ۲ بیوی بنے گی۔ تم خود اپنے جسم پر کوڑوں کی مار چاہتے ہو۔ بہت اچھا میں تمہاری یہ آرزو پوری کروں گا اور اس وقت تک کوڑے برساؤں گا جب تک کہ تمہارے جسم سے گوشت کی بوٹیاں نہیں اڑ جاتیں اور تم مر نہیں جاتے لیکن سوزا نے میری بنے گی۔"

وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا کیونکہ عین اس وقت رالف نے جنگلی بلے کی طرح اس کی طرف چھلانگ لگا دی اور دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسہ پوری قوت سے سوراٹ پیٹ کے گندے منہ پر پڑا۔ اس کے بعد وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ سوراٹ پیٹ بھر بھر کر رالف پر حملے کر رہا تھا اور اسے پکڑ کر پٹخ دینا چاہتا تھا لیکن رالف جانتا تھا کہ وہ کسی طرح سوراٹ کا مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ رالف سوراٹ کے مقابلے میں جسمانی طور پر نسبتاً کمزور تھا۔ چنانچہ وہ بڑی پھرتی سے ادھر اُدھر ہٹ کر اس کی گرفت سے بچ رہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے چہرے اور جسم کے مختلف حصوں پر گھونسے برسا رہا تھا کیونکہ وہ انگریز تھا اور انگریز آپ جانئے گھونسے بازی کو پسند کرتے ہیں، رالف نے گھونسے مارنے میں ایسی مہارت اور کامیابی کا ثبوت دیا کہ چند منٹوں بعد ہی سوراٹ پیٹ خون میں جیسے نہا رہا تھا۔

وہ غصے اور تکلیف کے عالم میں گرج گرج کر رالف پر بار بار حملے کر رہا تھا اور بار بار رالف ادھر اُدھر ہٹ جاتا تھا اور اس کا گھونسا سوراٹ کی ناک یا آنکھ یا ماتھے یا تھوڑی پر آ پڑتا تھا۔

آخر کار سوراٹ کو بھی موقع مل گیا۔ ایک دفعہ رالف پیچھے ہٹ رہا تھا تو اس کا پیر ایک پتھر سے ٹکرا گیا۔ رالف لڑکھڑا کر سنبھلنے کے لئے جھکا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتا سوراٹ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا اور اس کے آہنی بازو رالف کو اپنی گرفت میں لے چکے تھے اور اب وہ دونوں ایک دوسرے کو پٹخنے کی کوشش کر رہے تھے۔

لیکن اب بھی رالف کا پلڑا بھاری رہا کیونکہ اس سے پہلے کہ سوراٹ پیٹ اپنی پوری طاقت لگاتا رالف اسے اڑنگا لگا چکا تھا۔ سوراٹ دھم سے چت گرا لیکن اس نے رالف کی کمر اب بھی نہ چھوڑی تھی۔ چنانچہ وہ سوراٹ پر گرا لیکن وہ زیادہ دیر تک اس پر سوار نہ رہ سکا۔ اول تو اس لئے کہ سوراٹ جسمانی طور پر رالف کے مقابلے میں زیادہ طاقتور تھا اور دوم اس لئے کہ وہ دونوں جدوجہد کرتے ہوئے

ڈھلان تک پہنچ گئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے لڑھکنے لگے اور یقیناً اس کا انجام رالف کی شفقت بلکہ موت کی صورت میں ظاہر ہوتا کیونکہ سوراٹ غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا اور وہ یقیناً رالف کو زندہ نہ چھوڑتا لیکن ہوا یوں کہ ڈھلان کے قدموں میں ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات کہ سوراٹ کا سر اس پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کا بھیجہ ہل گیا اور گھڑی بھر کے لئے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ رالف نے فوراً ہی ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کیا اور دوڑ کر وہ کوڑا اٹھا لایا جو چند قدم کے فاصلے پر پڑا تھا۔ اس عرصے میں سوراٹ اٹھ کر بیٹھ گیا اور احمقوں کی طرح رالف کی طرف دیکھنے لگا۔ موحزالذکر منتظر تھا کہ سوراٹ اٹھ کر اس پر حملہ کرے گا لیکن اس نے ایسا نہ کیا چنانچہ رالف نے کہا۔

"میں نے قسم کھائی تھی کہ تم پر کوڑے برساؤں گا لیکن چونکہ میں نے اپنی طاقت سے نہیں بلکہ ایک اتفاق سے تم پر فتح حاصل کی ہے اس لئے میں اس اتفاق سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔"

اور اس نے سوراٹ کے منہ پر کوڑے سے ایک دو ضربیں لگائیں لیکن اس طرح کہ جلد پھٹ کر خون نہ نکلے۔ "اب میں اس قسم سے آزاد ہوں جو میں نے کھائی تھی۔"

رالف نے کہا۔ "یعنی یہ کہ تمہیں قتل نہ کروں گا لیکن اگر آئندہ تم نے سوزانے بوئمار کو کسی بھی طرح سے پریشان کیا' اس کو ذلیل کیا یا اس کی عزت لینے کی کوشش کی تو خدا کی قسم میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

ابتداء میں تو' معلوم ایسا ہوتا تھا' سوراٹ پیٹ نے کوڑے کی ضربیں محسوس نہ کیں لیکن پھر دفعتہً وہ جیسے بیدار ہو گیا اور اس نے اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرا جیسے وہ یقین کر رہا ہو کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا اور پھر اس نے نیچی اور کھوکھلی آواز میں کہا۔

"رالف کانزی! اس دفعہ تو جیت تمہاری ہوئی ہے یا اس قسمت نے تمہیں فتح دلائی ہے جو تمہاری طرف سے میرے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ لیکن رالف! اگر یہ کوڑے تم نے مجھے نہ مارے ہوتے تو یہ تمہارے اور تمہاری پیاری بیوی کے حق میں اچھا ہوتا کیونکہ تمہارے کوڑے نے میری جلد کو جیسے ہی چھوا کہ میرے دماغ میں کوئی چیز چیخ گئی ہے اور اب میں پاگل ہو گیا ہوں۔"

"پاگل ہو گئے ہو یا کچھ اور" رالف نے کہا "میں بہر حال تمہیں خبردار کر چکا ہوں اور مناسب ہو گا کہ تم سوزانے سے دور ہی دور رہو۔"

اور پھر وہ پلٹ کر اپنے گھوڑے کی طرف چل دیا۔ وہ اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر بھگا دیا۔ سوراٹ پیٹ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

لیکن ابھی آسانی سے گھر پہنچنا اس کے مقدر میں نہ تھا۔ کچھ دور آگے ایک چشمہ تھا جو ٹیلوں کی بلندیوں پر سے اتر آیا تھا اور یہ ٹیلے درختوں سے بھرے ہوئے تھے چشمے کے کنارے پہنچ کر رالف اپنے

گھوڑے پر سے اتر پڑا کہ اپنے چہرے کے زخم اور خراشیں دھوئے کیونکہ وہ اس حالت میں یعنی خون سے لت پت ہمارے سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔

اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ رالف کی بے وقوفی تھی کیونکہ سوراٹ پیٹ ایک خطرناک و مکار دشمن تھا اور پھر چشمے کے دائیں بائیں ایسی جھاڑیاں تھیں جہاں کوئی بھی چھپ کر بے خبری میں اس پر حملہ کر سکتا تھا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ منہ دھونے کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ہی تھا کہ اس نے اپنے شانے میں دفعتہً ایک چلتا ہوا شدید درد محسوس کیا جیسے کسی نے اس کی کمر پر لٹھ سے وار کیا ہو اور ساتھ ہی اس نے بندوق کا دھماکا سنا یہ آواز جھاڑیوں میں سے آئی تھی اور بندوق یقیناً انہی جھاڑیوں میں سے چلائی گئی تھی کیونکہ بارود کے دھوئیں کا ننھا سا بادل جھاڑیوں کی چوٹی پر نظر آ رہا تھا۔

"یہ سوراٹ پیٹ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا" رالف دل میں بولا۔ اور اس نے سوچا کہ جھاڑیوں میں گھس کر اسے مزہ چکھا دے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے پاس بندوق نہ تھی اور یہ کہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے سوراٹ پیٹ دوبارہ بندوق بھر لے گا۔ چنانچہ عقلمندی یہی تھی کہ وہ جھاڑیوں میں سے نکل کر کھلے میدان میں آ جائے اور یہی اس نے کیا اور میدان میں آتے ہی اس نے گھوڑے کی باگیں گھر کی طرف موڑ دیں۔

بندوق کی گولی سے اسے جو زخم آیا تھا اس کی طرف رالف نے کچھ زیادہ دھیان نہ دیا لیکن جب وہ گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ حقیقت میں بال بال بچ گیا تھا۔ بندوق کی بڑی گولی نے شانوں کے نیچے سے اس کے کپڑوں کو اس طرح ادھیڑ دیا تھا کہ رالف کی پیٹھ ننگی ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ گولی نے کھال میں گہری اور لمبی خراش ڈال دی تھی جس سے خون اس بری طرح سے بہہ رہا تھا کہ یہ زخم دیکھ کر سوزا نے تقریباً بے ہوش ہو گئی۔ لیکن میں نے اپنے حواس بجا رکھ کر یہ اطمینان کر لیا کہ زخم محض سطحی تھا اور میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ ایک ہی ہفتے بعد رالف کا یہ زخم اطمینان بخش طور پر مندمل ہو چکا تھا اور اس کے کناروں پر ہلکی سی سوجن کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔

اس واقعہ نے ہمارے فارم میں ایک ہلچل مچا دی۔ جان کو تو اتنا غصہ آیا کہ وہ کسی سے کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور چند مسلح ملازموں کو اپنے ساتھ لے کر سوراٹ پیٹ کی تلاش میں روانہ ہو گیا لیکن اسے پا نہ سکا کیونکہ سوراٹ پیٹ کہیں چلا گیا تھا اور کوئی جانتا نہ تھا کہ وہ کہاں گیا ہے اور یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ کم سے کم اس وقت تو میں نے یہی سوچا تھا۔ کیونکہ جان کو بہت کم غصہ آتا تھا لیکن جب آتا تھا تو پھر جی بھر کر آتا تھا اور جان کو ایسا بے قابو کر دیتا تھا کہ وہ کسی کام کا نہ رہتا تھا۔ چنانچہ اگر اس دن کہیں سوراٹ پیٹ اسے مل گیا ہوتا تو جنگل کی گھاس ان میں سے کسی ایک یا دونوں کے خون سے سرخ ہو جاتی۔

لیکن جیسا کہ میں نے کہا سوراٹ پیٹ اسے نہ ملا اور بات آئی گئی ہو گئی۔ اور بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ لڑائی کے لئے رالف نے سوراٹ پیٹ کو للکارا تھا اور ابتدا بھی اسی کی طرف سے ہوئی تھی اس

کے علاوہ اس بات کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ تھا کہ رالف پر وہ گولی سوراٹ پیٹ نے ہی چلائی تھی۔

خیر تو اس دن کے بعد سے سوزانے کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ سوراٹ پیٹ سے ڈرنے لگی اور رالف بھی جب کہیں جاتا مسلح ہو کر ہی جاتا۔ حالانکہ سنا گیا تھا کہ سوراٹ پیٹ کافروں سے تجارت کرنے کے سلسلے میں اپنے ایک طویل سفر پر روانہ ہو چکا تھا بلکہ رالف اور سوزانے کو یقین تھا کہ سوراٹ پیٹ سے ان کا معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔

میں اور جان بھی خوفزدہ تھے کیونکہ ہم اس شیطان کی فطرتوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ رالف سے اپنے اس جھگڑے کو فراموش تو کیا کرے گا بلکہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک کہ انتقام نہیں لے لیتا۔

سوراٹ پیٹ سے دو دو ہاتھ کرنے اور بندوق کی گولی سے رالف کو زخمی ہونے کے کوئی پندرہ دن بعد کا ذکر ہے کہ ایک کافر ہمارے فارم میں آیا وہ جان کو تلاش کر رہا تھا۔ جان اطلاع ملتے ہی گھر سے باہر آیا تو اس نے ایک خط جان کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کچھ کہے بغیر رخصت ہو گیا۔

جان خط لئے گھر میں آیا اور لفافہ چاک کر کے اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ خط کسی اور کا نہیں بلکہ خود سوراٹ پیٹ کا تھا۔ یہ خط یا تو خود اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا یا کسی سے لکھوایا تھا۔ بہر حال خط کے آخر میں سوراٹ پیٹ ہی کا نام تھا۔ خط جان کے نام تھا جو یوں تھا۔

بخدمت جان بوئمار

محترم!

اس خط کے ذریعہ میں آپ کو یہ اطلاع دینے کا شرف حاصل کر رہا ہوں کہ آپ کی صاحب زادی سوزانے نے میرا دل اپنے قبضے میں کر لیا ہے چنانچہ میں اسے اپنی زوجیت میں لینا چاہتا ہوں۔ فی الحال خود میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب نہیں اس لئے اس خط کے ذریعہ میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ آپ سوزانے کی منگنی مجھ سے کر دیں میں اسے ایک دولت مند عورت بنا دوں گا اور آپ کو بھی اطمینان اور خوشی حاصل ہو گی اور مجھے اپنا دوست اور داماد بنانا آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔ لیکن مجھے ایک اجنبی اور دشمن بنانا بہت برا ہو گا کیونکہ میں ایک بہترین اور دوست بدترین دشمن ہوں میں جانتا ہوں کہ سوزانے اور اس انگریز لونڈے کے درمیان عشق اور محبت کی افواہیں گشت کر رہی ہیں جو آپ کے ٹکڑوں پر پلا ہے لیکن میں ان افواہوں کو نظر انداز کرنے کو تیار ہوں اور نظر انداز کر دوں گا تاہم آپ اسے میری طرف سے خبردار کر دیں کہ اگر اس نے دوبارہ مجھ سے ایسی گستاخی کی جیسی کہ وہ چند دنوں پہلے کر چکا ہے تو پھر میں اسے صرف کوڑے مار کر ہی نہ چھوڑ دوں گا۔ مہربانی فرما کر میرے اس خط کا جواب اس شخص کو دے دیں جو یہ خط لے کر آپ کے پاس آیا ہے تاکہ وہ آپ کا جواب ان لوگوں کو دیدے جو جانتے ہیں کہ میں کہاں ہوں کیونکہ میں تجارت کے

سلسلے میں سفر کر رہا ہوں اور نہیں جانتا کہ کس دن کہاں ہوں گا۔ اپنی بیٹی سوزانے کی خدمت میں میرا پیار پہنچا کر اس سے کہہ دیجئے کہ میں بڑی بے تابی سے اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب وہ میری ہو گی۔

آپ کا دوست

سوراٹ پیٹ وان دارین

یہ خط جان نے رالف کو پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ کیونکہ وہ ہم سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا' اور وہ اسے بلند آواز میں پڑھ رہا تھا اور جب وہ خط پڑھ چکا تو آپ انداز لگا سکتے ہیں کہ مارے غصے کے ہماری حالت کیا ہو گئی ہو گی۔ بس یوں سمجھئے کہ اس کمرے میں چار پاگل انسان بیٹھے ہوئے تھے، جان اور رالف کا غصہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ان کی صورتیں بگڑ گئی تھیں اور ان کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ سوزانے کی زبان بھی گنگ تھی چنانچہ تنہا میں بول رہی تھی۔

"بیٹی! کیا جواب ہے تمہارا؟" جان نے غصے کی ہنسی ہنس کر پوچھا۔

"سوراٹ پیٹ کو جواب دے دیجئے۔" سوزانے نے مردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا" کہ اگر آئندہ کبھی اس کے ہونٹوں نے میرے چہرے کو چھوا تو اس وقت میرا چہرہ موت سے سخت ہو چکا ہو گا۔ آہ رالف" دفعتہً اس نے گھوم کر اپنا ہاتھ رالف کے سینے پر رکھ دیا" میرا دل کہتا ہے کہ یہ شخص ہم پر مصیبت اور جدائی لے آئے گا لیکن کچھ بھی ہو جائے رالف میرے یہ الفاظ یاد رکھنا کہ میں مر جاؤں گی لیکن تم سے بے وفائی نہ کروں گی۔ ہاں مرتے دم تک اور مرنے کے بعد بھی تم سے بے وفائی نہ کروں گی۔"

اور اس سے پہلے کہ رالف کوئی جواب دیتا جان نے اس سے کہا۔

"بیٹے! قلم اٹھاؤ اور لکھو۔"

چنانچہ رالف نے قلم اٹھایا' جان نے لکھایا اور رالف نے سوراٹ پیٹ کے نام خط لکھا جو یوں تھا۔

"سوراٹ پیٹ وان دارین!

میں ہنسی خوشی اپنی بیٹی کو قبر میں لٹا سکتا ہوں لیکن اس کا ہاتھ تم جیسے دوغلی نسل کے سیاہ فام شخص اور وچ ڈاکٹروں اور کالی عورتوں کی صحبت میں بیٹھنے والے خونی کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ یہ ہے میرا جواب اور اس میں میں اتنا اضافہ اور کر رہا ہوں کہ اگر میرے علاقے کے ارد گرد تم نے کبھی بھولے سے بھی قدم رکھا تو ہم میں سے کسی ایک کی بندوق کی گولی تمہارے غلیظ جسم کے آر پار ہو گی اور تم جانتے ہو کہ ہمارے نشانے خطا نہیں کرتے۔"

خط کے آخر میں جان نے اپنے دستخط کئے اور اس کافر کی تلاش میں گھر سے باہر آیا جو سوراٹ پیٹ کا خط لایا تھا، وہ اسے سی ہامبا سے باتیں کرتا مل گیا۔ جان نے اسے یہ خط دے کر کہا کہ وہ اسے جلد از جلد سوراٹ تک پہنچا دے، یہ خط لانے والا ایک دیو ہیکل وحشی تھا جس کے بائیں گال پر زخم کا ایک گہرا اور

لمبا نشان تھا اور اس کے بدن پر ایک لنگوٹ کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس نے جان سے خط لیا اور فوراً ہی روانہ ہو گیا۔

جان کے پیچھے میں بھی باہر آ گئی تھی اور اسے دیکھ رہی تھی لیکن یہ جان کو پتہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ سوراٹ پیٹ کے پیغامبر کے چلے جانے کے بعد وہ بھی گھر کی طرف آنے کے لئے پلٹا لیکن پھر رک گیا۔ سر کھجلایا اور پھر سی ہامبا کے قریب پہنچا۔

"سی ہامبا" اس نے کہا، "تم اس کافر سے کیوں باتیں کر رہی تھیں۔؟"

"اے ابابیل کے باپ! باتیں معلوم کرنا میرا پیشہ ہے اور میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ شخص کہاں سے آیا تھا۔"

"اور یہ بتایا اس نے؟"

"ہاں۔ لیکن پوری طرح سے نہیں کیونکہ کسی نے، جس سے یہ شخص ڈرتا ہے اس کی زبان پر تالا ڈال رکھا ہے تاہم میں یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ یہ شخص اس کرال میں رہتا ہے جو یہاں سے بہت دور پہاڑوں میں ہے اور یہ کہ اس کرال کا مالک سفید ہے جس کی بہت بیویاں اور مویشی اس کرال میں رہتے ہیں حالانکہ خود وہ سفید فام فی الحال اس کرال میں نہیں ہے، بقیہ باتیں امید ہے کہ مجھے اس وقت معلوم ہوں گی جب سوراٹ پیٹ اسے دوبارہ یہاں بھیجے گا کیونکہ اس شخص کے بیمار بچے کے لئے میں نے ایک دوائی دی ہے۔ یہ بچہ سخت بیمار ہے لیکن میری دوا سے وہ روبہ صحت ہو جائے گا اور یہ شخص میرا احسان مند ہو گا۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سوراٹ پیٹ نے اس شخص کو بھیجا تھا"

سی ہامبا نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر کہا۔

"اے ابابیل کے باپ! یہ معلوم کرنا تو بہت آسان تھا۔ تم جانو چھوٹے چھوٹے دھاگوں کو بانٹ کر رسہ بنانا تو میرا کام ہی ہے۔"

ایک بار پھر جان جانے کے لئے پلٹا لیکن ایک بار پھر وہ کچھ سوچ کر سی ہامبا کے قریب واپس آیا۔

"سی ہامبا!" اس نے کہا۔ "یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تمہیں اس شخص سے باتیں کرتے دیکھا تھا۔ اس کے گال پر زخم کا جو نشان تھا وہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔"

"ممکن ہے اس کے گال پر زخم کا نشان تمہیں یاد ہو لیکن تم نے ہم دونوں کو باتیں کرتے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا کیونکہ میری اور اس کی ملاقات زندگی میں آج پہلی دفعہ ہوئی تھی۔"

"لیکن میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں" جان نے کہا "زخم کا وہی نشان، سر پر تنکوں کی وہی ہیئت، اس کی بغل میں کمبل کا ویسا ہی گٹھڑ اس کا ویسا ہی لمبا سایہ جو اس کے سامنے پڑ رہا تھا اور وہ چھوٹا سا پرندہ جو تمہارے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا۔ جب تم اس سے باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے سب یاد ہے۔ ایک ایک تفصیل یاد ہے۔"

"ابابیل کے باپ" سی ہامبا نے عجیب نظروں سے جان کی طرف دیکھا "یقیناً یہ تم وہی تفصیلات بیان کر رہے ہو جو تم نے ابھی ابھی، جب میں اس شخص سے باتیں کر رہی تھی، دیکھی تھیں۔"

"نہیں نہیں، یہ تفصیلات میں نے برسوں پہلے دیکھی تھیں۔"

"کہاں؟" سی ہامبا نے پوچھا اور جان کی طرف گھور کر دیکھا۔

دفعتہً جان چونکا۔

"اب یاد آیا۔" وہ بولا۔ "اس دن یہ تفصیلات...... یہ پورا منظر میں نے تمہاری آنکھوں میں دیکھا تھا۔"

"ٹھیک ہے" سی ہامبا نے بڑے سکون سے کہا "بے شک! یہ منظر تم نے میری آنکھوں میں دیکھا ہو گا کیونکہ اس پیغامبر کی آمد اس عظیم واقعات کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے جو خود ابابیل اور ان لوگوں کے ساتھ ہونے والے ہیں جو اس کے گھونسلے میں رہتے ہیں۔ میں ساری باتوں سے واقف نہیں ہوں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں...... کیونکہ تمہیں دیکھنے کا عطیہ عطا کیا گیا ہے...... مستقبل کے واقعات میری آنکھوں کے آئینوں میں نظر آ گئے ہوں۔"

پندرہ دن گزر گئے۔ ایک صبح میں مرغیوں کو دانا ڈالنے باہر آئی تو دیکھا کہ سوراٹ پیٹ کا وہی پیغامبر، جس کے ایک گال پر زخم کا گہرا نشان تھا، برآمدے کے سائے میں انتظار کر رہا ہے۔ زنٹی زمین پر بیٹھا اپنے چوڑے نتھنوں میں نسوار کی چٹکیاں چڑھا رہا تھا۔

"اب کیا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"خط" اس نے جواب دیا اور میرے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ پکڑا دیا۔ میں واپس گھر آ گئی گھر کے سب لوگ ناشتے پر بیٹھ چکے تھے۔ خط میں نے جان کو اور اس نے رالف کو دیا۔ اور رالف نے اسے کھول کر بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا۔"

محترمی جان بوئمار

آپ کا خط مجھے مل گیا ہے...... مجھے کہنا پڑتا ہے آپ نے بڑے سخت لفظوں میں یہ خط لکھا ہے چنانچہ آپ کا لہجہ ہمارے آقا یسوع مسیح کو بھی پسند نہ آیا ہو گا لیکن چونکہ مجھے جنگ نہیں امن پسند ہے اور میں کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا اس لئے آپ کے سخت الفاظ میں نے صبر و سکون سے برداشت کر لئے ہیں اور آپ کے حکم کے مطابق میں آپ کے علاقے کے قریب آؤں گا بھی نہیں تاکہ ہمارے درمیان خواہ مخواہ خون خرابہ نہ ہو جائے۔

بے شک مجھے آپ کی صاحبزادی سے محبت ہے لیکن اگر وہ خود کسی دوسرے کی خاطر میری

درخواست ٹھکرا رہی ہیں تو اب میرے کہنے کو اور کچھ نہیں رہ جاتا میری بہترین تمنائیں اس کے ساتھ ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے زندگی کی مسرتوں سے مالا مال کر دے۔
میں علاقہ چھوڑ کر جا رہا ہوں چنانچہ اگر آپ میرا فارم خریدنا چاہیں تو وہ میں مناسب قیمت پر آپ کے ہاتھوں فروخت کر دوں گا بلکہ مناسب ہو گا کہ میرا فارم رالف کا نزی خرید لیں اور شادی کے بعد یہاں بس جائیں۔ اگر رالف یا آپ میرا فارم خریدنا چاہتے ہیں تو اسی پیغام بر کے ہاتھ خط بھجوا دیجئے۔

خدا حافظ

فقط آپ کا۔ سوراٹ پیٹ

یہ خط سن کر دوسرے لوگ تو خوش ہو گئے لیکن میں نے سر ہلایا۔ اس خط سے فریب کی بو آ رہی تھی کیونکہ لہجہ بے حد نرم تھا۔ اور یہ بات سوراٹ پیٹ کی فطرت کے خلاف تھی۔
اس خط کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا گیا چنانچہ پیغامبر چلا گیا لیکن' جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ سی ہامبا سے ملاقات کرنے کے بعد ہی وہ یہاں سے رخصت ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس کے بچے کے علاج کے لئے سی ہامبا نے اسے جو دوا دی تھی وہ بڑی زود اثر ثابت ہوئی تھی اور اس کا بچہ تندرست ہو گیا تھا چنانچہ پیغامبر اپنے بچے کے تندرست ہونے سے اتنا خوش اور سی ہامبا کا اتنا احسان مند ہوا تھا کہ وہ نذرانے کے طور پر ایک گائے اپنے گاؤں سے ہنکا لایا تھا سی ہامبا نے یہ گائے قبول کر لی۔ یہ بہت عمدہ لیکن بے حد اڑیل اور کٹ کھنی گائے تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ اسے اپنے بچھڑے سے چھڑ لیا گیا تھا سی ہامبا نے اس پیغامبر سے ہرا پھرا کر بہت سے سوالات پوچھے لیکن وہ گول مول جواب دے کر چلا گیا چنانچہ یہ پست قامت وچ ڈاکٹر یس کوشش کے باوجود معلوم نہ کر سکی کہ یہ پیغامبر کہاں سے آیا تھا اور یہ کہ وہاں کس راستے سے جایا کرتا تھا۔
اب یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ یہ عورت سی ہامبا کس قدر عیار تھی اور کتنے آسان اور سیدھے ذریعے سے وہ باتیں معلوم کر لیتی تھی جو وہ معلوم کرنا چاہتی تھی وہ اس خفیہ مقام کا محل وقوع معلوم کرنا چاہتی تھی جہاں سے یہ پیغامبر آیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ سوراٹ پیٹ کے خفیہ اڈوں میں سے ایک ہو گا لیکن جب سی ہامبا اس سے پوچھنے لگی تو وہ بہرہ اور گونگا بن گیا اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شخص پورے علاقے میں نہ تھا جو سوراٹ پیٹ کے اس خفیہ اڈے کے متعلق جانتا ہو اس کے باوجود سی ہامبا کو یقین تھا کہ یہ گائے' جو نذرانے کے طور پر اسے دی گئی تھی اس خفیہ اڈے تک کا راستہ بتا دے گی بشرطیکہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس گائے کے پیچھے پیچھے جائے اور راستہ یاد رکھے۔
جب سی ہامبا کا گھر بار لوٹ کر اسے موت کی سزا سنائی گئی تھی تو اس کے اکثر ملازموں اور ان لوگوں کو جو اس عورت کے ساتھ رہتے تھے سوراٹ پیٹ نے اپنا غلام بنا لیا تھا لیکن دو یا تین ملازم اسی وقت یا بعد میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ہمارے فارم کے آس پاس بس گئے تھے کیونکہ انہیں

معلوم تھا کہ ان کی آقا اسی فارم میں مقیم تھی انہیں لوگوں میں اپنے کام کے لئے اس نے ایک شخص کو منتخب کیا جس کا نام زنٹی تھا حالانکہ یہ زنٹی ایک بیوقوف آدمی کے طور پر مشہور تھا لیکن چند معاملات میں عموماً اور راستہ یاد رکھنے میں خصوصاً بہت ہوشیار تھا جس راستے پر وہ ایک دفعہ چلتا تھا اس کے ایک ایک ٹیلے' پہاڑ' وادی اور دریا کو یاد رکھتا تھا اس جوان زنٹی کے سپرد یہ گائے کر دی گئی اور زنٹی کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ گائے کے پیچھے پیچھے جائے۔ لیکن اس طرح کہ کوئی اسے دیکھے نہیں اور واپس آ کر وہ سی ہاما کو اس راستے کی پوری اور تفصیلی رپورٹ دے جس راستے اس نے گائے کے پیچھے پیچھے سفر کیا، اب ایسا ہی ہوا جیسا کہ سی ہامانے سوچا تھا دوسرے دن گائے کو آزاد چھوڑ دیا گیا زنٹی اس کے پیچھے لگ گیا اسے ایک کمبل اور اشیائے خورد نوش کا ذخیرہ دے دیا گیا تھا کہ وہ راستے میں بھوکا نہ رہے

گائے ادھر ادھر گھاس چرتی رہی اور جب اس کا پیٹ بھر گیا تو وہ سیدھی ٹیلوں پر جا چڑھی اور پھر برابر ایک سمت میں کبھی چلتی اور کبھی بھاگتی رہی۔ کہیں کہیں رک کر وہ گھاس چر لیتی۔ زنٹی اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ روشنی بجھ گئی اور رات کا اندھیرا اتر آیا اور تب گائے ایک جگہ بیٹھ گئی زنٹی بھی اس کے قریب بیٹھ گیا اس نے ایک چرمی فیتہ لے کر اپنی کلائی گائے کی دم سے باندھ دی تھی کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ اندھیرے میں اٹھ کر بھاگ نہ جائے۔ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی گائے اٹھ کر آگے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ زنٹی اس کے پیچھے تھا۔ وہ دو دن اسی طرح چلتے رہے۔ زنٹی وقتاً فوقتاً جب گائے کے تھن بھر جاتے' دودھ دو لیتا تھا۔ تیسرے دن شام کو گائے رات گزارنے کے لئے کسی جگہ نہ بیٹھی بلکہ رات بھر چلتی رہی وہ بار بار عجیب آواز میں ڈکرا رہی تھی اس سے زنٹی نے سمجھ لیا کہ گائے کا گھر قریب آ گیا تھا۔

اور اس کا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ جب سورج طلوع ہوا تو زنٹی نے دیکھا کہ وہ ایک کرال کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہ گاؤں اس پہاڑ کی ایک خفیہ وادی میں تھا جس پر وہ اور گائے سفر کر رہے تھے۔ اب زنٹی گائے کے قریب سے ہٹ آیا اور مناسب فاصلے سے اس کے پیچھے چلتا ہوا کرال کے قریب پہنچ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا فوراً کرال میں سے گایوں کو چرانے کے لئے باہر نکالا گیا اور زنٹی کی راہبر گائے ڈکراتی ہوئی ان گایوں کی طرف بھاگی اس کی آواز سن کر ایک بچھڑا ریوڑ میں سے نکل کر بھاگتا ہوا آیا اور گائے کے تھنوں میں منہ مارنے لگی اور گائے اسے پیار سے چاٹنے لگی۔ اب زنٹی کا کام، جو اس کے سپرد کیا گیا تھا پورا ہو چکا تھا اس کے باوجود جھاڑیوں میں چھپا رہا کیونکہ اس نے سوچا کہ لوٹنے سے پہلے ممکن ہے وہ چند باتیں معلوم کر دیتا وہ کمر سیدھی کرنے کے لئے جھاڑیوں میں لیٹ گیا اور چونکہ تھکا ہوا تھا اس لئے سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج کافی بلند ہو چکا تھا اور اس نے عورتوں کی آوازیں سنیں جو اس کے کہیں قریب ہی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ یہ عورتیں جھونپڑی بنانے کے لئے درختوں سے ٹہنیاں کاٹ رہی تھیں زنٹی اٹھا کہ وہاں سے بھاگ جائے لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا

کہ اگران عورتوں میں سے کسی نے اسے دیکھ لیا تو وہ کہہ دے گا کہ وہ ایک آوارہ گرد ہے اور راستہ بھول گیا ہے وہ بیٹھا ہی تھا کہ اس نے ایک عورت کو کہتے سنا میں پوچھتی ہوں یہ بل ہیڈ اس خفیہ کرال میں یہ نئی جھونپڑی کس کے لئے بنوا رہا ہے؟

اب توز نٹی کے کان کھڑے ہو گئے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کافروں نے سوراٹ پیٹ کو "بل ہیڈ" (سانڈ کا سالا) کا خطاب دے رکھا تھا کیونکہ اس کا سر گول تھا اور اس کی آنکھیں خونخوار سانڈ کی طرح خونی تھیں۔

"میں تو نہیں جانتی" دوسری عورت نے جواب دیا جو عمر میں کم اور خاصی قبول صورت تھی "البتہ وہ دوسری بیوی لانا چاہتا ہو تو پتہ نہیں اور اگر وہ واقعی نئی بیوی لا رہا ہے اور اگر اسی کے لئے یہ جھونپڑی تیار کی جا رہی ہے تو پھر وہ کسی بڑے سردار کی بیٹی ہو گی کیونکہ تم جانو مرد کسی معمولی لڑکی کے لئے ایسی شاندار جھونپڑی نہیں بناتے۔"

"شاید ایسا ہی ہو" تیسری بولی "اور میں سمجھتی ہوں کہ بل ہیڈ نے اس لڑکی کی قیمت ادا نہیں کی بلکہ اسے چرا کر لا رہا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اسے خفیہ کرال میں چھپا کر کیوں رکھنا چاہتا ہے؟ بہر حال آنے دو اسے ہمارا ہاتھ ہی بٹا دے گی اور ہمارے کام کا بوجھ ذرا کم ہو جائے گا اور تم جانو بھئی۔ درانتیاں زیادہ ہوئیں تو فصل جلد کٹ جاتی ہے۔"

"میں تو سمجھتی ہوں کہ ہماری تعداد اب بھی کافی سے زیادہ ہے" کم عمر اور قبول صورت عورت نے کہا۔ وہ کچھ پریشان سی نظر آتی تھی وہ سوراٹ پیٹ کی آخری اور چہیتی بیوی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ سوراٹ اس پر پھر نئی بیوی لائے اور اس طرح وہ اپنے شوہر کی نظروں میں سے گر جائے۔ "ہش! خاموش رہو۔ میں بل ہیڈ کے گھوڑے کی ٹاپیں سن رہی ہوں وہ اسی طرف آ رہا ہے۔" اور وہ ٹہنیاں کاٹنے اور انہیں چھیلنے میں بڑی تندھی سے مصروف ہو گئی۔ چند ہی منٹوں بعد زنٹی نے کسی اور کو نہیں بلکہ خود سوراٹ پیٹ کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا وہ عورتوں کے قریب آیا تو انہوں نے اسے "سردار" اور "شوہر" کہہ کر سلام کیا۔

"تم سب کی سب کام چور اور کاہل ہو" سوراٹ نے کہا اور غصے سے ان عورتوں کی طرف دیکھا۔

"اے ہمارے شوہر! یہ ٹہنیاں مضبوط اور سخت ہیں چنانچہ بڑی مشکل سے کٹتی ہیں۔" کم عمر اور قبول صورت عورت نے جواب دیا۔

"کیسی بھی ہوں تمہیں انہیں کاٹنا ہے" سوراٹ پیٹ بولا "ورنہ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ جب یہ ٹہنی کمر پر پڑتی ہے تو کتنی سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ اگر سات دنوں کے اندر اندر وہ بڑی جھونپڑی تیار نہ ہو گئی تو تم سب کے حق میں بہت برا ہو گا۔"

"ہم اسے جلد از جلد تیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں" کم عمر عورت نے کہا "لیکن جب وہ تیار ہو جائے گی تو کون رہے گا اس میں"

"کم سے کم تم تو نہ رہو گی" سورات پیٹ نے تلخی سے جواب دیا "کوئی سیاہ فام عورت نہیں رہے گی اس میں کیونکہ اب میں کالی عورتوں سے اکتا گیا ہوں۔ سنو۔ کل میں اپنے ملازموں کو ساتھ لے کر ایک سردارن کو لانے جا رہا ہوں، ایک سفید فام سردارن کو جو تم پر حکومت کرے گی لیکن اگر تم میں سے کسی نے اس سردارن کی یہاں موجودگی کا ذکر کسی کے سامنے کبھی بھولے سے بھی کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ میں اسے یہاں سے نکال باہر کروں گا کہ وہ بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے سن لیا تم لوگوں نے؟"

"ہاں سن لیا" ان عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ اس کے بعد سورات پیٹ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ ماری اور آگے بڑھ گیا۔

میں کہہ چکی ہوں کہ زنٹی ایک بے وقوف کے طور پر مشہور تھا شاید اس لئے کہ وہ مشقت کے کاموں سے جان چراتا تھا لیکن کچھ معاملات میں وہ بہت سے کافروں سے زیادہ ہوشیار تھا اور اس نے بڑی متجسس طبیعت پائی تھی خصوصاً اسے نئے مقامات دیکھنے کا شوق تھا اور اس کا یہ شوق اس وقت تک اور بھی بڑھ جاتا تھا جب یہ مقامات خفیہ ہوں۔ چنانچہ جب اس نے سورات پیٹ سے یہ سنا کہ عورتیں ٹہنیاں خفیہ کرال میں لے جا رہی ہیں تو اس نے بھی ان کے پیچھے پیچھے وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ کام اس نے ایسی مہارت اور خاموشی سے کیا کہ ان عورتوں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ چلا کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے۔

ابتدا میں تو وہ چکرا گیا کہ یہ عورتیں کہاں جا رہی ہیں کیونکہ وہ سیدھی چٹانی دیوار کے قدموں میں پہنچیں جو اس قدر عمودی تھی کہ اس پر پہاڑی بکرا بھی نہ چڑھ سکتا تھا اس عمودی چٹان پر یہاں وہاں سخت جھاڑیاں اگ رہی تھیں جیسے سور کی پشت پر بال ہوں وہاں پہنچ کر عورتوں نے ادھر ادھر دیکھا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہ تھا تو وہ ان جھاڑیوں کے قریب پہنچیں جو سطح زمین سے کوئی چھ فٹ اوپر تھیں اور وہاں پہنچ کر وہ یوں اچانک غائب ہو گئیں کہ زنٹی، جو ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حیرت سے آنکھیں ملنے لگا۔

بہرحال چند منٹوں کے انتظار کے بعد وہ آگے بڑھ کر ان جھاڑیوں میں ہوتا ہوا اس شگاف کے دوسری طرف ایک راستہ تھا جو چٹان کے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور پھر ایک خفیہ میدان میں پہنچ کر ختم ہو گیا تھا۔

یہ میدان بے حد خوبصورت تھا جو چھ ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف بلند اور ناقابل عبور چٹانیں تھیں ان چٹانوں میں سے ایک پر سے آبشار گر رہا تھا جو نیچے ایک گہری جھیل بنا رہا تھا اور اس جھیل میں سے ایک چشمہ نکل کر مستانہ رفتار سے بہہ رہا تھا اور اس چشمے کے کنارے پر نئی جھونپڑی بنائی جا رہی تھی اور ایسے رخ کہ وہ سورج کی گرم کرنوں سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتی تھی۔
زنٹی اپنی کمین گاہ میں دبکا یہ سب کچھ دیکھ اور ذہن نشین کر رہا تھا تو وہ لوگ، جو جھونپڑی بنا رہے

تھے۔ اپنا کام چھوڑ کر شگاف میں سے باہر نکل گئے زنٹی جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا معلوم کر چکا تھا چنانچہ وہ بھی اس خفیہ مقام سے باہر آیا اور گھر کی طرف اسی راستے سے چل دیا جو گائے نے اسے دکھایا تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ راستے میں ایک بڑا سا کانٹا زنٹی کے تلوے میں گھس گیا اور اس کا زخم درد کرنے لگا چنانچہ زنٹی آہستہ آہستہ اور رک رک کر سفر کرنے لگا یہ اس کے سفر کی پانچویں رات تھی جب وہ لنگڑاتا ہوا جھاڑیوں کے اس جھنڈ میں پہنچا جو ہمارے فارم سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ میرا مطلب ہے اگر آدمی گھوڑے پر سفر کرے تو دو گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتا تھا چنانچہ ان جھاڑیوں میں پہنچ کر زنٹی لیٹ گیا اور فوراً ہی سو گیا۔

چند گھنٹوں کی نیند کے بعد خود بخود اس کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، وہ بھوکا تھا اور معدے میں بھوک کی اینٹھن اسے سونے نہ دیتی تھی۔ وہ بیٹھ گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جہاں وہ سویا ہوا تھا وہاں سے کچھ دور درختوں میں الاؤ جل رہا تھا۔ وہ ان الاؤ کی طرف چلا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہ یا تو مسافر ہوں گے یا چرواہے جو اسے کچھ کھانے کو دے دیں گے لیکن علاقہ کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ ایک الاؤ کے قریب سوراٹ پیٹ ٹہل رہا تھا اور اس سے چند قدم فاصلے پر سوراٹ کے آدمی کمبلوں میں لپٹے سو رہے تھے فوراً ایک شخص درختوں کے اندھیرے سایوں میں سے نکل کر الاؤ کی روشنی میں آیا اور اس نے سوراٹ کو سلام کیا۔

"کہو۔ کیا خبر لائے" سوراٹ پیٹ نے پوچھا۔

"باس" اس آدمی نے کہا "میں ہر بوٹمار کے فارم میں اور پھر اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا اور یہ کہہ کر کھانا مانگا کہ میں آ رہا ہوں اور اپنے لئے ایک لڑکی دیکھنے دوسرے دور کے کرال میں جا رہا ہوں اور یہ کہ بھوکا ہوں۔ گھر میں کوئی نہ تھا چنانچہ ان کے کافر غلاموں نے مجھے کھانا دیا اور میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ان غلاموں نے آپ کے بارے میں جو باتیں کہیں ان سے معلوم ہوا کہ دراؤ بوٹمار ان کی بیٹی سوزانے اور وہ انگریز لڑکا کانزی ہیر وزین کے وہاں اس کے پہلوٹھی کے بیٹے کی بپتسمہ کی رسم میں شریک ہونے اس کے گھر آئے ہوئے ہیں یہ ہیر وزین شمال کی طرف اور ان کے فارم سے دو گھنٹے کی مسافت پر رہتا ہے یہ لوگ گذشتہ کل آئے ہیں اور میں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ لوگ آئندہ کل صبح، اپنے گھر جانے کے لئے روانہ ہوں گے اور اس راستے سے واپس آئیں گے جو ٹائیگرس لیک میں سے ہو کر گزرتا ہے دوپہر سے دو گھنٹے پہلے یہ لوگ ٹائیگرس لیک میں ستانے کے لئے اپنے گھوڑوں سے اتر جائیں گے۔ میں یہ بتانا بھول گیا تھا باس کہ ان کے ساتھ ملازم بھی ہیں جنہیں گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لئے بوٹمار نے ساتھ لے لیا ہے۔"

"تو پھر وہ کل چھ آدمی ہوئے۔" سوراٹ پیٹ نے کہا۔ "اور ان چھ میں دو عورتیں ہیں اور ہم بیس ہیں۔ یہ واقعی بہت اچھا ہے بلکہ اس سے بہتر کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ٹائیگرس لیک کہاں ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہاں ایک چشمہ ہے جس کے کنارے مسافر گھوڑوں سے اتر کر

سستاتے ہیں۔ بہت عمدہ مقام ہے وہ کہ وہاں درختوں اور پتھروں کے پیچھے آدمی آسانی سے چھپ سکتے ہیں اور کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا اچھا اب میری تجویز سن اور سمجھ لو جب دراؤ بوئمار والے وہاں ٹائیگرس نیک میں گھوڑوں پر سے اتر کر اپنا کھانا کھا رہے ہوں گے تو تم کافر لوگ ان پر ٹوٹ پڑو گے لیکن خیال رہے تم لوگ صرف ڈنڈوں اور بھالوں سے مسلح ہو گے اور پھر دراؤ بوئمار والوں کا وہ انجام ہو گا جوان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔"

"باس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سب کو جان سے مار دیں گے۔؟" اس شخص نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں" سوراٹ پیٹ نے قدرے ہچکچاہٹ کے بعد جواب دیا۔ "سچ تو یہ ہے کہ میں ان لوگوں کی جان لینا نہیں چاہتا لیکن اس کے علاوہ مجھے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا البتہ دراؤ بوئمار کی لڑکی کی جان بے شک نہ لی جائے گی ان لوگوں پر صرف کافر حملہ کریں گے کیونکہ اس طرح کسی کو بھی یہ شک نہ ہو گا کہ اس قتل وغارت میں میرا ہاتھ ہے کیونکہ تم کافر لوگ نرے وحشی ہو اور قتل وغارت تمہارا پیشہ ہی نہیں بلکہ عادت ہے چنانچہ ان لوگوں کا مرنا بے حد ضروری ہے خصوصاً اس انگریز نوجوان کا البتہ جہاں تک میرا تعلق ہے اگر ممکن ہوتا تو میں دوسروں کو بخش دیتا لیکن یہ ممکن نہیں کیونکہ اگر وہ لوگ زندہ بچ گئے تو پھر مجھ پر ہی شک کریں گے۔ رہی بوئمار کی لڑکی تو اس کا تو یہ ہے کہ اگر اسے معمولی سی خراش بھی آگئی تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"تو اس لڑکی کا ہم کیا کریں؟"

"سنو! تم اس پر کمبل ڈال دو گے اور اسے اٹھا کر اس جگہ لے آؤ گے جس کا پتہ میں کل تمہیں بتا دوں گا اور وہاں میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مل کر تم لوگوں سے جھوٹ موٹ لڑائی کر کے گویا اسے بچا لوں گا۔ سمجھ گئے تم؟ اب یہ بتاؤ کہ یہ تجویز کیسی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے سنا باس اور میرے خیال میں تجویز تمہارے لئے بہت اچھی ہے لیکن ایک بات بتانا میں بھول گیا تھا اور یہ ایک ایک بات کی تدبیر الٹ بھی سکتی ہے۔"

"کیا ہے وہ بات؟"

"باس! جب میں وہاں ہیر بوئمار کے فارم میں تھا تو وہاں میں نے اسے دیکھا اس بوڑھی وچ ڈاکٹریس کو جس کا نام سی ہامابا ہے وہ فارم میں جھونپڑی بنا کر رہتی ہے میں اس کے قریب نہیں گیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے پہچان لیا تھا کیونکہ میں نے ہی اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا تھا اب اگر اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو باس کی ساری تجویزیں اور تدبیریں دھری رہ جائیں گی۔ کیونکہ یہ عورت دلوں کا حال معلوم کر لیتی ہے اور مستقبل میں جھانک سکتی ہے کمال ہے باس کہ جب میں اس کے گلے میں پھندا ڈال رہا تھا تو وہ ہنس رہی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں اور یہ کہ وہ خود بہت برسوں تک زندہ رہے گی! دنیا میں میں اگر کسی سے ڈرتا ہوں تو اسی سی ہامابا سے"

"تو وہ ہنسی تھی تم پر کیوں؟" سوراٹ پیٹ نے کہا "لیکن میں اس بونی پر ہنس رہا ہوں کیونکہ میں ہر اس انسان اور ہر اس چیز کو تہس نہس کردوں گا جو میرے اور سوزانے کے درمیان حائل ہوگی۔"
ہاس اتم عظیم ہو کیونکہ جب کوئی پھل پسند آجاتا ہے تو تم اس کے گرنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ ہاتھ بڑھا کر اسے توڑ لیتے ہو۔"

"بے شک" سوراٹ پیٹ نے فخر سے سینہ پھلا کر کہا "جب کوئی پھل مجھے پسند آتا ہے تو میں اسے توڑ لیتا ہوں جیسا کہ میرا باپ توڑ لیا کرتا تھا۔ جاؤ۔ اب سو رہو جا کر کیونکہ کل تمہاری ہوشیاری اور طاقت کا امتحان ہے۔"

یہ باتیں سننے کے بعد زنٹی وہاں سے ہٹ آیا اور اسی وقت فارم کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اس کا پیرا سے بہت زیادہ تکلیف دے رہا تھا چنانچہ وہ لنگڑے بیل کی طرح سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ کبھی تو وہ ایک ٹانگ پر اچھل اچھل کر چلتا اور کبھی گھٹنوں کے بل رینگنے لگتا چنانچہ اس طرح چلتا ہوا وہ آخر کار صبح کے کوئی ساڑھے آٹھ بجے سی ہامبا کی جھونپڑی میں پہنچا کیونکہ سی ہامبا نے ہی اسے بھیجا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سی ہامبا کو سلام کیا اور کھانا طلب کیا۔ سی ہامبا نے فوراً اس کے سامنے کھانا لا رکھا۔
کھانے سے فارغ ہو کر زنٹی نے اپنے سفر کی داستان کافروں کے انداز میں شروع سے اور بڑی تفصیل سے بیان کرنی شروع کی گائے اور اپنے سفر کے ابتدائی حصے میں بہت ہی بے چین تھی لیکن زنٹی غریب بھی اپنی عادت سے مجبور تھا چنانچہ کئی منٹوں کے بیان کے بعد آخر کار اس نے وہ باتیں لفظ بہ لفظ دہرا دیں جو کوئی آٹھ گھنٹوں پہلے سوراٹ پیٹ اور اس کے کافر ملازم کے درمیان جنگل میں اور الاؤ کے قریب ہوئی تھیں اور زنٹی نے چھپ کر سنی تھیں۔
زنٹی نے ابھی داستان پوری نہ کی تھی کہ سی ہامبا نے اسے خاموش ہو جانے کو کہا اور قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کو بلا کر کہا کہ وہ جان کے مشہور کوتل گھوڑے شامیل کو لگام لگا کر فوراً لے آئے لیکن اس پر زین نہ رکھے جان کا یہ گھوڑا شامیل برق رفتاری میں پورے علاقے میں مشہور تھا۔ جان نے یہ گھوڑا، جب وہ ٹٹو ہی تھا، کتنی قیمت میں خریدا تھا، یہ بات جان نے مجھے کبھی بتائی ہی نہ تھی البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ جب اس نے یہ گھوڑا خریدا تھا تو اس کے بعد کے ہمارے دو برس بڑی تنگ دستی میں گزرے تھے لیکن اس گھوڑے نے آخر میں ہماری جو خدمت انجام دی ہے اس کے پیش نظر وہ کسی بھی قیمت میں سستا تھا کہ شامیل جان کا پیارا گھوڑا تھا اور اس پر سوائے جان کے کوئی اور سواری نہ کرتا تھا لیکن سی ہامبا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اس کافر کو ایسی غصیلی آواز میں ڈانٹنے لگی کہ وہ کافر آخر کار اس کے حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہو گیا جانئے سی ہامبا ایک عورت تھی اور وہ بھی بونی لیکن سبھی کافر اس کے سحر سے ڈر گئے تھے۔
چنانچہ یوں ہوا کہ اس سے پہلے زنٹی اپنی داستان مکمل کرتا شامیل سی ہامبا کی جھونپڑی کے سامنے سفر کے لئے تیار کھڑا تھا اس کے منہ میں لگام ضرور تھی لیکن پیٹھ پر زین نہ تھی۔

"بیوقوف" سی ہامبا نے دانت پیس کر زنٹی سے کہا "تو نے داستان کا آخری حصہ پہلے بیان کیوں نہ لیا؟ بےوقوف! پانچ انسانوں کی جان اور ایک ہستی کی عزت بچانے کے لئے یہ سفر بہت کم وقت میں طے کرنا ہے۔ آؤ سوار کردو مجھے۔" کافر غلام نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں اور جھک گیا اور سی ہامبا اس کی ہتھیلیوں پر پیر رکھ کر شامیل کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا فخر اور خوشی سے ہنہنایا وہ سی ہامبا کو جانتا، اسے پسند کرتا اور اس سے ہلا ہوا تھا کیونکہ اسی عورت نے اس کی بیماری میں اس کا علاج کیا تھا اور حقیقت میں اس کی جان بچالی تھی۔ سی ہامبا نے لگام جھٹکی اور شامیل فوراً ہی ہوا ہو گیا۔

راستہ تقریباً سپاٹ تھا اس میں نہ تو جگہ جگہ چٹانیں اور پتھر تھے اور نہ ہی گڑھے۔ سی ہامبا ایک عمدہ سوار تھی اور شامیل برق رفتار تھا چنانچہ وہ ایک گھنٹے اور چند منٹوں میں بیس میل کا فاصلہ طے کر کے ٹائیگرس لیک کے دہانے پر پہنچ گئی لیکن یہ گھاٹی جس کا نام ٹائیگرس لیک یا شیر کی گردن تھا، ایک میل سے زیادہ لمبی تھی اور سی ہامبا ہمارے انجام میں شریک ہونے کے لئے آرہی تھی۔ جی ہاں۔ وہ شاید جانتی تھی اس کے باوجود وہ رکی نہیں بلکہ مار مار کر گھوڑے کو آگے بڑھاتی رہی۔ شامیل تھک گیا تھا وہ ہانپ رہا تھا۔ گھاٹی میں بکھرے ہوئے پتھروں سے ٹھوکر کھا رہا تھا اور لڑکھڑا رہا تھا اس کے باوجود بھاگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ موڑ مر گئی اور اب وہ مقام اس کے سامنے تھا جہاں مسافر قیام کیا کرتے تھے۔ سی ہامبا نے جلدی سے مگر خوف بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا لیکن جب ہم لوگ اسے کہیں دکھائی نہ دیئے تو اس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی اور اس نے لگاموں کو ایک جھٹکا دیا کیونکہ اس کی یہ دوڑ محض بیکار ہی ثابت نہ ہوئی تھی۔

عین اس وقت چٹانوں پر سے ایک آواز نے کہا۔ "یہ تو وچ ڈاکٹریس سی ہامبا ہے جو ان لوگوں کو خبر دار کرنے جا رہی ہے۔ خاتمہ کر دو اس کا فوراً۔" اور ساتھ ہی بندوقیں گرج اٹھیں اور گولیاں سی ہامبا کے آس پاس سے سنسناتی ہوئی نکلی چلی گئیں۔ ایک گولی نے اس چھڑی کے پرخچے اڑا دیئے جو سی ہامبا کے ہاتھ میں تھی اور وچ ڈاکٹریس کا وہ ہاتھ سن ہو گیا اور پھر بہت سے کافر چٹانوں کے پیچھے سے نکل کر سی ہامبا کا راستہ روکنے کے لئے اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں گھاٹی تنگ تھی ان کے ہاتھوں میں بھالے تھے لیکن اس نے نہ آدمیوں کی پرواہ کی اور نہ بھالوں کی اور گھوڑا بے دھڑک ان کی طرف بھگا دیا۔ شامیل سیدھا ان لوگوں کی طرف آیا اور بجلی کی سی تیزی سے ان کے درمیان سے نکلا چلا گیا۔ چار پانچ بھالے اس کی طرف پھینکے گئے لیکن صرف ایک بھالا گھوڑے کے لگا اور اسے زخمی کر دیا۔ زخم اس کے شانے پر آیا تھا اور ہلکا سا تھا۔

چار یا پانچ منٹ بعد جب ہم اپنے کافر ملازموں کے ساتھ بڑے اطمینان سے گھر کے دہانے کی طرف بڑھ رہے تھے تو ہمیں دور سے شامیل بھاگ کر ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ پسینے میں تربتر تھا اور اس کے منہ سے کف کے غبارے ٹپک رہے تھے اور اس کے شانے سے خون بہہ رہا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور نتھنے پھیل گئے تھے اور اس کی ننگی پشت پر وہ چھوٹی عورت بیٹھی ہوئی تھی اس کے ایک ہاتھ میں پھٹی ہوئی چھتری تھی اور خود تھکن سے دائیں بائیں جھکی پڑ رہی تھی۔

"میرے خدا!" جان نے کہا۔ "یہ تو سی ہامبا ہے اور میرے گھوڑے شامیل پر سوار ہے۔" اس اثنا میں سی ہامبا ہمارے قریب آچکی تھی۔

"واپس لوٹ جاؤ۔ واپس واپس" وہ چیخی۔ "گھاٹی میں موت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

سی ہامبا کا لہجہ ایسا تھا اور اس کے بشرے سے کچھ ایسے جذبات عیاں تھے کہ ہم نے کچھ پوچھے بغیر اپنے گھوڑوں کا رخ پھیرا اور انہیں شامیل کے پیچھے بھگا دیا۔ آدھے میل کا راستہ طے کرنے کے بعد ہم گھاس کے ایک کھلے میدان میں پہنچے اور یہاں ہم نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں کھینچ لیں۔

اس میدان میں پہنچ کر شامیل ایک دم سے رک گیا تھا اب یہ میں نہیں جانتی کہ اپنی مرضی سے یا خود سی ہامبا نے لگام کھینچ کر اسے روک لیا تھا شامیل نرسل کی طرح کانپ رہا تھا اور سی ہامبا اس کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگوں پر خون کی لکیریں بہہ رہی تھیں کیونکہ مسلسل اور تیز سواری کرنے کی وجہ سے سی ہامبا کی رانوں کی جلد گھوڑے کی کھال سے رگڑ کر پھٹ گئی تھی رالف اپنے گھوڑے پر سے اتر کر اس کی طرف لپکا اور اس نے سی ہامبا کو گھوڑے پر سے اتار کر زمین پر لٹا دیا۔ سوزانے نے جان کی بوتل میں سے برانڈی کے چند قدرے وچ ڈاکٹریس کے حلق میں ٹپکائے تو اس کے بشرے پر سے تھکن کے آثار قدرے دور ہوئے۔

"اگر یہ مشروب زیادہ ہو تمہارے پاس" سی ہامبا نے کہا "تو تھوڑا سا شامیل کو بھی پلا دو کیونکہ اس نے تم سب کی جانیں بچائی ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ تھکا ہوا ہے۔"

"بڑی عقلمندی کی بات کہی ہے" جان نے کہا۔

اور پھر اس نے رالف اور کافر ملازموں سے کہا کہ وہ بچی ہوئی شراب گھوڑے کے حلق میں انڈیل دیں جان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور میں سمجھتی ہوں کہ اس برانڈی نے ہی شامیل کی جان بچالی کیونکہ جب تک شراب اس کے حلق میں نہ انڈیلی گئی تھی تب تک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"سی ہامبا!" جان نے کہا۔ اب بتاؤ کہ تم میرے بہترین گھوڑے پر کیوں سوار ہوئیں اور اسے بھگا بھگا کر کیوں ادھ موا کر دیا۔؟"

"یہ میں ابھی ابھی بتا چکی ہوں اے اہابیل کے باپ" سی ہامبا نے جواب دیا "تمہیں موت سے بچانے کے لئے؟ کوئی سوا گھنٹے پہلے مجھ سے کہا گیا۔ ہاں۔ وہاں تمہارے بارے میں چند الفاظ مجھ سے کہے گئے اور دیکھو میں یہاں آگئی ہوں اور میں نے یہ بیس میل کا سفر اس طرح طے کیا ہے کہ دوبارہ اسی

طرح سفر کرنے کی میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ آئندہ سو برسوں میں کبھی کوئی شخص اس طرح کی سواری نہ کرے گا جس طرح کہ میں نے کی ہے اور اتنی تیزی سے سفر نہ کرے گا جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔ موت...... سوراٹ پیٹ اور اس کے کافر ساتھیوں کے ہاتھوں تم تینوں اور تمہارے دو کافر غلاموں کے لئے موت...... اور چوتھی ہستی۔ ابابیل کے لئے وہ محبت جو اس خاتون کو پسند نہیں ہے ہاں پنے باپ اور ماں اور اپنے محبوب منگیتر کے قاتل کی محبت جو اس پر جبراً لادی جائے گی۔" اور ہم حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے لیکن سوزانے نے دوڑ کر سی ہامبا کو اپنے سینے سے لگالیا اور اس کا ماتھا اور رخسار چومنے لگی۔

"ابابیل" سی ہامبا نے مسکرا کر کہا "میں تمہاری احسان مند ہوں۔ مقروض ہوں اور اس قرض کی یہ پہلی قسط میں ادا کر رہی ہوں اور بقیہ قسطیں آئندہ ادا کرنے والی ہوں۔ اور پھر سی ہامبا نے پوری سر گزشت بیان کر دی چنانچہ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمی نہیں آرہے ہم سب اسی جگہ جھک گئے اور ہم نے اس خدا کا شکریہ ادا کیا جس نے ہماری حفاظت کی تھی اور ہمیں بچایا تھا اور جو سب سے بڑا حفاظت کرنے والا اور بچانے والا ہے۔ لیکن سی ہامبا نہ جھکی رہی کیونکہ وہ کافر تھی اور سوزانے کے علاوہ کسی کو نہ پوجتی تھی۔

"تمہیں اس گھوڑے کی بھی پوجا کرنی چاہیے" سی ہامبا نے کہا "کیونکہ اگر اس کی ٹانگیں اتنی تیز نہ ہوتیں تو میں عین وقت پر تمہارے پاس نہ پہنچ پاتی۔"

"یہ تم کفر کے کلمات بک رہی ہو سی ہامبا۔" میں نے کہا۔ "یہ خدا ہی ہے جس نے گھوڑے کی ٹانگیں بنائی ہیں اور یہ خدا ہی ہے جس نے تمہارے دماغ میں اس پر سوار ہونے اور ہمیں خبردار کرنے کی بات ڈال دی۔" اور اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گئی۔ میرا جی تو چاہتا تھا کہ اس وقت اس کے سامنے خدا کی حمد کروں اور سی ہامبا کے کافرانہ خیالات کا جواب پیش کروں۔ لیکن یہ اس کا وقت نہیں تھا۔

اس کے بعد ہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ طے پایا کہ ہم اس طویل راستے سے گھر کی طرف جائیں جو گھاس کے کھلے میدانوں کی طرف سے گذرتا تھا۔ ان میدانوں میں نہ چٹانیں تھیں اور نہ کوئی ایسی جگہ جہاں سوراٹ پیٹ یا اس کے آدمی چھپ سکتے۔ رالف چاہتا تھا کہ ہم سیدھے گھاٹی کی گھاس میں چھپ کر سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں پر حملہ کر دیں لیکن جان نے کہا کہ یہ پاگل پن ہے کیونکہ ہم کم تھے اور وہ لوگ زیادہ تھے اس کے علاوہ وہ پتھر کے پیچھے دبک کر ہم پر گولیاں چلا سکتے تھے چنانچہ ہم نے سوراٹ پیٹ کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور دوسرے لمبے راستے سے بخیر و خوبی اسی رات گھر پہنچ گئے۔ راستے بھر ہمیں سی ہامبا کو اٹھانا پڑا تھا کیونکہ وہ تھکن اور رانوں کے زخموں سے نڈھال ہو رہی تھی پھر شامیل کا زخم بھی خشک ہو کر اسے تکلیف دینے لگا تھا چنانچہ وہ بھی بھاگ نہ سکتا تھا۔ بہر حال چند دنوں میں ہی گھوڑا تندرست ہو گیا کیونکہ ابھی اور بڑی خدمت انجام دینا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا لیکن اس کا ذکر میں اپنے وقت پر کروں گی۔ رالف اور جان کو سوراٹ پیٹ

پر اتنا غصہ تھا کہ وہ پاگل ہو رہے تھے اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے تھے لیکن قانون کا راستہ طویل اور کٹھن تھا کیونکہ قریبی مجسٹریٹ پورے سو میل دور رہتا تھا اور اس کے سامنے سوراٹ پیٹ کو پیش کرنا آسان نہ تھا اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ سوراٹ پیٹ کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت اور گواہ نہ تھا سوائے زنٹی کے جس نے سب کچھ دیکھا اور سنا لیکن اس کی گواہی کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ پھر ہم پر کوئی حملہ نہ کیا گیا تھا بے شک سی ہاماپر گولیاں چلائی گئی تھیں لیکن یہاں پھر اس کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ یہ گولیاں سوراٹ پیٹ کے آدمیوں نے چلائی تھیں اس کے لئے موثر تھا کہ سی ہاما پر یہ حملہ ان بھاگے ہوئے کافر غلاموں نے کیا ہو گا جو پہاڑوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے اور جو مسافروں کو مار گراتے سامان اور گھوڑے اپنے قبضے میں کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے کسی دشمن نے کسی دلال کے ذریعے اپنا فارم ایک اجنبی کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا اور اپنی جائیداد فروخت کرنے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ وہ افریقہ کے اس حصے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا تھا۔

چنانچہ اس کے بعد سے بے شک ہمیں سوراٹ پیٹ کی صورت نظر نہ آئی لیکن ہم اس کے ہاتھ کا بوجھ محسوس کرتے رہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد سے ہمارے مویشی چرائے جانے لگے اور دوسری مشکلات بھی ہم پر نازل ہوتی رہیں سی ہامانے اپنے پر اسرار طریقوں سے معلوم کر لیا کہ سب واردات میں سوراٹ پیٹ کا ہاتھ تھا وہ اپنے دور کے اور خفیہ بھٹ میں بیٹھا کافروں کے ذریعہ یہ کام کروا رہا تھا اور پھر اس نے ایک اور پانسہ پھینکا۔ یعنی یہ کہ کسی نہ کسی طرح اس نے رالف کے لئے یہ حکم بھجوادیا کہ وہ کافروں کو بغاوت فرد کرنے کے لئے ایک دور افتادہ علاقے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ جائے۔ کافی بھاگ دوڑ اور بہت زیادہ روپیہ خرچنے کے بعد ہم نے رالف کو اس مصیبت سے نکال دیا۔

یہ پریشانیاں، جو سوراٹ پیٹ ایک یا دوسرے ذریعہ سے ہم پر نازل کر رہا تھا آخر کار ایسی نا قابل برداشت ہو گئیں کہ میں نے گھبرا کر جان سے کہا کہ اب مناسب ہو گا کہ ہم اپنا گھر بار چھوڑ کر ٹرانسکی سے روانہ ہو جائیں اور کہیں دور اور ایسی جگہ بس جائیں جہاں سوراٹ پیٹ کا ہاتھ نہ پہنچ سکے لیکن جان نے میری بات نہ مانی کیونکہ اسے یہ جگہ بے حد پسند تھی اس نے ایک ایک اینٹ جمع کر کے گھر بنایا تھا اور محض سوراٹ پیٹ کے خوف سے وہ اپنا یہ گھر چھوڑنا نہ چاہتا تھا جس کے گارے میں اس کا پسینہ ملا ہوا تھا۔ البتہ میری ایک بات اس نے مان لی اور وہ یہ کہ رالف اور سوزانے کی شادی جلد از جلد کر دی جائے کیونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جب تک کہ وہ دونوں میاں بیوی نہ بن جائیں گے تب تک سوراٹ پیٹ نہ خود چین سے بیٹھے گا اور نہ ہمیں بیٹھنے دے گا۔

طے پایا کہ رالف اور سوزانے کی شادی کا معاملہ فی الحال راز میں رکھا جائے مبادا یہ بات سوراٹ پیٹ کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ سوزانے کو چرا لے جانے کی آخری اور بے دھڑک کوشش کر بیٹھے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ بات سوراٹ پیٹ کو معلوم ہو گئی حالانکہ میں آج تک یہ معلوم نہ کر سکی کہ

یہ بات اس تک کیسے پہنچ گئی۔ البتہ میرا خیال ہے کہ شادی کی رسم ادا کرنے کے لئے ہم نے جس پادری کو بلایا تھا وہ بڑا باتونی اور پیٹ کا ہلکا تھا حالانکہ ہم نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ وہ اس بات کا ذکر کبھی بھولے سے بھی کسی کے سامنے نہ کرے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے فارم تک دو دن کے سفر میں اس کم بخت نے رالف اور سوزانے کی شادی کے متعلق کچھ بک دیا راستے میں۔

ہم سب یہی چاہتے تھے کہ رالف اور سوزانے کی شادی کے بعد بھی ہم سب ساتھ ہی رہیں البتہ رالف اور سوزانے کا گھر ہمارے گھر سے الگ ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے گھر میں مزید ایک شادی شدہ جوڑے کے لئے جگہ نہ تھی اس کے علاوہ میں یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ شادی کے بعد سوزانے ہمارے ساتھ، میرا مطلب ہے ایک ہی گھر میں رہے کیونکہ دیکھا گیا ہے اکثر اس کا انجام ساس بہو یا ساس داماد یا ماں بیٹی کے سخت جھگڑوں پر ہوتا ہے اور پھر دونوں کی ہی یعنی نئے بیاہتا جوڑے اور ساس سسر کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ میں تو بھئی دنیا کی ہر ماں کو مشورہ دیتی ہوں کہ جب ان کا بیٹا بیوی لے آئے تو اسے اور اپنی بہو کو ہنسی خوشی الگ کر دیں اس طرح ساس بہو اور ماں بیٹے اور ان کی اولاد کے دل میں بھی اپنے بزرگوں کی عزت و محبت قائم رہے گی اور کبھی کسی کا دل میلا نہ ہو گا۔

خیر تو آمدم برسر مطلب جان نے رالف اور سوزانے کے لیے ایک نیا گھر دینے کا فیصلہ کیا، اس کے لئے اس نے جو جگہ پسند کی وہ ہمارے گھر سے زیادہ دور نہ تھی اور طے پایا کہ دو تین مہینوں کے لئے یعنی جب تک یہ نیا گھر بن نہیں جاتا رالف اور اس کی بیوی میری ایک بھتیجی کے وہاں چلیں جائیں۔ میری اس بھتیجی کا فارم بہت عمدہ تھا اور ہم اکثر وہاں جایا کرتے تھے چند وجوہات کی بنا پر جان کی یہ تجویز ہم سب کو پسند آئی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میرے خیال میں نیا بیاہتا جوڑا ایک عرصہ کے لئے اپنے بزرگوں سے دور اور آزاد ہے تو میاں بیوی میں محبت بڑھتی ہے کیونکہ اپنے بزرگوں کے سامنے وہ نہ تو کھل کر آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں اور نہ ہی آزادی سے مل کر بیٹھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ وجہ بھی تھی کہ ہمارے خیال میں رالف اور سوزانے سوراٹ اور اس کی دسترس سے جتنے زیادہ دور رہیں اتنا ہی اچھا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم سوراٹ پیٹ کی شیطنیت سے واقف نہ تھے چنانچہ ہم نے سمجھ لیا تھا بلکہ یقین کر لیا تھا کہ جب رالف اور سوزانے کی شادی ہو جائے گی تو وہ انہیں پریشان نہ کرے گا اور یہ ہماری غلطی تھی جس کا خمیازہ ہمیں آخر کار بھگتنا پڑا۔

آخر شادی کے ایک دن پہلے کی شام آ گئی اور اس کے ساتھ وہ پادری بھی آ گیا جو شادی کا خطبہ پڑھنے والا اور رالف اور سوزانے کو ایک نہ ٹوٹنے والے بندھن میں باندھ دینے والا تھا۔ پادری تھکا ہوا اور بھوکا تھا اس کے باوجود مسکرا رہا تھا اور ایک ایک کو دعائیں دے رہا تھا۔

رات کو ہم سب نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا تھا اور ہم سب بے حد خوش تھے اور ہنس بول رہے تھے۔ رالف اور سوزانے کی خوشی کا تو ظاہر ہے کہ کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن وہ نہ ہنس رہے تھے اور نہ بول رہے تھے بلکہ بیٹھے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے اور ان آنکھوں میں پیار تھا اور ایک دوسرے

پر قربان ہو جانے کا جذبہ تھا۔
سونے کے لئے جانے سے پہلے میں گھر سے باہر آئی کیونکہ مجھے یاد آیا کہ وہ کپڑے اب تک جھاڑیوں پر ہی پھیلے ہوئے تھے جو سوزانے نے دھو کر وہاں ڈال دیئے تھے میں وہ کپڑے سمیٹنے باہر آئی تھی کیونکہ خوف تھا کہ کہیں راتوں رات کافر عورتیں انہیں چرا نہ لے جائیں۔ یہ کپڑے گھر سے کچھ دور اور سی ہامبا کی جھونپڑی کے قریب جھاڑیوں پر ڈالے گئے تھے چونکہ چاندنی رات تھی اس لئے میں لالٹین لئے بغیر ہی باہر آگئی تھی۔
جب میں ان جھاڑیوں کے قریب پہنچی تو ٹھٹھک گئی میں کسی کے گانے کی آواز سن رہی تھی۔ یہ آواز جو بے حد شیریں اور ہلکی تھی ان جھاڑیوں میں سے آرہی تھی جو چند قدم کے فاصلے پر تھیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ کون عورت تھی کیونکہ آواز عورت کی ہی تھی اور اس وقت کیوں گا رہی تھی، میں دبے پاؤں ایک درخت کے قریب پہنچی اور اس کے سائے میں رہ کر اور اس کے تنے کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا۔
جھاڑیوں کی آغوش میں ایک چھوٹی سی کھلی جگہ تھی جس میں گھاس اگ رہی تھی اور وہاں ایک پتھر پر سی ہامبا اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کا چہرہ تو چاندنی میں حیرت انگیز طور پر چمک رہا تھا لیکن اس کا بقیہ جسم جھاڑیوں کے سایوں میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک دوسرا پتھر تھا اور اس پتھر پر ایک بڑا سا چوبی پیالہ رکھا ہوا تھا۔ ایسے بڑے پیالے کافر لوگ پورے ایک مہینے کی محنت سے اور درختوں کے تنے کاٹ کر بناتے ہیں۔ اس پیالے میں پانی بھرا ہوا تھا جو چاند کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ سی ہامبا اس پیالے میں دیکھ رہی تھی اور وہ گیت گا رہی تھی جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آرہا تھا۔
چند ثانیوں بعد ہی وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ اس کے بشرے سے خوف وہراس کے آثار عیاں تھے جیسے اس نے پیالے میں کوئی بھیانک چیز دیکھ لی ہو۔ اس نے گانا بند کر دیا، اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانک لیا اور کراہنے اور کچھ کہنے لگی، ایک نام بار بار اس کے منہ سے نکل رہا تھا یعنی سوزانے کا لقب "ابابیل۔"
اور میں نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا وہ جادو آزما رہی تھی جس کی وہ ماہر تسلیم کی جاتی تھی حالانکہ اس نے ہمیشہ ساحرہ ہونے سے انکار ہی کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آگے بڑھ کر اسے یہ شیطانی کام کرنے سے روک دوں لیکن پھر میرا تجسس میرے مذہبی جذبات پر غالب آگیا اور میں نے سوچا کہ آخر میں بھی تو دیکھوں کہ سی ہامبا نے اس پیالے میں ایسی کون سی بات دیکھی تھی جس کا تعلق میری بیٹی سوزانے سے تھا۔
چنانچہ میں درخت کے پیچھے سے نکل کر سی ہامبا کے سامنے پہنچی اور پوچھا:
"سی ہامبا! اتنی رات گئے اور اس تنہا مقام میں تم کیا کر رہی ہو؟"
میں بڑی خاموشی سے آئی تھی سی ہامبا نے مجھے نہ تو آتے دیکھا اور نہ سنا تھا اس کے باوجود وہ نہ چونکی

نہ خوف زدہ ہوئی اور نہ چیخی بلکہ اس نے میری طرف دیکھا۔
"اے ابابیل کی ماں۔" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "ابابیل ابھی کنواری ہے چنانچہ میں اپنے طور سے اس کی قسمت کا حال معلوم کر رہی ہوں اور دیکھو! اس میں دیکھ رہی ہوں اس کی قسمت۔"

اور اس نے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ پیالے میں صاف پانی بھرا ہوا تھا، اس کی تہہ میں سفید ریت بچھی ہوئی تھی اور اس ریت پر آئینے کے پانچ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے ان ٹکڑوں کو بڑی مہارت سے گھس کر گول، یعنی روپے یا اشرفی کی شکل کا بنایا گیا تھا ان میں سب سے بڑا ٹکڑا انگریزی سکے کراؤن کے جتنا تھا۔ یہ ٹکڑا پیالے کے عین مرکز میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے لگا کہ جو ٹکڑا رکھا ہوا تھا وہ نصف کراؤن جتنا تھا اور اس کے دائیں بائیں اور اس سے ذرا دور اور دوسرے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے اور پھر آخری اور سب سے چھوٹا ٹکڑا اس جگہ رکھا ہوا تھا جہاں پیالے کی دیواریں پیندے سے ملتی تھیں۔

"ابابیل" سی ہامبا نے آئینے کے دو بڑے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا "اور ابابیل کا شوہر اور یہ دائیں بائیں ابابیل کی ماں اور باپ ہیں۔ یہ اس طرف ابابیل کے قدموں میں، یہ چھوٹی سی ہامبا ہے، ابابیل کی کنیز، یہ ٹوٹے ہوئے آئینے مجھے ان کی صورتیں دکھاتے ہیں جن کے نام پر میں نے انہیں پیالے میں رکھا ہے اور انہیں میں نے اس ترتیب سے رکھا ہے جس ترتیب سے آسمانوں میں ان ہستیوں کی قسمت کے ستارے ہیں۔"

یہ سن کر میں دل ہی دل میں کانپ گئی کیونکہ مجھے اس عورت کے جادو سے خوف آتا تھا۔ لیکن بظاہر میں ہنسی اور میں نے کہا:

"سی ہامبا! آئینے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں سے بچوں کا یہ کھیل کھیلنے تم یہاں آئی ہو؟"

"ہاں۔ لیکن یہ کھیل انہیں وہ کہانی بتا سکتا ہے جن میں پڑھنے کی قوت ہو۔"

سی ہامبا نے ذرا بھی غصہ کئے بغیر اس طرح کہا جیسے وہ حقیقت سے واقف ہو اور مجھے نری جاہل سمجھتی ہو۔

"تو پھر کہو ان ٹکڑوں سے کہ مجھے کہانی دکھائیں اور میں تم پر اور تمہاری باتوں پر یقین کر لوں گی" میں نے ایک بار پھر ہنس کر کہا۔

سی ہامبا نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

یہ میرے اختیار سے باہر ہے کیونکہ اے خاتون، تمہارے پاس وہ دیکھنے والی نظر ہے ہی نہیں۔ لیکن اپنے شوہر کو یہاں لے آؤ اور شاید وہ یہ کہانی یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

سی ہامبا کی یہ بات سن کر مجھے غصہ آ گیا۔ میں اپنے شوہر سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ میرے مقابلے میں اس کی عقل اور سمجھ بوجھ بچوں کی سی ہے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ گھر میں نہ پا کر مجھے تلاش

کرتا ہوا اس طرف آ نکلا چنانچہ میں نے آواز دے کر اسے بلا لیا اور پورا واقعہ خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ غصے ہو کر نہ صرف سی ہامبا کو برا بھلا کہے گا بلکہ اس کا جادو کا پیالہ بھی ایک ٹھوکر مار کر الٹ دے گا۔

لیکن جب تک میں جان کو یہ باتیں بتاتی رہی تب تک سی ہامبا اپنی ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے اس کی طرف دیکھتی رہی اور میں سمجھتی ہوں کہ میرا شوہر تقریباً شروع سے ہی اس پراسرار عورت کے اثر میں آ گیا تھا۔ بہرحال وہ غصہ نہ ہوا البتہ اس نے یہ کہا کہ میں یہ باتیں پادری سے نہ کہوں کیونکہ وہ سخت متعصب اور تنگ نظر آدمی تھا اور پھر اس نے سی ہامبا سے کہا کہ وہ جان کو اس پیالے میں دیکھ لے جان نے ایسا ہی کیا۔ اس تمام عرصے میں سی ہامبا نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی جان کے چہرے پر سے اپنی نظریں نہ ہٹائیں، جان، سی ہامبا کی ہدایت کے مطابق، پیالے پر اس طرح جھک گیا کہ اس کا سایہ پیالے اور اس میں بھرے ہوئے پانی پر نہ پڑ رہا تھا۔

"اے ابابیل کے باپ" سی ہامبا نے کہا "جو کچھ تم اس پیالے میں دیکھو ہمیں بتاتے جاؤ۔"

چنانچہ جان نے بے حد نیچی آواز میں کہنا شروع کیا کہ آئینے کے ایک ٹکڑے میں سوزانے اور دوسرے میں اسے رالف دکھائی دے رہا تھا، اور تیسرے میں خود وہ، چوتھے میں اس کی بیوی اور پانچویں میں سی ہامبا نظر آ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا کہ یہ سب کیا کر رہے ہو لیکن میرے اس سوال کا جواب وہ صاف طور سے نہ دے سکی چنانچہ میں نے سوچا کہ ہم لوگوں کی تصویریں آئینے کے ان ٹکڑوں پر سی ہامبا نے بنا رکھی ہوں گی۔

"اور کیا دیکھ رہے ہو تم؟" سی ہامبا نے پوچھا۔

"پانی میں مجھے ایک سایہ نظر آ رہا ہے" جان نے جواب دیا "ایک کالا سایہ اور یہ سورلٹ پیٹ کے سر کی طرح ہے جسے کالے کاغذ سے تراشا گیا ہے۔ یہ سایہ پھیل رہا ہے۔ ہاں۔ اس نے شیشوں میں نظر آتے ہوئے سارے چہروں کو تقریباً ڈھک لیا ہے میں نے کہا ہے تقریباً لیکن پوری طرح سے نہیں۔ کیونکہ اس سائے کے نیچے کچھ واقعات ہو رہے ہیں جنہیں میں سمجھ نہیں سکتا۔ اب یہ سایہ سمٹ رہا ہے اور اب سایہ اتنا چھوٹا ہو گیا ہے کہ صرف اس شیشے کو ڈھک رہا ہے جس میں مجھے تمہاری صورت نظر آ رہی ہے۔ سی ہامبا...... اور اسی سائے میں مجھے یہ ٹکڑا سرخ دکھائی دے رہا ہے...... اور ہاں۔ اس کے ارد گرد کا پانی بھی سرخ ہو گیا ہے اور اب اس پیالے میں کچھ نہیں ہے۔"

اور جان اٹھ کر کھڑا ہو گیا خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اس کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا اور کہا "میرے خدا! بے شک یہ جادو ہی ہے۔"

"لاؤ۔ میں دیکھتی ہوں" میں نے کہا۔ اور پیالے میں جھانکنے لگی لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا سوائے پانی، ریت اور آئینے کے پانچ ٹکڑوں کے چنانچہ میں نے جان سے کہا:

"تم نرے بے وقوف ہو کہ ایک کافر عورت بھی تمہیں الو بنا لیتی ہے۔"

لیکن جان نے میری بات سنی ان سنی کر کے سی ہاما سے پوچھا۔ "جو کچھ میں نے دیکھا۔ اس کا مطلب کیا ہے سی ہاما؟"

"ابابیل کے باپ" سی ہاما نے کہا "اس پیالے میں جو میں نے دیکھا وہی تم نے بھی دیکھا البتہ مجھے چند باتیں زیادہ نظر آئی تھیں کیونکہ میری نظر تمہاری نظر سے زیادہ تیز ہے۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ لیکن میں اس کا پورا مطلب بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ اس قسم کی تصویریں ذرا نامکمل سی ہوتی ہیں وہ مستقبل کا خلاصہ تو بیان کر دیتی ہیں لیکن اسے تفصیلی طور پر سامنے نہیں لاتیں۔ بہر حال یہ بات تو یقینی ہے کہ سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں ہم سب پریشان ہونے والے ہیں اور ہم سب پر کوئی مصیبت آنے والی ہے کیونکہ اس کا سایہ ہم سب کے عکسوں پر پڑا ہے لیکن یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ اس کا سایہ تم سب پر سے ہٹ گیا ہے لیکن میری تصویر پر قائم رہا ہے اور مجھے خون کی طرح سرخ کر رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب لوگ آخر میں بچ جاؤ گے لیکن میں سوراٹ پیٹ کے یا اس کے ذریعہ سے ماری جاؤں گی۔ خیر اگر یونہی لکھا ہے قسمت میں تو بے شک یونہی ہو گا لیکن میں نے اس پیالے میں جو زیادہ باتیں دیکھی ہیں ان کی بناء پر تمہیں یہ مشورہ دیتی ہوں کہ فی الحال کانزی اور ابابیل کی شادی ملتوی کر دو کیونکہ جب ان کی شادی ہو جائے گی تو ان واقعات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور آغاز یہاں سے نہیں وہاں سے ہو گا۔ یہاں تم ان دونوں کو شادی کے بعد بھیج دو گے"

جب میں نے یہ الفاظ سنے تو مارے غصے کے میرا خون کھولنے لگا۔

"کیا؟" میں نے چیخ کر کہا۔ "جب تمام تیاریاں ہو چکی ہیں اور پادری بھی آ گیا ہے تو شادی ملتوی کر کے اپنی ہنسی اڑوائیں گے اور وہ بھی محض اس لئے کہ یہ سیاہ فام بونی پانی میں جھانک کر الٹی سیدھی باتیں بیان کرتی ہے؟ اور جان تمہیں کیا گیا ہے کہ کافر عورت کے جھوٹ پر ایمان لے آئے ہو؟ میں یہاں کی مالکن ہوں، میرا یہاں حکم چلتا ہے اور میں ایسی کافرانہ باتوں کو برداشت نہ کروں گی اگر ہمیں پیالوں میں جھانکنا اور کافروں کی باتوں سے خوفزدہ ہونا ہے تو مناسب ہو گا کہ ہم مر جائیں۔ لیکن نہیں۔ ہمیں خدا نے اس دنیا میں بھیجا ہے چنانچہ ہمیں دنیوی مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ بہر حال کرنا ہے۔ ان سے ڈرنا اور ان سے بھاگنا بزدلی ہے جسے خدا پسند نہیں کرتا۔ مجھے خدا اور اس کی ذات پر بھروسہ ہے اور میں سوراٹ پیٹ سے نہیں ڈرتی چنانچہ یہ شادی ہو گی اور کل ہی ہو گی جیسا کہ طے ہو چکا ہے۔"

"خوب۔" جان نے کہا۔ "خود میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔"

لیکن اس کے ماتھے پر اب بھی پسینہ اور چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"بیوی!" چند ثانیوں کے بعد جان نے کہا۔ "خدا کے لئے ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا خصوصاً پادری سے ورنہ وہ مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دے گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ بہت عمدہ بات کہی ہے" سی ہاما نے کہا "لیکن نظر بہر حال نظر ہے اور جو دیکھنے کی

قوت رکھتے ہیں وہ بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اے ابابیل کی ماں اور باپ! تم نے سچ کہا۔ پانی میں جو کچھ تم نے دیکھا وہ محض ایک شعبدہ تھا اور ایسے ہی شعبدے دکھا کر میں اپنا پیٹ پالتی ہوں اور تم واقعی عقل مند ہو کہ تم نے میری شعبدہ بازی پہچان لی اور میرے اس شعبدے کا تمہارے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ تمہارا داتا وہ ہے جو آسمانوں پر ہے۔ کچھ خیال نہ کرو۔ بھول جاؤ جو تم نے دیکھا ہے۔ یہ تو جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہے۔"

اور اس نے ایک ٹھوکر مار کر پیالہ الٹ دیا۔ پانی بہہ گیا اور آئینے کے ٹکڑے زمین پر گر گئے۔ سی ہامبا نے یہ ٹکڑے اٹھا کر اپنی چرمی تھیلی میں رکھ لئے۔ اور پھر میں اور جان اپنے گھر کی طرف چل دیئے لیکن درختوں کے جھنڈ میں سے گزرتے وقت میں نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ سی ہامبا چاندنی میں کھڑی ہوئی تھی اس کا منہ اوپر اٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ ہاتھ مل رہی تھی اور تب پہلی دفعہ ایک انجانا خوف میرے دل میں جاگزیں ہو گیا۔

رالف اور سوزانے کی شادی کی شفاف صبح طلوع ہوئی۔ ایسی شفاف صبح میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بہار کا موسم تھا چنانچہ درخت نئے پتوں سے اور میدان تازہ گھاس سے ڈھک گئے تھے اور جگہ جگہ خودرو رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے ہلکی ہلکی بہتی ہوئی ہوا گھاس کی پتیوں اور پھولوں کی پنکھڑیوں پر سے شبنم کے موتیوں کو زمین پر ٹپکا رہی تھی اور گھنی جھاڑیوں میں فاختائیں چونچیں ملا رہی تھیں۔ برآمدے کے چھجے تلے سرخ سینے والی ابابیلوں کا ایک جوڑا پچھلے کئی دنوں سے اپنا گھونسلہ بنا رہا تھا اور آج ان کا گھونسلہ مکمل ہو رہا تھا۔ میں ابابیلوں کے اس جوڑے کی طرف دیکھ رہی تھی کیونکہ یہ پرندے میرے دوست تھے اور جب پرواز کرتے اور میرے اردگرد منڈلاتے تھے تو ان کے بازو میرے گالوں کو چھو جاتے تھے۔ عین اس وقت انہوں نے گھونسلوں کی تعمیر بند کر دی یا شاید وہ اسے مکمل کر چکے تھے۔ وہ دونوں اڑ کر قریب کے درخت پر جا بیٹھے اور ایک دوسرے کی محبت اور خوشی سے سرشار ہو کر چہچہانے لگے۔

عین اس وقت سی ہامبا میرے قریب آ گئی جیسے وہ کوئی خاص بات کہنے آئی ہو۔ "ابابیل اور اس کا جیون ساتھی" سی ہامبا نے میری نظر کا تعاقب کرتے اور ٹہنی پر جھولتے ہوئے پرندوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا کیونکہ اس کی یہ بات مجھے نیک شگون معلوم ہوئی تھی۔

وہ دونوں اپنا گھونسلہ بنا چکے ہیں اور اب خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اپنے اس گھر میں ہنسی خوشی رہیں گے اور اپنی پرورش کریں گے۔"

ابھی یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ روپہلی زمین پر ایک سایہ نظر آیا۔ یہ ایک بھورے رنگ کا عقاب تھا جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے اس نے بازو بند کر کے ابابیلوں کی طرف غوطہ لگایا میں نے ان میں سے ایک عقاب کو جھپٹتے دیکھ لیا اور وہ تیزی سے نیچے اتر آئی لیکن دوسری ابابیل کا ساتھی عقاب کے اردگرد چکر لگانے اور چیخنے لگا عقاب نے اپنے شکار کو نہ چھوڑا۔ وہ اسے اپنے پنجوں میں دبائے اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔

"ہائے میری ابابیل" میں نے کہا۔ "ظالم عقاب میری ابابیل کو لے گیا"

میں نے اوپر نظر کی۔ ایک کالا پہاڑی کوا ہمارے گھر کے پیچھے سے نمودار ہو کر عقاب کے قریب پہنچا اور اس کو چونچیں مارنے لگا۔ یہاں تک کہ عقاب اپنا بچاؤ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے اپنا شکار چھوڑ دیا۔ ابابیل اپنے ساتھی کے ساتھ پھڑ پھڑاتی ہوئی زمین پر آ گئی اور عقاب اور کوا آپس میں لڑتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اوپر اٹھتے چلے گئے یہاں تک کہ آسمان کی نیلاہٹوں میں گم ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں تقریباً بھاگتی ہوئی برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر وہاں پہنچی جہاں ابابیل پڑی ہوئی تھی لیکن سی ہامبا مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر ابابیل کو اپنے ہاتھ میں اٹھا چکی تھی۔

"عقاب کی چونچ نے اسے زخمی کر دیا ہے" سی ہامبا نے ابابیل کو سینے کے پروں پر خون کے ایک چھوٹے سے داغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "لیکن اس کی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی ہے اور میں سمجھتی ہوں یہ زندہ رہے گی۔ آؤ۔ ہم اسے اس کے گھونسلے میں رکھ دیں اور اس کی تیمارداری کریں اس کے ساتھی کو قدرت پر چھوڑ دیں۔"

اور یہی ہم نے کیا اور زخمی ابابیل چند دنوں تک گھونسلے میں پڑی رہی اور اس کا ساتھی مکھیاں پکڑ کر لاتا اور اسے کھلاتا رہا اور جب زخمی ابابیل تندرست ہو گئی تو وہ دونوں نئے گھر کی تلاش میں وہاں سے پرواز کر گئے اور کبھی واپس نہ آئے۔

"تم مجھ سے کچھ کہنے آئی ہو سی ہامبا؟" جب ہم ابابیل کو اس کے گھونسلے میں رکھ چکے تو میں نے کہا۔

"باس سے کہوں یا تم سے بات ایک ہی ہے" سی ہامبا نے کہا۔

"کہو جو کہنا ہے"

"میں ایک سفر پر روانہ ہو رہی ہوں۔ میری اپنی سواری کے لئے تو ایک گھوڑا ہے۔ میرے پاس جو باس نے مجھے اس دن کے بعد انعام میں دیا تھا جب تم لوگوں کو میں نے خبردار کرنے کے لئے ٹائیگرس لیک میں آئی تھی۔ اس کالے گھوڑے کا علاج میں نے کیا تھا لیکن اپنا ضروری سامان لانے اور زنٹی کو سواری کے لئے مجھے ایک جانور کی ضرورت ہے کیونکہ زنٹی اس سفر میں میرے ساتھ چل رہا ہے تمہارے جانوروں میں ایک بھورا خچر ہے جسے تم لوگ بہت کم استعمال کرتے ہو کیونکہ وہ شریر ہے

لیکن یہ خچر بڑا ہی طاقتور ہے اور زنٹی اس سے نہیں ڈرتا۔ اب تم یہ خچر میرے ہاتھ فروخت کرو گی؟ ایک کافر کی بیوی کو تندرست کر کے میں نے اپنی فیس کے طور پر دو گائیں اس سے وصول کیں خچر کی قیمت تین گائے ہیں لیکن میرے پاس صرف دو گائے ہیں اور میں اس کی قیمت میں یہی دو گائے دے سکتی ہوں۔"

میں وہاں جاؤں گی جہاں میری آقا شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ جائے گی" سی ہامبا نے جواب دیا۔

"سوزانے نے تمہیں اپنے ساتھ آنے کو کہا ہے؟"

"نہیں۔ ظاہر ہے کہ خوشی کے ایسے موقع پر ابابیل کو میرا خیال بھی نہ آئے گا اور اسے یہ پروانہ ہو گی کہ میں کہاں آتی اور کہاں جاتی ہوں۔ فکر نہ کرو۔ میں ابابیل کو نہ پریشان کروں گی اور نہ ہی اس پر بوجھ بنوں گی۔ میں اس کے پیچھے جاؤں گی اور اس وقت تک اس کی نظر سے اوجھل رہوں گی جب تک کہ اسے میری ضرورت نہیں پڑ جاتی۔"

میں نے سوچا کہ سی ہامبا کو ڈانٹ دوں۔ اس لئے نہیں کہ اس کی تجویز مجھے پسند نہ تھی بلکہ اس لئے کہ میں مالکن تھی اور اگر ایسا انتظام کوئی ضروری تھا تو میں کر سکتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ سی ہامبا نے میری دلی کیفیت معلوم کر لی اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی خود اس نے جواب دیا اور وہ بھی عجیب ڈھنگ سے یعنی اس طرح کہ پہلے اس نے ابابیل کے گھونسلے کی طرف، پھر اس ٹہنی کی طرف جس پر کچھ دیر پہلے دونوں پرندے بیٹھے تھے اور آسمان کی طرف دیکھا۔

اور اب میرا جی چاہا کہ میں سی ہامبا پر برس پڑوں کیونکہ اگر مجھے دنیا میں کسی چیز سے سخت نفرت تھی تو وہ سی ہامبا کی یہ پرندوں اور شگونوں کے متعلق احمقانہ باتیں تھیں۔ لیکن میں سی ہامبا پر غصہ نہ کر سکی۔ شاید اس کالے کوے کی خاطر۔ ظالم عقاب نے اس ابابیل کو پکڑ لیا تھا جس سے مجھے محبت تھی اور اسے اطمینان سے کھانے کے لئے اپنے گھونسلے کی طرف جا رہا تھا لیکن اس کالے کوے نے ابابیل کی جان بچائی تھی۔ اب یہ واقعات پرندوں میں ہو سکتے ہیں تو پھر انسانوں میں بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان بھی آپس میں ایک دوسرے کا شکار کر لیتے ہیں۔

"سی ہامبا" میں نے کہا "لے جاؤ خچر باس سے میں کہہ دوں گی۔ رہی تمہاری دونوں گائیں تو وہ تمہیں مبارک ہوں جب تک واپس نہ آؤ گی تمہاری یہ دونوں گائیں ہمارے مویشیوں کے ساتھ چرتی رہیں گی اور ہمارے چرواہے ان کی بھی رکھوالی کریں گے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں اے ابابیل کی ماں" سی ہامبا نے کہا۔

اور جب وہ جانے کے لئے پلٹی تو میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"کوئی بات سنی ہے تم نے سی ہامبا جس نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے؟"

"میں نے کوئی بات نہیں سنی ہے اس کے باوجود میں خوفزدہ ہوں۔"

"تو پھر تم بے وقوف ہو کہ ایک بے بنیاد خوف کی وجہ سے سفر پر روانہ ہو رہی ہو۔"

"یونہی سہی۔ لیکن میں جاؤں گی ضرور۔"

"تمہاری مرضی۔ نظر رکھنا میری بیٹی پر۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس وقت تک نظر رکھوں گی جب تک کہ میرے گھٹنے بے جان اور آنکھیں بے نور نہیں ہو جاتیں۔"

اور وہ چلی گئی اور اس کے بعد کئی طویل اور اکتا دینے والے مہینوں تک ہم نے اس کی صورت نہ دیکھی۔ آہ! سوزانے میری پرنواسی۔ اگر یہ وچڈاکٹریس سی ہامبانہ ہوتی تو آج تم یہاں بیٹھی یہ کہانی دیکھ رہی ہوتیں اور تمہاری شکل و صورت پچاس برس پہلے کی سوزانے سے اتنی ملتی جلتی ہوئی نہ ہوتی۔

شادی ٹھیک دوپہر کے وقت ہونے والی تھی اور حالانکہ میں ضروری انتظامات میں مصروف تھی۔ اس کے باوجود وہ صبح مجھے اتنی طویل معلوم ہوئی کہ اپنی عمر میں کبھی کوئی صبح اتنی طویل معلوم نہ ہوئی تھی میں نہیں جانتی کہ ایسا کیوں تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ صبح کبھی ختم نہ ہو گی۔ اور بارہ کبھی نہ بجیں گے اور پھر جہاں بھی میں کسی کام کے سلسلے میں جاتی رالف مجھ سے ٹکرا جاتا۔ وہ اپنا نیا لباس پہنے بے مقصد ادھر ادھر بھٹک رہا تھا اور اس کے پیچھے ہی پیچھے جان تھا جس نے اپنے ہاتھ میں نئی ہیٹ لے رکھی تھی۔

اور جب باورچی خانے میں ان دونوں سے میری مڈبھیڑ ہو گئی تو میں برداشت نہ کر سکی۔

"یہ کیا حماقت ہے؟" میں نے چیخ کر کہا "جہاں جاتی ہوں تم دونوں سے ٹکرا جاتی ہوں۔ اب یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میرے خدا!" جان نے کہا۔ "اری نیک بخت اس لئے یہاں آئے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی اور جگہ ہے نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"نشست گاہ کو شادی گاہ بنایا جا رہا ہے اور اس کے بعد وہیں کھانا کھایا جائے گا چنانچہ وہاں ہر چیز ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر گھسیٹی جا رہی ہے......"

"تو پھر رالف کے کمرے میں جاؤ۔"

"وہاں پادری صاحب بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔"

"تو میرا کمرہ کہاں بھاگ گیا ہے؟" میں نے پھنکار کر کہا۔

"اس میں سوزانے کھسی اپنا نیا لباس پہن رہی تھی حتیٰ کہ برآمدے اور اصطبل میں کافر بھرے

ہوئے ہیں اب تم ہی بتاؤ کہ ہم کہاں جائیں؟۔"

"کیا مصیبت ہے؟ میں کہتی ہوں تم چھکڑے پر سامان وغیرہ ہی۔"

رالف نے فوراً میری بات کاٹ دی۔

"ہاں! چھکڑا تیار ہے" وہ بولا "اس میں سامان بھرا جا چکا ہے اور اس خوف سے اس میں بیل بھی جوت دیئے ہیں کہ کہیں عین وقت پر وہ بھاگ نہ جائیں۔"

"تو پھر جا کر چھکڑے میں بیٹھو اور پائپ پیتے رہو۔ وقت آنے پر میں تمہیں بلا لوں گی۔" اور وہ دونوں شرم سے سرخ چہرے لئے باہر چلے گئے۔ رالف آگے تھا اس کے پیچھے جان۔

ٹھیک بارہ بجے میں انہیں بلانے گئی وہ دونوں چھکڑے کے صندوق پر خاموش بیٹھے چمنیوں کی طرح بے تحاشہ پائپ کا دھواں اڑا رہے تھے۔

"رالف چلو" میں نے کہا "تمہاری شادی کی مبارک گھڑی آ گئی ہے"

اور رالف اٹھ کر گھر کی طرف آیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور وہ یوں لڑکھڑا رہا تھا جیسے اس نے پی رکھی ہو۔ جان حسب معمول اس کے پیچھے تھا اور وہ اب تک پائپ پھونک رہا تھا جسے وہ منہ سے نکالنا بھول گیا تھا۔

خدا جانے کیوں اس شادی کی تفصیلات مجھے یاد نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ وہ میرے حافظے سے مٹ گئی ہیں یا شاید اس لئے کہ ان یادوں پر بعد کی بہت سی یادیں پڑی ہیں اور یہ تفصیلات ان یادوں تلے دب گئی ہیں۔

مجھے جو کچھ یاد ہے وہ یوں ہے کہ سوزانے اس چھوٹی سی میز کے سامنے کھڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے پادری اپنی کتاب لئے کھڑا تھا۔ سوزانے نے سفید لباس پہن رکھا تھا جو اس کے بدن پر پھنس کر آیا تھا اور بھلا معلوم ہوتا تھا۔ آج کل کی بوئیر دلہنیں انگریز لڑکیوں کی تقلید میں اپنے چہرے پر جالدار نقاب ڈال لیتی ہیں لیکن سوزانے کے چہرے پر ایسی نقاب نہ تھی وہ اپنے ہاتھ میں سفید پھولوں کا ایک گلدستہ لئے ہوئے تھی۔ یہ پھول کمیاب تھے اور انہیں سی ہامبا کسی گھاٹی میں سے خاص سوزانے کے لئے توڑ کر لائی تھی۔ سوزانے کا رنگ بھی ذرا زرد ہو رہا تھا یا خدا جانے کمرے کی ناکافی روشنی میں ایسا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس کے ہونٹ بیر بہوٹی کی طرح سرخ تھے اور جب اس نے قریب کھڑے ہوئے رالف کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں حیرت انگیز چمک تھی۔

خطبہ پڑھا گیا، چند الفاظ کہے گئے۔ دلہا اور دلہن نے ایک دوسرے کی انگلی میں انگوٹھی پہنائی، ان دونوں نے ایک دوسرے کے ہونٹ چومے اور اب انسانوں اور خدا کے نزدیک میاں بیوی تھے۔

میں سمجھی کہ چلو شادی ہو گئی لیکن نہیں پادری صاحب اب نو بیاہتا دلہن کو نصیحت کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ پند و نصائح کے دریا بہانے لگے۔ انہوں نے میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کا اور دوسری بہت سی باتوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ جیسی کہ مجھے توقع تھی وہ بچوں کے مسئلے پر آ گئے اور اب میں

برداشت نہ کر سکی۔

"بس مقدس باپ، بہت ہوا" میں نے کہا۔ "جن کی شادی کو ابھی پانچ منٹ نہ ہوئے ہوں ان کے سامنے بچوں کا ذکر کرنا ویسی ہی بات ہے۔"

میری اس سرزنش کا پادری صاحب نے یقیناً برا مانا ہوگا۔ لیکن اس کا اثر یہ ضرور ہوا کہ ان کی تقریر بے حد مختصر ہو کر فوراً ہی ختم ہو گئی اور تب میں نے کافر ملازموں سے کھانا لانے کو کہا۔

کھانا بہت عمدہ تھا اور یہی حال شراب کا بھی تھا اس کے باوجود دعوت ایسی بشاش نہ تھی جیسی کہ شادی کی دعوت کو ہونا چاہیے۔ اول تو پادری صاحب ہی کچھ خفا تھے کیونکہ میں نے وعظ کو بیچ میں کاٹ دیا تھا اور آپ جانیے کہ جب بھی کوئی پادری خفا ہوتا ہے تو سامنے والوں کا مزا کرکرا کر دیتا ہے۔ پھر جان نے جام اٹھا کر نئے بیاہتا جوڑے کی خوشی کا جام پینے کی تجویز پیش کرنی چاہیں لیکن ناکام رہا۔ الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے جان محفلوں میں بولنے کا عادی نہ تھا۔ قصہ مختصر اس نے حسب معمول اپنے آپ کو بے وقوف ثابت کر دیا اور اس کی کھوپڑی کی خالی جگہیں ہمیشہ کی طرح مجھے پر کرنی پڑی۔

خیر تو میں بہت دیر تک بڑی عمدگی سے بولتی رہی یہاں تک کہ سیکنڈوں میں میں اپنے آپ سے باہر ہو گئی اور رالف کے متعلق کہہ بیٹھی کہ اسے خود خدا نے ہمارے پاس بھیج دیا تھا اور یہ کہ اس کے والدین کے متعلق ہم کچھ نہ جانتے تھے اس پر جان نے مجھے ٹوکا۔

"بیوی! یہ جھوٹ بک رہی ہو معلوم ہوتا ہے شراب تمہارے دماغ پر چڑھ گئی ہے۔"

میرے دماغ پر شراب چڑھی ہو یا نہ چڑھی ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نے جان کو "عقل سلیم" ضرور بخش دی تھی کہ اس نے عین وقت پر مجھے ٹوک دیا اس وقت تو میں خاموش ہو رہی کیونکہ سب کے سامنے میں اپنے شوہر سے جھگڑا نہ کرنا چاہتی تھی لیکن بعد میں اس موضوع پر میں نے اس سے خوب جم کر بحث کی اور سب کے سامنے مجھے جھوٹی کہنے پر اسے خوب جھاڑا خوش قسمتی سے پادری نے، میں نے رالف کے متعلق بات کہی تھی اس پر کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ وہ خفا تھا اور خود اپنے ہی متعلق سوچ رہا تھا۔

اور پھر سوزانے نے اپنی باپ کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور رونے لگی۔

"میرے خدا!" میں نے ایک دم سے غصے ہو کر کہا۔ "اب اس لڑکی کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ اس لڑکی کو وہ شوہر ملا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہ خود بے تاب تھی اور اس کے بعد پہلا کام وہ یہ کر رہی ہے کہ خوش ہونے کے بجائے رو رہی ہے۔ اگر میں نے اپنی شادی کے موقع پر ایسی بدشگونی کی ہوتی تو میرا شوہر میرے کان کھینچتا اور خدا بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے شوہر کی اس زیادتی کو معاف کر دیتی۔"

پادری کو ایسا موقع خدا دے۔ وہ ایک دم سے جیسے بیدار ہو گیا۔

"دراؤ بوئمار!" اس نے الو کی طرح آنکھیں جھپکتے ہوئے کہا۔ "اب یہ میرا فرض ہو جاتا ہے کہ

آپ کو اپنی بدتمیزی اور قابل اعتراض زبان کا احساس نہ دلاؤں اور موقع و محل کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو اپنی غلطی سے آگاہ کروں اور آپ کو اس گناہ سے بچالوں جس کی آپ مرتکب شعوری یا غیر شعوری طور پر ہو رہی ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو جو احکامات دیئے تھے ان میں کا تیسرا حکم شاید آپ نہیں جانتیں اس لئے میں بتا رہا ہوں۔"

اور اس نیچی آواز میں نہ صرف اس احکامات میں تیسرا حکم بیان کیا بلکہ اس کی تفسیر بھی بیان کر دی۔

مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا البتہ یہ ضرور یاد ہے کہ پادری اپنے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھائے کمرے سے یوں بھاگ رہا تھا جیسے دوزخ کے سارے شیاطین اس کے پیچھے لگ گئے ہوں۔ عمر میں پہلی دفعہ پادری کو "جیسے کو تیسا" مل گیا تھا اور میں جانتی ہوں کہ بعد میں جب بھی وہ میرا ذکر کسی کے سامنے بھی کرتا، تو بڑے احترام سے کرتا۔

اس کے بعد کی تفصیلات مجھے پھر یاد نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ نئے بیاہتا جوڑے کی رخصتی کا وقت آیا۔ سوزانے نے کہا کہ سی ہامبا کو بلایا جائے تاکہ وہ اس سے رخصت ہوئے۔ لیکن تلاش کے باوجود سی ہامبا کہیں نہ ملی تو سوزانے کو بہت غصہ آیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ سی ہامبا کا یہ خیال، جس کا اظہار اس نے میرے سامنے کیا تھا، کس قدر غلط تھا کہ جب سوزانے کی شادی ہو جائے گی تو وہ اس بوئی وچ ڈاکٹر لیس کو بھول جائے گی۔

سوزانے نے ہم سب کو بوسہ دیا اور ہم سے رخصت ہوئی۔ ہائے! یہ کیا پتہ تھا کہ یہ واقعی ملاقات تھی۔ وہ اس چھکڑے کے قریب پہنچی جس میں بہترین نسل کے کالے بیل جتے ہوئے تھے، لیکن سوزانے اور رالف چھکڑے میں سفر کرنے والے نہ تھے کیونکہ ان کی سواری کے لئے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ عین وقت پر جان کے دماغ پر چڑھی ہوئی شراب کھدبدانے لگی اور وہ اڑ گیا کہ رالف کی سواری کے لئے وہ اپنا گھوڑا شامیل اسے دے گا۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ یہ وہی گھوڑا تھا جس کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر سی ہامبا ہمیں خبردار کرنے ٹائیگرس لیڈ. بں آئی تھی اور جس نے بیس میل کا فاصلہ ایک گھنٹے میں طے کیا تھا۔ جان کی اس ضد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جب خدا کسی کا بھلا چاہتا ہے تو وہ بے وقوفوں کے دماغ میں بھی ایک خاص بات ڈال دیتا ہے کیونکہ بعد میں جان کی یہ ضد بڑی کار آمد ثابت ہوئی اور شامیل نے ایک عظیم خدمت انجام دی۔

قصہ مختصر رالف اور سوزانے سب سے رخصت ہوئے اور رالف نے کہا کہ وہ جلد ہی واپس آ جائیں گے اور ان دونوں میں سے ایک بہت جلد واپس آ گیا...... اور پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ جان انہیں پہلی منزل تک رخصت کرنے گیا جو سمندر کے قریب اور ہمارے فارم سے چودہ میل دور تھی۔ اس جگہ انہیں رات بسر کرنی تھی۔

جب یہ لوگ چلے گئے تو میں اپنی خواب گاہ میں آئی اور بستر پر بیٹھ کر رونے لگی کیونکہ سوزانے کی جدائی میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ حالانکہ اس وقت میرا خیال یہی تھا کہ یہ جدائی عارضی اور

صرف چند دنوں کے لئے تھی اس کے باوجود میرا دل غم زدہ تھا اور آنسو تھے کہ امڈے چلے آرہے تھے۔ اس کے علاوہ پادری سے میرے جھگڑے نے بھی مجھے اداس کر دیا تھا۔

دل کا غبار ہلکا ہوا تو میں سوزانے کی خواب گاہ کی صفائی کرنے لگی اور یہ کام اور بھی زیادہ اداس کر دینے والا تھا۔ اور پھر جان نئے بیاہتا جوڑے کو ایک گھنٹے کی مسافت تک پہنچا کر واپس آ گیا اور ہم دونوں بیٹھ کر اس نئے مکان کے متعلق باتیں کرنے لگے جو ہم رالف اور سوزانے کے لئے بنانے والے تھے۔ ہم فوراً اٹھ کر اس جگہ گئے جہاں یہ مکان تعمیر کیا جانے والا تھا اور ہم زمین ناپنے اور چوبی کھونٹے گاڑنے میں مصروف ہو گئے اور اس طرح شام تک ہمارا دھیان بٹا رہا۔ دن ختم ہو رہا تھا جب جان مویشیوں کو دیکھنے اور میں رات کا کھانا تیار کرنے چلی گئی۔

اس رات ہم جلدی اپنی خواب گاہ میں چلے گئے اور چونکہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اس لئے فوراً ہی سو گئے اور بے خبر سوتے رہے یہاں تک کہ رات کے ایک بجے ان پیغامبروں کی چیخ پکار سے ہماری آنکھیں کھل گئیں جو بڑی بھیانک خبر لے کر آئے تھے۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے رالف اور سوزانے اپنی پہلی منزل پر بخیر و خوبی پہنچ گئے۔ میں اس جگہ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ ایک چھوٹا سا اور گھاس سے ڈھکا ہوا بے حد خوبصورت مکان تھا جس کے چاروں طرف پہاڑ سر بلند کئے ہوئے تھے اور ان پہاڑوں کی ڈھلانیں اور گھاٹیاں بھی گنجان دار درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ یہ میدان پانچ سو قدم سے زیادہ چوڑا نہ تھا اور اس کے ایک کنارے پر جو چٹانیں تھیں وہ زیادہ بلند نہ تھیں ان چٹانوں کے دوسری طرف سمندر تھا جس کی گردن میدان میں قیام کرنے والوں کو صاف دکھائی دیتی تھی۔

بیلوں کو چھکڑے میں سے کھول کر چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا، کافران کی نگہبانی کے لئے ذرا دور بیٹھ گئے۔ چھکڑا چلانے والے نے سامان کھول کر کھانا پکانے کے برتن نکالے اور خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی۔ سوزانے نے رات کا کھانا پکایا اور ان دونوں نے خدا کا شکر ادا کر کے کھایا۔

کھانے سے فارغ ہو کر رالف اور سوزانے اس نرسل چشمے کے کنارے ٹہلنے لگے جو میدان میں سے گزرنے کے بعد چٹان کی چوٹی پر سے ایک آبشار کی شکل میں سمندر میں گر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ چٹان کے کنارے بیٹھ گئے اور طلوع ہوتے ہوئے چاند کا نظارہ کرنے لگے جو سمندر سے نکل رہا تھا۔ سوزانے نے اپنا سر رالف کے شانے پر رکھ دیا۔

"میرے سرتاج۔" وہ بولی۔

"کس قدر خوب صورت ہے یہ سمندر۔"

"ہاں۔ آج رات یہ سمندر حسین معلوم ہو رہا ہے جس طرح کہ دنیا کی ہر چیز حسین معلوم ہو رہی ہے۔" رالف نے کہا۔ "لیکن اسی سمندر کے دوسرے اور بھیانک روپ کا تجربہ مجھے ہو چکا ہے۔"

اور رالف ذرا سا کانپ گیا۔

سوزانے نے اثبات میں سر ہلایا کیونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ رالف کو کون سا واقعہ یاد آ گیا تھا اور سوزانے ان گزری ہوئی باتوں کا ذکر کرنا نہ چاہتی تھی۔

"نہ تو زندگی ہمیشہ پر سکون رہتی ہے اور نہ سمندر۔" وہ بولی۔ "لیکن مجھے اس سمندر سے محبت ہے کیونکہ یہی تمہیں میرے پاس لایا ہے۔"

"خدا کرے کہ یہ ہمیں جدا نہ کرے۔"

"میرے سرتاج! ایسی بات کیوں کہی تم نے؟" سوزانے نے پوچھا۔ "اب تو کوئی چیز ہمیں جدا نہیں کر سکتی۔ اگر تم اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں بھی گئے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ ایک نہ ایک دن تم یہ طویل سفر کرو گے۔ تب بھی ہم میں جدائی نہ ہو گی کیونکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ ہاں۔ اب ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا سوائے موت کے اور میں سمجھتی ہوں کہ موت ہمیں ایک دوسرے کے اور بھی قریب لے آئے گی۔"

عین اس وقت آوارہ بادل کے ایک ٹکڑے نے چاند کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دنیا پر اندھیرا اتر آیا اور سرد سمندری ہوا پہاڑ پر چڑھ آئی اور دوسری طرف ڈھلان اترنے لگی اور رالف اور سوزانے اور ڈھلان پر کے درخت اس کی استرے کی سی کاٹ محسوس کر کے کانپ گئے۔ چنانچہ رالف اور سوزانے ایک دوسرے کے جسم میں گرمی پہنچانے کے لئے آپس میں لپٹ گئے۔ بڑی دیر تک ایک دوسرے کو بھینچتے رہے۔

بادل چاند پر سے ہٹ گیا، ہوا گزر گئی اور رات اب پہلے کی سی ہی حسین تھی اور وہ دونوں چٹان پر بیٹھے اس حسین رات سے لطف اندوز ہوتے اور چشمے کی ترل رل اور چٹان کے قدموں میں سر پٹختی ہوئی موجوں کی آواز سنتے رہے۔

"سوزانے! سونے کا وقت آ گیا ہے۔" آخر کار رالف نے نیچی آواز میں کہا اور پنی بیوی کے ہونٹ چوم لئے۔

"ہاں" سوزانے نے جواب دیا۔ "لیکن میرے سرتاج! آؤ پہلے ہم اس خدا کا شکر ادا کریں جس نے ہمیں ایک کیا ہے اور دعا کریں کہ وہ ہماری ازدواجی زندگی کو مسرتوں سے بھر دے۔"

"ٹھیک ہے۔" رالف نے کہا۔

یہاں میں یہ بتا دوں کہ اس زمانے کے نوجوان آج کل کے نوجوانوں کی طرح خدا کو نہ بھولے تھے بلکہ ہر دم اسے یاد کرتے تھے۔ آج کا زمانہ تو ایسا آیا ہے کہ بچارے بوڑھے ہی عبادت کا رخ کرتے ہیں رہے جوان تو انہیں دنیوی دلچسپیوں سے ہی فرصت نہیں کہ کبھی خدا کو یاد کر لیں۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ رالف اور سوزانے سمندر کی طرف رخ کر کے چٹان کے کنارے پر گھٹنوں کے بل جھک گئے۔

"رالف! تم ہی ہم دونوں کے لئے دعا کرو" سوزانے نے کہا "میرا دل خوشی سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ مجھے دعا کے الفاظ یاد نہیں آ رہے۔"

چنانچہ رالف نے دعا مانگی جو بے حد سیدھی سادی تھی۔ اس نے کہا۔

"اے پروردگار۔ اے پیدا کرنے والے اور سب کی سننے والے ہماری بھی سن لے۔ اے مالک! آج کی رات سے ہماری ازدواجی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اے مالک! ہماری اس نئی زندگی میں تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا اگر تیری مرضی ہو کہ ہماری اولاد بھی ہو تو اے خدا! ہمیں نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے سمندر میں ڈوبنے سے بچایا اور اس بچی کو وہاں لے آیا۔ جہاں میں بھوک اور خوف سے رو رہا تھا۔ شکر ہے تیرا کہ وہ بچی اب میری بیوی ہے اور میری بیوی سوزانے بھی تیرا شکریہ ادا کرتی ہے۔ تو اسے ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھ اے خدا، کئی برسوں پہلے، جب میں وہاں پتھر پر تیرے سامنے جھک گیا تھا اور دعا مانگی تھی اور تب تو نے میری دعا سن لی تھی، اسی طرح مجھے یقین ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی کی یہ پہلی دعا بھی تو سن لے گا۔ اے پروردگار! آج تو نے ہمیں زندگی کی مسرتیں عطا کر دی ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ زندگی میں دکھ بھی ہوتے ہیں اور خطرات اور مصائب بھی اور اگر ایسا ہو تو دکھوں، خطرات اور مصائب میں تو ہمیں صبر کی توفیق عطا کر اور ہماری حفاظت کر۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور تو نے ہمیں ایک کیا ہے چنانچہ آئندہ بھی ہمیں ایک ہی رکھنا اور ہر قیمت پر ہماری حفاظت کرنا کیونکہ ہم تجھی سے مانگتے اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں کہ سب سے بڑا محافظ اور دانا و بینا تو ہے اور ہم تیری مرضی میں خوش ہیں۔"

تو ایسی تھی رالف کی دعا جو اس نے لفظ بہ لفظ مجھے اس وقت بتائی تھی جب وہ بستر پر بیمار پڑا ہوا تھا۔

دعا کے آخری الفاظ رالف کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ انہیں اپنے پیچھے سے ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔ دونوں میاں بیوی ایک دم سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوم کر دیکھا کہ ان سے پانچ چھ قدم دور سوراٹ پیٹ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے آٹھ دس کافر ساتھی تھے جو اسے سردار سمجھتے تھے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے پھر وہ کتنا ہی غلط، برا اور ظالمانہ کیوں نہ ہو۔

سوزانے کے منہ سے خوف کی ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی اور رالف کا خون سرد ہو گیا کیونکہ وہ ہنستا تھا اور صورت حال نازک اور خطرناک نظر آتی تھی۔

کالے سوراٹ پیٹ نے ان کے بشروں سے ان کا خوف معلوم کر لیا اور ایک بار پھر قہقہہ لگایا اس بلی کی طرح، جس نے آخر کار اس چوہے کو پکڑ لیا ہو جو ایک مدت سے اس کے ہاتھ میں نہ آ رہا ہو سوراٹ پیٹ بہت خوش تھا اور آخری وار کرنے سے پہلے انہیں روحانی کرب میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔

"بڑا خوش قسمت ہوں میں" سوراٹ پیٹ نے کہا کہ میرا واسطہ ایسے خدا پرست لوگوں سے پڑا ہے

کیونکہ اگر تم دعا نہ مانگ رہے ہوتے تو میں یوں بے خبری میں تمہارے اتنے نزدیک نہ آسکتا اور میرے بے خانماں دوست! میں اس معاملے میں خوش قسمت ہوں کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کو چومتے نہیں بلکہ دعا مانگتے دیکھا بڑی خوب صورت دعا تھی میں کھڑا سن رہا تھا اور یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کسی گرجا میں کھڑا ہوا ہوں تم نے دعا مانگی کہ اے خدا تو نے ہمیں ایک کیا ہے چنانچہ ہمیں ایک ہی رکھیو اور ہر وقت ہماری حفاظت کر کیونکہ ہم تجھی سے مانگتے اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ خوب اس دعا کے جواب میں میں آگیا ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تم ایک ہو سکو تمہارے الگ ہونے کا وقت آگیا ہے رہی دوسری باتیں تو سن لو کہ تمہارے مصائب اور تکالیف عظیم ہیں اب اگر تمہارا خدا تمہاری حفاظت کر سکتا ہے تو بے شک کرے آؤ اے ان لوگوں کے خدا۔ آؤ اور اپنی قوتوں کا مظاہرہ کر و دیکھا! تمہارے خدا نے کوئی جواب نہیں دیا شاید وہ جانتا ہے کہ یہاں سورات پیٹ خدا ہے۔"

"اپنی بکواس بند کرو۔" رالف نے کہا۔ اور بتاؤ کیا چاہتے ہو تم؟۔"

"کیا چاہتا ہوں؟ یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا؟ بہت اچھا سنو میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں جس کے حسن نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے میں سرگرداں تھا جس کا نام سوزانے ہے"

"لیکن وہ میری بیوی ہے کیا تم میری بیوی کو جبراً لے جاؤ گے؟"

"سچ سچ یہ تو گناہ ہے اور جرم ہے نہیں بھئی میں تمہاری بیوی کو نہ لے جاؤں گا بلکہ تمہاری بیوہ کو لے جاؤں گا اور یہ کام آسان ہو گا خصوصاً اس لئے کہ تم صرف خدا کی قوتوں سے مسلح ہو۔"

اس شیطان کے یہ الفاظ سن کر اور اس کے ارادے معلوم کر کے سوزانے کانپ کر سورات پیٹ کے قدموں پر گر گئی اور گڑگڑا کر رحم کی درخواست کرنے لگی پتھر تو پگھل سکتا تھا لیکن سورات پیٹ کا دل نہیں چنانچہ وہ ہنسنے لگا لیکن موت کو سامنے دیکھ کر رالف کے دل میں اسے لبیک کہنے کی ہمت اور جرات رینگ آئی وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوا اور اس نے سوزانے سے کہا کہ وہ اس شیطان کے قدموں پر گر کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے اور پھر اس نے سوزانے سے کہا اور کافروں کی بولی میں سورات پیٹ کو مخاطب کیا تاکہ اس کے کافر ساتھی بھی رالف کی باتیں سمجھ سکیں۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے سورات پیٹ" اس نے کہا "کہ تم مجھے قتل کرنے اور پھر بیوی کو زبردستی لے جانے آئے ہو یہ جرم تم کر سکتے ہو کیونکہ ابھی تمہیں اختیار حاصل ہے لیکن یہ نہ بھولو کہ بعد میں تم سے انتقام لیا جائے گا اور اے افریقیو تم سے بھی انتقام لیا جائے گا کیونکہ تم اپنے آقا کے جرائم میں شریک ہو گے میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کر رہا لیکن ایک درخواست ضرور کرتا ہوں اور یہ وہ درخواست ہے جسے کافر بھی نہیں ٹھکراتے میں صرف پانچ منٹ کی مہلت چاہتا ہوں کہ اپنی بیوی سے رخصت ہو لوں۔"

"نہیں ایک سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں" سورات پیٹ نے کہا۔

لیکن سوراٹ پیٹ کے ساتھیوں کے دل اپنے آقا کے دل کی طرح پتھر نہ تھے ان کے دلوں میں رحم کا شائبہ تھا چنانچہ وہ اتنی بلند آواز میں بڑبڑانے لگے کہ ظالم سوراٹ پیٹ شش و پنج میں پڑ گیا۔

"بل ہیڈ" ان میں سے ایک نے کہا "تمہارے کہنے سے ہم ایسا ہی کریں گے کیونکہ تم ہمارے سردار اور آقا ہو لیکن اگر تم نے اس لڑکے کو اپنی بیوی سے رخصت ہونے کا اتنا وقت نہ دیا جتنا اس نے طلب کیا ہے تو پھر ہم اس وقت یہاں سے چلے جائیں گے اور اس کام میں تمہارا ساتھ نہ دیں گے میں یہ بتادوں کہ ہمارے دل پہلے ہی سے الٹ رہے ہیں کیونکہ تم اس شخص کو دوبدو مقابلے میں نہیں بلکہ اس طرح قتل کر رہے ہو جس طرح ہم آوارہ کتے کو مار دیتے ہیں"

"بیوقوف ہو تم لیکن لوگ تم چاہتے ہو تو یہی ہوگا" سوراٹ پیٹ نے کہا۔ رالف کانٹری! تمہیں پانچ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے۔"

اور اس نے اپنی جیب سے چاندی کی گھڑی نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لی۔

"تو پھر حد سماعت سے دور ہٹ جاؤ۔" رالف نے کہا۔ "کیونکہ تم سے بحث کرنے کے لئے میرے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی میرے دماغ میں اتنی قوت ہے"

سوراٹ پیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ناخن کترنے لگا۔

"سوزانے! میری بیوی سوزانے" رالف نے تقریباً سرگوشی میں کہا "ہم دونوں میں اب جدائی ہونے والی ہے کیونکہ میں مر جاؤں گا اور تمہاری قسمت خدا کے ہاتھ ہو گی ہاں اس سے پہلے کہ تم بیوی بنتیں تمہیں بیوہ بنا دیا جائے گا اور اس خیال سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور میں مرنے کے بعد بھی چین نہ پاؤں گا کہ تمہیں ایک دوسرا شخص میرا قاتل لے جائے گا۔"

سوزانے جواب تک دم بخود اور خوفزدہ تھی دفعتہً تن کر کھڑی ہو گئی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خدا نے یکایک اس کے دل کو ہمت اور جرآت سے پُر کر دیا ہو اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا تم نے کہا ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا ہم نے کون سا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا ہمیں مل رہی ہے لیکن گھبراؤ نہیں موت جلد یا بدیر ہم سب کو آنی ہے اور موت جلد آئے یا دیر سے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔"

"نہیں موت سے بے شک فرق نہیں پڑ جاتا لیکن یہ تمہاری قسمت ہے جو فرق پیدا کر رہی ہے میں اس بات کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ میں مر کر تمہیں اس شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ جاؤں ؟ خدایا! خدایا! یہ خیال مجھے مرنے کے بعد بھی چین نہ دے گا"

"میرے سرتاج! گھبراؤ نہیں" سوزانے نے اسی طرح پرسکون اور صاف آواز میں کہا "کیونکہ تم مجھے اس شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جا رہے ہو رالف! اگر ہم اس وقت تیزی سے پلٹ کر پیچھے کی طرف بھاگ پڑیں تو ہم دونوں ایک ساتھ اس چٹان کے کنارے پر سے سمندر میں جا پڑیں گے اور اس طرح ایک ساتھ دوسری دنیا میں پہنچ جائیں گے"

"نہیں بیوی مناسب ہو گا کہ ہمارا خون ہمارے نہیں بلکہ اس شیطان کی گردن پر ہو خودکشی گناہ ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی رالف لیکن میں تمہیں اور اسے بھی جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے بتا دینا چاہتی ہوں کہ اگر یہ گناہ ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر اور وقت آنے پر یہ گناہ مجھ سے سرزد ہو جائے گا فکر نہ کرو رالف جس طرح میں تمہاری آغوش سے الگ ہو رہی ہوں اسی طرح دوبارہ تمہاری آغوش میں پہنچ جاؤں گی کسی دن چاہے اس دنیا میں چاہے دوسری دنیا میں سوراٹ پیٹ کا خیال ہے کہ وہ مجھے اپنے قبضے میں کرلے گا لیکن اسے مجھ پر کوئی اختیار نہ تو حاصل ہے اور نہ ہو گا کیونکہ خدا میرے ساتھ ہے جو مجھے اس شیطان سے بچالے گا یا خود میرا ہی ہاتھ میری آبرو بچالے گا"

"میں تمہیں الزام نہیں دے سکتا سوزانے کیونکہ چند باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں برداشت کرنا لازمی ہو جاتا ہے چنانچہ جس بات کی اجازت تمہیں اپنا ضمیر دے گا وہ کر گزرنا بشرطیکہ اس کا سامان ہو تمہارے پاس"

"سامان ہو میرے پاس اپنے لباس میں میں نے وہ چھوٹا سا چاقو چھپا رکھا ہے جو بچپن سے میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی ہوں اور اگر اس چاقو نے میرا ساتھ نہ دیا تو دوسرے ذریعے تو ہیں ہی"

"پانچ منٹ پورے ہو گئے۔" سوراٹ پیٹ نے گھڑی اپنی جیب میں واپس رکھتے ہوئے کہا۔

"الوداع سوزانے۔" رالف نے کہا۔

"الوداع میرے تاج" سوزانے بولی "اس وقت تک الوداع جب تک کہ ہماری ملاقات دوبارہ نہیں ہو جاتی پھر وہ چاہے اس دنیا میں ہو یا اس دنیا میں الوداع" اور سوزانے نے رالف کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔

ایک لمحے تک رالف اس سے لپٹا رہا اور سرگوشی میں اس کی ڈھارس بندھاتا رہا اور دعائیہ الفاظ کہتا رہا پھر اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کی اور سوزانے کو بہت آہستہ زمین پر لٹا دیا اور کہا۔

"سوزانے اپنی آنکھیں بند کر کے اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح پڑی رہو اس وقت تک پڑی رہو جب تک وہ نہیں ہو جاتا جو میرے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کے بعد جو تم مناسب سمجھو وہ کرنا اگر ممکن ہو تو فرار ہو کر اپنے ابا کے پاس پہنچ جانا یا پھر سمجھ گئیں تم۔"

"ہاں سمجھ گئی۔" سوزانے بولی۔

اور پھر سوزانے نے اپنا منہ گھانس میں چھپا لیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے کان ڈھانک لئے۔

رالف ایک لمحہ تک سر جھکائے خدا کو یاد کرتا رہا اور جب دوبارہ اس نے سر اٹھایا تو اس کے بشرے سے خوف کے آثار ذرا بھی عیاں نہ تھے۔

"سوراٹ پیٹ" اس نے کہا "آؤ اور اپنا قصاب کا کام کرو کس بات کا انتظار ہے تمہیں؟ تم جانو ایک غیر مسلح اور مجبور آدمی کو اس کی بیوی کے سامنے قتل کرنے کا بار بار موقع تمہیں نہ ملے گا خدا کی لعنت

ہو تم پر سوراٹ پیٹ۔"

سوراٹ پیٹ نے کنکھیوں سے رالف کی طرف دیکھااور پھراپنے کافر ساتھیوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر رالف کو گولی مار دے۔

کافر آگے بڑھااس نے بندوق اٹھائی لیکن پھر فوراًوہ بندوق جھکا کر واپس آگیااور کہا کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتاسوراٹ پیٹ نے تین دفعہ حکم دیاتینوں دفعہ تین الگ الگ کافر رالف کو گولی مارنے کے لئے آگے بڑھے لیکن اسے گولی مارے بغیر واپس آگئے سوراٹ پیٹ جیسے دیوانہ ہو گیااس نے کافروں کو گالیاں دیں خود اپنا پستول گھسیٹ لیاوہ رالف کی طرف لپکا اور اس پر گولی چلادی رالف تیورا کر گرا سوراٹ پیٹ دھواں پھونکتا ہوا پستول اپنے ہاتھ میں لئے رالف پر جھک گیااس کی خوب صورت بھوری آنکھیں اب تک کھلی تھیں اوراس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"یہ کتااابھی زندہ ہے"سوراٹ پیٹ نے کہا"اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دو سمندر اس کا خاتمہ کر دے گا۔"

لیکن اس کے کافر ساتھیوں میں سے کسی ایک نے بھی حرکت نہ کی وہ یوں کھڑے رہے جیسے پتھر بن گئے ہوں اور چند قدم کے فاصلے پر اور چٹان کے کنارے کے قریب بے حس و حرکت کھڑے تھے۔

چنانچہ خود سوراٹ پیٹ نے رالف کے دونوں بازو پکڑے اوراسے چٹان کے کنارے تک گھسیٹ لایااور جب وہ رالف کو کنارے کی طرف گھسیٹ رہا تھا تواس کے یعنی رالف کے بال سوزانے کے رخسار سے چھوگئےاوراس نے کہا۔"سوزانے یادرکھنا۔"

اور سوزانے نے جواب دیا۔"ہمیشہ یادرکھوں گی۔"

چٹان کے کنارے پر پہنچ کر سوراٹ پیٹ رالف کو اپنے مضبوط ہاتھوں پر اٹھالیااور چیخ کر کہا۔ "سمندر میں لوٹ جاؤجہاں سے تم نکلے تھے۔"

اور پھر اس نے رالف کو نیچے پھینک دیادو سکینڈ بعد کئی سوفٹ نیچے سے رالف کے سمندر میں گرنے کا چھپاکا سنائی دیااور پھر خاموشی طاری ہو گئی اوراس خاموشی میں صرف چشمے کی ترل ترل اور سمندر کی موجوں کی ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔

چند لمحوں تک سوراٹ پیٹ اوراس کے کافر ساتھی وہیں کھڑے رہے وہ کبھی توایک دوسرے کی صورت تکنے لگتے اور کبھی سمندر کی طرف دیکھنے لگتے لیکن وہاں انہیں اندھیرے کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا کیونکہ چاند کی روشنی نیچے تک نہ پہنچ رہی تھی اورانہیں کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی سوائے چشمے کی آواز کے جوایک ننھے سے آبشار کی صورت میں سمندر میں گر رہا تھا

پھر سوراٹ پیٹ کانپ گیااور پھراس نے ایک قہقہہ لگایااس قہقہے سے خوشی کے بجائے خوف عیاں تھا۔

"اس انگریز لڑکے نے مجھے بددعا دی تھی اور مجھ پر لعنت بھیجی تھی وہ بولا اور میں اب تک خدا کے غضب اور لعنت کا انتظار کرتا رہا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی نازل نہیں ہوئی چنانچہ اب میں اپنا انعام حاصل کرنے جا رہا ہوں۔"

اور وہ دم بخود سا کھڑا بے ہوش سوزانے کی طرف دیکھتا رہا کیونکہ چاند کی روشنی میں وہ اور بھی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ حالانکہ بے ہوش تھی۔

"اس انگریز لڑکے کی اعلیٰ ذوقی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا چیز منتخب کی تھی کم بخت نے۔" سوراٹ پیٹ نے کہا۔ "بہر حال بویا تھا اس نے لیکن پھل میں کھاؤں گا۔ آؤ۔ میرے کافر ساتھیوں۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے۔"

اور اس نے جھک کر سوزانے کو اٹھا لیا اور یوں آسانی سے جیسے وہ ننھی بچی ہو۔ کئی گز تک وہ لوگ چشمے کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ وہ حتیٰ الامکان جھاڑیوں کی اوٹ میں اور درختوں کے سایوں میں چل رہے تھے پھر وہ دائیں طرف مڑ کر کھلے میدان میں نکل آئے۔ اتفاقاً اس وقت ایک بادل نے چاند کو ڈھک لیا تھا چنانچہ رالف اور سوزانے کے کافر ملازموں نے جو چھکڑے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھا البتہ شامیل نے جسے ایک چھکڑے کے پہیئے سے باندھا گیا تھا ان کی بو پالی اور وہ آہستہ آہستہ ہنہنانے اور پھنکارنے لگا۔

"کسی چیز نے شامیل کو خوفزدہ کر دیا ہے" چھکڑا چلانے والے نے کہا اور اٹھ کر گھوڑے کے قریب پہنچا۔ "کچھ نہیں ہے یار۔" دوسرے کافر نے کہا "بات صرف یہ ہے کہ یہ گھوڑا سردار کی طرح ہمیشہ گھر میں سویا ہے اور آج چونکہ جنگل میں ہے اس لئے بے چینی محسوس کر رہا ہے یا شاید کہیں قریب ہی کوئی لکڑ بھگا دیکھا ہوا ہے۔ اور شامیل نے اس کی بو پالی ہے۔"

"بالکل بھی نہیں" اس کافر نے جواب دیا کیونکہ وہ رات کے وقت کسی جگہ جانا نہ چاہتا تھا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں بھوتوں سے اس کی مڈ بھیڑ نہ ہو جائے۔ "میں رو رہا تھا اور نہ اونگھ رہا تھا اور میرے کان بھی کھلے تھے لیکن میں نے تو دھماکے کی آواز نہیں سنی اور تم تو بیوقوف ہو۔ بھلا رات کے وقت بھی کوئی شکار کو جاتا ہے بندوق لے کر؟ اس کے علاوہ جب تک ہمارا آقا اور اس کی بیوی نہیں آجاتی تب تک ہمیں۔ یہیں بیٹھ کر بیلوں چھکڑے اور سامان کی حفاظت کرنی ہے یہی ہمارا کام اور فرض ہے۔"

"حیران ہوں کہ وہ دونوں کہاں گئے ہوئے ہیں۔" چھکڑا چلانے والے نے کہا۔ وہ کچھ خوفزدہ تھا لیکن خود بھی جانتا نہ تھا کہ یہ خوف کیوں تھا۔ انہیں اب تک واپس آجانا چاہیئے تھا کیونکہ ان کے سونے کا وقت آگیا ہے۔"

"بھئی یہ سفید فام لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی تو وہ رات بھر بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں نئے میاں بیوی اس وقت واپس آجائیں گے جب تک تھک جائیں گے۔" یا کیا پتہ وہ پڑاؤ سے باہر جنگل میں ہی سونا چاہتے ہوں نیم پاگل سے ہوئے ہیں پھر اس جنگل میں نہ آدمی ہیں اور نہ شیر چنانچہ ان

دونوں کی طرف سے فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں۔"
"ٹھیک کہتے ہو۔" چھکڑا چلانے والے نے کہااور وہ دونوں پھر اونگھنے لگے یہاں تک کہ خوف اور پریشانی کا پیغامبر انہیں بیدار کرنے آگیا۔
سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس چھوٹے سے میدان میں پہنچ گئے جو سنگلاخ تھا۔ اس میدان کے سرے پر ان لوگوں کے گھوڑے کھڑے تھے۔
"بہت عمدگی سے یہ کام انجام پا گیا۔" سوراٹ پیٹ نے کہا وہ لوگ اپنے گھوڑے کھول رہے تھے۔
"کسی کو پتہ نہ چلے گا کہ ہم اس طرف آئے تھے۔ کل لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ دولہا اور دلہن غائب ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک تو سمندر میں پہنچ گیا ہے اور دلہن میرے قبضے میں ہے۔ وہ لوگ قیامت تک تلاش کرتے رہیں تب بھی دلہن کو نہ پا سکیں گے اور ان کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ ہو گا کہ یہ کہاں گئی۔ ملازم کہیں گے کہ دونوں میاں بیوی سیر کے لئے سمندر کی طرف گئے تھے چنانچہ یقین کر لیا جائے گا کہ وہ دونوں غلطی سے یا اتفاقاً سمندر میں جا پڑے ہیں اور غرق ہو گئے۔ واہ۔ اطمینان بخش طور پر یہ کام انجام پا گیا۔ کوئی اندازہ نہ لگا سکے کہ کیا ہوا۔"
"میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک ہستی ایسی ہے جو صحیح اندازہ لگا لے گی۔" سوراٹ پیٹ کے ایک کافر ساتھی نے کہا اور یہ وہی شخص تھا جس سے زنٹی سوراٹ پیٹ کو باتیں کرتے اور ٹائیگرس لیک میں ہم سب کو قتل کر دینے کا پلاٹ بناتے سنا تھا۔
"اور کون ہے وہ ہستی بیوقوف؟"
"وہی جس کی گردن میں ایک دفعہ میں نے پھانسی کا پھندا ڈالا تھا اور جس کی زندگی ان ہونٹوں نے بچائی تھی۔" اور اس نے سوزانے کی طرف اشارہ کیا۔ "میرا مطلب سی ہامبانگ یانگا سے ہے۔"
"وہ کیسے لگائے گی اندازہ" سوراٹ پیٹ نے غصے ہو کر کہا۔
"بل ہیڈ! کیا وہ پہلے بھی ایسا نہیں کر چکی ہے! ٹائیگرس لیک میں گھوڑا شامیل اور اس کا سوار یاد نہیں تمہیں؟ اس کے علاوہ کیا نام ہیں اس کے نام کے؟ چاندنی راتوں میں چلنے والی اور بل ہیڈ! تم نے اپنا یہ۔ عظیم کارنامہ جس کو سن کر ہی لوگ نفرت سے منہ پھیر لیں کیا چاندنی رات میں انجام نہیں دیا ہے"؟

اس رات جو کچھ ہوا تھا اس کی تفصیلات ہمیں سوراٹ پیٹ کے اس کافر ملازم سے معلوم ہوئی تھیں جسے بعد میں جان نے گرفتار کر کے اپنا قیدی بنا لیا تھا اور اس نے اپنی جان کے خوف سے یہ تفصیلات بیان کر دی تھیں۔
خیر تو سوراٹ پیٹ نے اپنے کافر ساتھی کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ گھوم کر اپنے گھوڑے پر زین کسنے میں مصروف ہو گیا۔ بات یہ تھی کہ سی ہامبا سے ناانصافی کرنے کے بعد سے وہ اس بونی وچ ڈاکٹریس سے ڈرنے لگا تھا اور وہ کبھی اس کا نام اپنی زبان پر نہ لاتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد گھوڑے سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ گھوڑے پست قد کے اور باسوتو نسل کے تھے ایک گھوڑے پر مینڈھے کے بال دار کھال رکھی ہوئی تھی ایسی نرم گدیاں ان گھوڑوں پر رکھی جاتی تھیں جن پر لڑکیاں یا عورتیں سوار ہوتی تھیں۔ اس گدی پر سوزانے کو بٹھا کر اس کے ٹخنے ایک چرمی فیتے سے آپس میں باندھ دیئے گئے کہ وہ گھوڑے پر سے گر نہ پڑے یا بھاگنے کی کوشش نہ کرے اور چونکہ وہ اب تک بے ہوش تھی اس لئے وہ اسے سہارا دیئے ہوئے تھے۔ ایک طرف سوراٹ پیٹ اسے سہارا دیکر گھوڑے کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور دوسری طرف سے ایک کافر ملازم نے اسے سنبھال رکھا تھا۔

اس طرح وہ آدھے گھنٹے تک سفر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پہاڑوں میں پہنچ گئے اور ایک آہ بھر کر سوزانے نے سر اٹھایا۔ آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں خوف تھا رفتہ رفتہ اسکے دماغ پر چھائی ہوئی دھند غائب ہو گئی اسے حالیہ واقعات یاد آ گئے اور سوزانے نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر ایسی فلک شگاف چیخ ماری کہ چٹانیں لرز گئیں اور سوراٹ پیٹ کے وحشی ساتھیوں کے دل بھی سرد پڑ گئے۔

"سوزانے!" سوراٹ پیٹ نے بے حد نرم اور نیچی آواز میں کہا "تمہیں حاصل کرنے کے لئے میں نے بہت پاپڑ بیلے ہیں اور میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر تم دوبارہ چیخیں تو میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی خاطر تمہارے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے بند کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

سوزانے نے کوئی جواب نہ دیا اور کچھ نہ بولی البتہ ایک لفظ اس کے منہ سے خود بخود نکل گیا۔ اور وہ تھا۔

"خونی"

اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ سوراٹ پیٹ کی صورت تک دیکھنا نہ چاہتی ہو۔ وہ خاموش اور بے حرکت بیٹھ رہی۔ اس نے نہ تو کچھ کہا اور نہ ہی کسی قسم کی جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی اس نے کچھ نہ کہا جب سوراٹ پیٹ اور اس کے کافر ساتھی 'جو اسے سہارا دیئے ہوئے تھے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سوزانے کے گھوڑوں کی لگام پکڑ کر اسے بھگاتے ہوئے انجانی منزل کی طرف لے چلے۔

رالف پر صرف چار قدم دور سے پستول سے گولی چلائی گئی تھی اور پھر پچاس فٹ کی بلندی سے اسے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین نے سمجھ لیا بلکہ یقین کر لیا ہو گا کہ رالف کاٹری کا اس دنیا سے قصہ ختم ہوا لیکن خدا کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔

گولی اس کے بائیں شانے کی ہڈی توڑ گئی تھی لیکن اس نے جسم کے کسی ایسے نازک حصے کو نہ چھوا تھا جس سے اس کی موت واقع ہو جاتی۔ اس کے علاوہ پچاس فٹ کی بلندی سے جس جگہ وہ گرا تھا وہاں

چٹانیں نہ تھیں اور پانی بھی گہرا تھا چنانچہ وہ گہرائی میں اترنے کے فوراً بعد ہی سطح پر ابھر آیا اور پھر کسی نہ کسی طرح ایک ہاتھ سے تیر کر ساحل تک جو زیادہ دور نہ تھا پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ ساحل ذرا بلند تھا اور خون کے زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے رالف پر غشی طاری ہونے لگی تھی چنانچہ وہ ساحل پر چڑھ نہ سکا بلکہ وہاں پہنچتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اب وہ اس طرح وہاں پڑا ہوا تھا کہ اس کا سر تو ایک چٹان پر جو چھجے کی طرح تھی' لٹکا ہوا تھا لیکن پورا جسم پانی میں غرق تھا۔ اب سمندر میں مدوجزر ہوتا تو موجیں بے ہوش رالف کو اپنے ساتھ گھسیٹ لے جاتیں اور وہ غرق ہو جاتا لیکن مدوجزر کا یہ وقت نہ تھا اور پانی اتر رہا تھا اس لئے رالف جس عالم میں تھا اسی طرح پڑا رہا۔

رالف اور سوزانے کے رخصت ہو جانے کے بعد سی ہامبا کئی گھنٹوں تک فارم میں ہی ٹھہری رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ دونوں اس رات کہاں قیام کرنے والے تھے اور وہ اس لئے ان کے پیچھے ہی پیچھے روانہ ہوئی تھی۔ وہ نہ چاہتی تھی۔ کہ ان دونوں کو اس کی موجودگی کا پتہ چل جائے۔ اس نے یہ طے کیا تھا کہ رالف اور سوزانے کی روانگی کے چند گھنٹوں بعد روانہ ہو گی اور اس جگہ پہنچ کر جہاں یہ لوگ قیام کرنے والے تھے۔ ان کے پڑاؤ سے چند گز کے فاصلے پر کسی جگہ چھپ جائے گی۔

چنانچہ یوں ہوا کہ جب سوراٹ پیٹ نے دفعتہً سامنے آ کر رالف اور سوزانے کو حیرت زدہ کر دیا تھا تو اس وقت سی ہامبا اس گھوڑے پر سوار' جو جان نے اسے دیا تھا۔ خاموشی سے اس مقام کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں رالف' سوزانے اور ان کے ساتھیوں کا پڑاؤ تھا۔ سی ہامبا کے ساتھ زنٹی تھا۔ وہ اس بھورے خچر پر سوار تھا جس پر کھانا پکانے کے برتن' اناج کی تھیلیاں خشک گوشت اور کمبل بندھے ہوئے تھے۔ نصف میل کے فاصلے پر اور عین سامنے ہی سی ہامبا کو پڑاؤ میں سلگتے ہوئے الاؤ کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اور اب اسے چھکڑے کی چھت کا سفید کپڑا بھی نظر آ رہا تھا کہ یکایک اس نے اور زنٹی نے بھی پستول کے دھماکے کی آواز سنی یہ آواز بائیں طرف سے آئی تھی۔ اتنی رات گئے اور ایسے خاموش مقام میں بھلا کون گولی چلا سکتا ہے؟ سی ہامبا نے زنٹی سے کہا۔ "اگر یہ آواز پڑاؤ کی طرف سے آئی ہوتی تو میں سمجھ لیتی کہ یہ دھماکہ لومڑی یا لکڑ بھگے کو بھگانے کے لئے کیا گیا ہو گا لیکن پڑاؤ میں خاموشی ہے اور ابابیل کے ملازم وہاں موجود ہیں کیونکہ دیکھو وہاں الاؤ جل رہا ہے۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا سردارن" زنٹی نے جواب دیا۔ کافر سی ہامبا کو سردارن کہتے تھے کیونکہ وہ اس کی سرگزشت سے ایک حد تک واقف تھے "البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ دھماکہ بارود کا ہی تھا۔"

"تو پھر آؤ دیکھیں چل کر۔" سی ہامبا نے کہا اور گھوڑے کو اس طرف پھیر دیا جس طرف سے آواز آئی تھی۔

کچھ دور تک وہ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس طرف پہنچ گئے جہاں زمین کا ایک چھوٹا سا ابھار تھا اور اس کے پیچھے وہ چشمہ تھا جو آبشار بنا کر سمندر میں جا گرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر سی ہامبا نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں اور زنٹی سے کہا۔

"ہُش۔ خاموشی۔ میں کچھ آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ اپنے گھوڑے پر سے اتر آئی اور سانپ کی طرح رینگ کر ڈھلان چڑھنے لگی یہاں تک کہ اس چوٹی پر پہنچ گئی۔ وہاں تھوڑی سی گھاس کھڑی ہوئی تھی جو خاصی بلند تھی۔ وہ اس گھاس میں اس طرح چھپ گئی کہ کوئی اسے اس وقت تک نہ دیکھ سکتا تھا جب تک کہ بے خبری میں اس کی پیٹھ پر اپنا پاؤں نہ رکھ دے۔

اور وہاں سے سی ہامبا نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

اس کے عین نیچے سے اور صرف چند قدم دور سے کیونکہ دوسری طرف کی ڈھلان عمودی تھی چند آدمی گزر رہے تھے۔ ان میں ایک شخص، جو سب کے آگے چل رہا تھا سفید فام اور اس نے اپنے ہاتھوں پر ایک لڑکی کو اٹھا رکھا تھا۔ بقیہ لوگ کافر تھے۔ ان میں سے چند نے چغے پہن رکھے تھے چند نے اپنے شانوں پر کمبل ڈال رکھے تھے اور بقیہ نے سپاہیوں کی پرانی اور پھٹی ہوئی وردیاں پہن رکھی تھیں۔ یہ سب بندوقوں سے مسلح تھے اور بارود کے سینگ ان کی گردنوں سے لٹک رہے تھے۔

سی ہامبا نے اس سفید فام کو پہچان لیا۔ یہ سورٹ پیٹ تھا وہ جس لڑکی کو اٹھائے ہوئے تھا سی ہامبا نے اسے بھی پہچان لیا یہ سوزانے تھی۔ سوزانے کا سر بے جانی سے ایک طرف لٹک رہا تھا اور چاند کی روشنی میں اس کے چہرے کے نقوش صاف نظر آ رہے تھے یہ منظر دیکھ کر سی ہامبا کا خون سنسنانے لگا۔ آخر وہی بات ہو گئی جس کا اسے خدشہ تھا بے شک سی ہامبا کا خوف بے بنیاد نہ تھا۔ ابابیل، جو سی ہامبا کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی اس شخص کے ہاتھوں میں پڑ گئی تھی جس سے اس کو قلبی نفرت تھی ابتدا میں اس نے ان لوگوں کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یقیناً سوزانے کو بچانے کے لئے لیکن پھر فوراً ہی اسے پستول کا دھماکہ یاد آ گیا اور پھر یہ بھی کہ اس نئی دلہن کو تو اپنے شوہر کے ساتھ ہونا چاہیے کہاں گیا تھا اس کا شوہر یقیناً بل ہیڈ نے اسے قتل کر دیا تھا اگر ایسا ہی تھا تو پھر اسے تلاش کرنا فضول تھا اس کے باوجود اس کے دل میں کوئی غیبی آواز سے نہ صرف رالف کو تلاش کرنے کو کہہ رہی تھی بلکہ اسے مجبور بھی کر رہی تھی۔

اس وقت وہ سوزانے کی کوئی مدد نہ کر سکتی تھی فی الحال تو یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ آقا رالف کے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔

چنانچہ سی ہامبا لمبی گھاس میں بے حرکت پڑی رہی یہاں تک کہ سورٹ پیٹ کا آخری آدمی بھی ٹیلے کے نیچے سے گزر گیا۔ سی ہامبا نے ایک بات خصوصیت سے دیکھی اور وہ یہ کہ سورٹ پیٹ کے سارے ہی کافر ساتھی خوف سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے جیسے انہوں نے جو گناہ کیا ہے اس کی سزا نہیں فوراً اور اسی وقت مل جائے گی۔ سی ہامبا نے دیکھا کہ وہ لوگ پہاڑیوں کی طرف جا رہے تھے چنانچہ وہ بھی کمین گاہ سے نکل کر اس جگہ پہنچی۔ جہاں زنٹی ایک ہاتھ میں گھوڑے کی اور دوسرے میں خچر کی لگام پکڑے کھڑا تھا۔

سی ہامبا نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔
وہ دونوں پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے بہت جلد چٹان کے اس کنارے پر پہنچ گئے جس پر سے چشمہ آبشار بن کر سمندر میں گر رہا تھا۔ سی ہامبا ادھر ادھر گھومنے اور کبھی اس چیز کو غور سے دیکھنے لگی یہاں تک کہ جو کچھ ہوا تھا اس کی تفصیلات اس نے معلوم کر لیں۔ وہاں سوزانے پڑی تھی کیونکہ اس کے بدن کے دباؤ کی علامتیں اب بھی گھاس پر موجود تھیں۔ اس جگہ چٹان کی زمین میں خون کے قطرے جمے ہوئے تھے اس کے علاوہ یہاں سے رالف کو گھسیٹ کر چٹان کے کنارے تک لے جایا گیا تھا کیونکہ خون کے دھبوں کی ایک مسلسل لکیر سی یہاں سے چٹان کے کنارے تک چلی گئی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی خونی کے قدموں کے نشان بھی تھے اور کنارے پر پہنچ کر خونی نے رالف کو سمندر میں پھینکنے کے لئے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا کیونکہ وہاں خونی کی ایڑیاں گھاس میں گہرائی تک گڑ گئی تھیں۔

"زنٹی گھوڑے اور خچر کو آپس میں باندھ دو۔" سی ہامبا نے کہا "اور پھر آؤ میرے ساتھ مل کر اس چٹان پر سے نیچے اترنے کا راستہ تلاش کرو۔"

زنٹی نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس نے بھی اپنے طور پر چند اندازے لگائے تھے۔

تھوڑی سی تلاش کے بعد انہوں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں سے وہ نیچے اتر سکتے تھے نیچے پہنچنے کے بعد سی ہامبا دوڑ کر کنارے پر پہنچی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی کچھ نظر نہ آیا۔ پھر اس نے نیچے کی طرف نظر کی اور وہاں تقریباً اس کے قدموں میں وہ شخص پڑا ہوا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ اس کا سر پتھر کے چھجے پر لگا ہوا تھا۔ اور پورا جسم پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ رالف کی طرف لپکی اور زنٹی کی مدد سے سی ہامبا نے اسے خشک زمین پر گھسیٹا۔

"افسوس سردارن۔" زنٹی نے کہا" ہماری ساری بھاگ دوڑ بیکار ہی گئی۔ باس مر چکا ہے۔ دیکھو اسے گولی ماری گئی ہے

زنٹی کی بات سنی ان سنی کر کے سی ہامبا نے رالف کے کپڑے اتار لئے۔ پھر اس نے پہلے اپنا ہاتھ اور پھر اپنا کان اس کے سینے پر رکھ دیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے اپنا سر اٹھا لیا۔ وچ ڈاکٹریس کی آنکھوں میں امید کی چمک تھی۔

"نہیں یہ باس زندہ ہے اور ہم نے عین وقت پر اسے تلاش کر لیا ہے۔' وہ بولی۔

"اس کے علاوہ اس کا زخم بھی جان لیوا نہیں ہے اچھا اب میرا ہاتھ بٹاؤ تاکہ ہم اسے اٹھا کر اوپر لے جائیں۔"

چنانچہ زنٹی نے رالف کو اٹھا کر اپنے کندھے پر یوں ڈال لیا جس طرح کہ مزدور آٹے کی بوری اٹھا لیتا ہے سی ہامبا نے آگے بڑھ کر رالف کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ اور اسطرح بڑی دقتوں اور بڑی کوششوں سے کیونکہ راستہ عمودی اور پھسلوان تھا وہ رالف کو چٹان پر لے آئے اور خچر پر لاد دیا۔

"اب کس طرف؟" زنٹی نے پوچھا۔ حالانکہ وہ مضبوط اور پر قوت تھا لیکن اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"وہاں جہاں چھکڑا ہے۔ بشر طیکہ سوراٹ پیٹ نے اسے بھی نہ چرالیا ہو۔"

جب وہ پڑاؤ کے قریب پہنچے تو ایک بار پھر سی ہامبا سانپ کی طرح رینگ کر اس کے ساتھ ساتھ کنارے پر پہنچی اور سوراٹ پیٹ کی تلاش میں ادھر دیکھنے لگی لیکن وہاں نہ سوراٹ پیٹ تھا اور نہ ہی اس کے ساتھی چنانچہ وہ اٹھ کر وہاں پہنچی جہاں چھکڑا چلانے والا اور اس کے ساتھی بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

"نمک حرامو! بے وقوفو۔" سی ہامبا نے کہا۔ تم یہاں بیٹھے اونگھ رہے ہو اور وہاں عقاب ابابیل کو دبوچ کر اسے اپنے گھونسلے میں لے گیا اور بل ہیڈ نے ابابیل کے شوہر اور تمہارے آقا کو سمندر میں پھینک دیا جہاں سے وہ آیا تھا۔"

اور ان سب نے ایک دم سے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اسے پہچان لیا۔

"ارے! یہ تو سی ہامبا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا "سردارن! کیا ہوا؟"

"میں بتا چکی ہوں کہ کیا ہوا۔ لیکن تمہارے کان بند ہیں اس لئے آؤ۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

اور وہ لوگوں کو وہاں لے آئی جہاں رالف اپنے خون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

"افسوس! آقا مر گیا۔" ان لوگوں نے کہا اور اپنے ہاتھ ملنے لگے۔

"نہیں۔ یہ مرا نہیں ہے۔ یہ زندہ رہے گا۔" سی ہامبا نے کہا "اب جلدی کرو اور چھکڑے میں سے کپڑوں کا صندوق لے آؤ اور کمبل بھی لے آؤ"

ان کافروں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی کیونکہ افریقہ کے ہر معالجوں میں سی ہامبا سب سے زیادہ ہوشیار اور ماہر معالج تھی۔ ان لوگوں کی مدد سے سی ہامبا نے رالف کا بھیگا ہوا لباس اتار لیا' اس کا جسم پونچھا اس کے زخم پر پٹیاں کس دیں اور اسے نئی قمیض پہنا کر اچھی طرح سے کمبل میں لپیٹ دیا۔ اس طرف سے فرصت پا کر اس نے رالف کے حلق میں برانڈی ٹپکائی۔ برانڈی نے اس کے چہرے پر رنگ تو دوڑا دیا لیکن اسے ہوش نہ آیا۔ بہت گہری تھی اس کی بیہوشی۔

"اسے آہستہ سے اٹھا کر چھکڑے میں بستر پر لٹا دو"۔ سی ہامبا نے کہا۔

اور ان لوگوں نے اس کے حکم کی تعمیل بھی کی پھر اس نے چھکڑے میں بیلوں کو جوتنے کا حکم دیا۔ یہ کام بھی جلد ہی ہو گیا جب چھکڑا سفر کے لئے تیار تھا تو سی ہامبا نے چھکڑا چلانے والے ایک دوسرے ملازم کے سامنے جو کچھ ہوا تھا اس کی وہ تفصیلات جنہیں وہ اپنے طور پر معلوم کر سکی تھی بیان کر دیں اور پھر کہا۔

"اب تم واپس فارم کی طرف جاؤ اور جتنی تیزی سے ممکن ہو سفر کرو۔ تم میں سے ایک چھکڑے

میں باس کانزی کے قریب بیٹھ کر اس کی خبر گیری کرتا رہے اور اگر اسے ہوش آجائے تو اس کو تسلی دے۔ ابابیل کی ماں اور اس کے باپ سے کہنا کہ گھوڑے میں اپنے ساتھ لئے جارہی ہوں زنٹی کو میں اپنے ساتھ لئے جا رہی ہوں کیونکہ تنہا یہی ایسا شخص ہے جو سوراٹ پیٹ کے خفیہ کرال کا راستہ جانتا ہے۔ فارم میں پہنچ کر تم اس راستے کے متعلق باس جان کو بتاؤ گے اور کہو گے ان سے کہ وہ جتنے بھی آدمی اکٹھے کر سکتے ہوں اکٹھا کر کے اپنے ساتھ لے اور فوراً ہمیں بچانے کے لئے چل پڑیں کیونکہ ان کی بیٹی سخت خطرے میں ہے اگر میں کسی نہ کسی طرح ابابیل کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئی تو ہم راستے ہی میں باس جان سے آملیں گے اگر نہیں تو پھر جو خدا کی مرضی۔ لیکن اس کے بعد جان جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ لیکن باس جان کو اور ابابیل کے شوہر کو بھی اس بات کا یقین دلا دینا کہ جب تک میں زندہ ہوں اپنی کوشش جاری رکھوں گی اور اگر ابابیل مر گئی۔ تو پھر میں بھی مر جاؤں گی یا اس انتقام کے بہت سے ذریعہ ہیں میرے پاس۔ آخر میں ان سے کہنا کہ اگر ہم فارم میں نہ پہنچیں تو وہ یقین نہ کرلیں کہ ہم مر گئے ہیں کیونکہ تب ممکن ہے ہمیں پہاڑوں یا کافروں میں غیر معینہ مدت تک چھپے رہنا پڑے۔ اگر ہم مر ہی گئے ہوں گے تو ایک نہ ایک دن اس کی اطلاع ابابیل کے گھر والوں کو مل جائے گی۔ ہاں اس سے پہلے وہ ہمیں مردہ نہ سمجھ لیں۔ اچھا اب زنٹی سے بل ہیڈ کے بھٹ کے راستے کی تفصیلات سن لو اور فوراً روانہ ہو جاؤ یہاں سے اور دیکھو میں نے جو کچھ کہا ہے اگر اس کا ایک لفظ بھی تم بھول گئے تو میں سی ہامبانگ یا نگا واپس آنے کے بعد تمہیں اندھا کردوں گی اور تمہارے کلیجے اپنے جادو سے پھاڑ دوں گی۔ اور یہ میں کر سکتی ہوں۔"

اے سردارن! ہم نے سنا اور ہم نے ایک ایک لفظ یاد کر لیا اور صرف تین گھنٹوں بعد باس جان تمہارا کہا ہوا ایک لفظ ہماری زبانی سن لے گا۔" ان لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔

پانچ منٹ بعد وہ لوگ فارم کی طرف روانہ ہو رہے تھے اور انہوں نے اتنی تیزی سے سفر کیا اور چھکڑے میں جتے ہوئے بیل اتنے تیز رفتار تھے کہ تین گھنٹے سے بھی کم وقت میں کتوں کے بھونکنے کی آوازوں سے ہماری نیند کھل گئی اور پھر ہمارے دروازے پر دستک ہوئی اور ہم نے دروازہ کھول کر چھکڑا چلانے والے کی زبانی یہ بھیانک داستان سنی اور دیکھا کہ چھکڑے میں رالف پڑا ہوا تھا اور اس کے زخم سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔

اس وقت کا غم اور سنسنی میں کبھی نہ بھلا سکوں گی اور اس منظر کو بھی نہ بھلا سکوں گی کہ جب رالف کو آخر کار ہوش آیا تو اس نے پُرامید نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی نگاہیں سوزانے کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن اسے نہ پا کر رالف کو پچھلے غم ناک واقعات یاد آگئے اور اس کے ہونٹ کانپنے لگے اور اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہاں کیسے آگیا اور مرا کیوں نہیں۔"

"سی ہامبا نے تمہیں بچایا ہے اور تمہیں چھکڑے میں ڈال کر یہاں لایا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سوزانے کہاں ہے!" رالف نے پوچھا۔
"وہ سوزانے کو بچانے گئی ہے اور جان چند آدمیوں کو لے کر جلد ہی اس کے پیچھے جا رہا ہے۔"
"سی ہامبا!" رالف کراہ کر بولا۔ "ایک عورت سورات پیٹ اور اس کے خونی ساتھیوں کے مقابلے میں کیا کر سکتی ہے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جو وہ پہنچے تو وقت گزر چکا ہو۔ خدایا! ایسا تو ہم نے کون سا گناہ کیا ہے جس کی سزا تو نے ہمیں ایسی دی ہے۔ ذرا سوچو کہ سوزانے' میری بیوی' ظالم سورات پیٹ کے قبضے میں ہے۔ ہائے میں پاگل ہو جاؤں گا۔"
میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ رالف واقعی پاگل ہو جائے گا یا پھر غم سے اس کا دل پھٹ جائے گا لیکن خدا کو اس پر رحم آ گیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی اور دوسرے دن تک اس پر غشی طاری رہی اور سہ پہر کے تین بجے ڈاکٹر اس کے شانے میں سے پستول کی گولی نکالنے اور اس کے شانے کی ہڈی بٹھانے آ گیا۔ اسے بھی اتفاق کہئے کہ ہمارے فارم سے کوئی بیس میل دور ایک شخص کی بیوی کو دیکھنے شہر سے ایک ماہر اور ہوشیار ڈاکٹر آیا تھا ہم نے اسے بلا لیا۔
اگر یہ ڈاکٹر نہ آیا ہوتا۔ رالف کے دماغ کو سکون بخشنے کے لئے اگر اس نے نیند کی گولیاں نہ دی ہوتیں اور اگر خاص کرم کا نزول نہ ہوتا جس کا ذکر میں وقت آنے پر کروں گی تو رالف یقیناً مر جاتا وہ زندہ رہا لیکن سات طویل ہفتوں کے بعد وہ گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل ہو سکا۔

چھکڑے کے روانہ ہونے سے پہلے سی ہامبا نے رالف کی بندوق بارود کی تھیلی کے ساتھ اٹھا لی تھی۔ اس کے علاوہ زادراہ کے طور پر اس نے دوسری چند چیزیں بھی لے لی تھیں۔ تیلیاں' برانڈی کی ایک بوتل' ایک کمبل' ایک تھیلی میں مکئی۔ یہ مکئی اس نے اس غرض سے لی تھی کہ وہ وقت ضرورت گھوڑوں کو کھلائی جا سکے......اور چند دوسری چیزیں جو سی ہامبا کے خیال میں ضروری تھیں۔
سی ہامبا کے حکم کے مطابق زنٹی نے سوزانے کا زین شامیل پر اور رالف کا زین سوزانے کی بھوری گھوڑی پر کس دیا اور اس گھوڑی پر خود زنٹی سوار ہوا تا کہ سامان سے لدا ہو خچر آسانی سے اور تیزی سے سفر کر سکے۔ پھر سی ہامبا اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئی۔ یہ وہی گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر وہ یہاں تک آئی تھی یہ گھوڑا بے حد سیدھا اور اچھا تھا اور پھر وہ روانہ ہو گئے۔ سی ہامبا آگے تھی اور اس نے شامیل کی لگام پکڑ رکھی تھی جو اس کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا اور خچر کی لگام زنٹی کے ہاتھ میں تھی اور وہ اس گھوڑے کے پیچھے چلا آ رہا تھا یہ خچر بے حد شریر اور بد مزاج تھا لیکن وہ اپنی بد مزاجی کا مظاہرہ اس وقت کرتا تھا جب کوئی اس پر سوار ہوتا تھا۔
وہ دونوں بہت جلد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سورات پیٹ اور اس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑے

چھوڑے تھے۔ وہاں سے وہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے سہارے آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ اس میدان میں پہنچ گئے جہاں گھاس جلادی گئی تھی چنانچہ یہاں چونکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشانات نہ تھے اس لئے سی ہاماباور زنٹی کا سفر اس میدان سے ذرا مشکل ہو گیا اس میدان میں پہنچنے کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشانات تلاش کرنے میں انہیں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کا بہت سا وقت بھی ضائع ہو گیا۔

"زنٹی! اس طرح تو ہم بل ہیڈ کے کرال میں شاید ہی اتنے دنوں میں بھی پہنچ پائیں جتنے دنوں میں کہ تم گائے کا تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تھے۔" سی ہامبانے کہا۔

"یہ بتاؤ زنٹی کہ یہاں سے سوراٹ پیٹ کے خفیہ کرال کا راستہ تمہیں یاد ہے!"

"ہاں سردارن یاد ہے۔ زنٹی ایک دفعہ جس راستے پر چلتا ہے اسے پھر کبھی فراموش نہیں کرتا۔"

"تو پھر جتنی جلد ممکن ہو مجھے وہاں پہنچادو۔"

"بہت اچھا سردارن" لیکن ہو سکتا ہے کہ بل ہیڈ ابابیل کہیں اور لے گیا ہو اور اگر ہم اس کے قدموں کے نشانات پر نہ چلے تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ بل ہیڈ نے ابابیل کو کہاں چھپادیا ہے۔"

"بیوقوف! خود میں اس پر غور کر چکی ہوں۔" سی ہامبانے غصے ہو کر کہا" ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ میں اس کے گھوڑوں کے کھروں کے نشانات کی تلاش میں اپنی آنکھیں پھوڑتی۔ بہر حال ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہے وہ اپنے گھر تو ابابیل کو یقیناً نہیں لے گیا کیونکہ وہاں دوسرے بھی سفید فام رہتے ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ بل ہیڈ کا کوئی دوسرا اور بہتر بھٹ ہو چنانچہ وہ ابابیل کو اپنے اسی بھٹ میں لے گیا ہے جسے تم دیکھ آئے ہو اور ہمیں فوراً وہیں پہنچنا ہے کیونکہ وقت بہت کم ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی سردارن" زنٹی نے کہا" بھلا تمہاری ہوشیاری سے کون انکار کرتا ہے کے راستے کی تفصیلات سناؤ جہاں بل ہیڈ کی عورتوں نے نئی جھونپڑی بنائی ہے۔"

زنٹی بیان کرنے لگا سی ہامبا غور و توجہ اور خاموشی سے سنتی رہی۔

"ٹھیک ہے" سی ہامبانے کہا" اب مجھے وہاں پہنچادو اور اگر وہاں پہنچتے وقت کوئی تجویز میرے ذہن میں آگئی تو تمہیں بتادوں گی۔"

چنانچہ وہ پھر چل پڑے لیکن جب وہ درے کی چوٹی پر پہنچے تو دفعتاً کڑک اور گرج کا طوفان پھٹ پڑا اور کالے کالے بادل گھر آئے اور بارش ہونے لگی اور ان دونوں مسافروں کو اندھیرے اور برستی ہوئی بارش میں آگے کچھ نظر نہ آتا تھا۔

"یہ تو برا ہوا۔" سی ہامبانے کہا۔" اب میرے خیال میں ہمیں اس وقت تک یہاں رکنا پڑے گا جب تک روشنی نہیں پھیل جاتی"

"نہیں سردارن" زنٹی نے کہا" ایک دفعہ میں اس راستے پر چل چکا ہوں اور اب اندھیرے یا روشنی میں آسانی سے اس پر چل سکتا ہوں۔"

اور وہ آگے بڑھا۔ بار بار چمکتی ہوئی بجلیاں اسے راستہ بتا رہی تھیں۔

اور یہ اچھا ہوا کہ طوفان بادوباراں پھٹ پڑا تھا ایسا نہ ہوا ہوتا تو ان دونوں کو دیکھ لیا جاتا کیونکہ سوراٹ پیپٹ نے کرال کے چاروں طرف پہرہ لگا دیا تھا۔
آخر کار سی ہامبا نے محسوس کیا کہ وہ درختوں میں سے گزر رہے تھے کیونکہ ان کے پتوں پر سے اس پر پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور ٹہنیاں بار بار سی ہامبا کے جسم سے چھو جاتی تھیں۔
"یہی وہ جنگل ہے سردار جہاں سے بلی ہیڈ کی بیویوں نے نئی جھونپڑی کے لئے لکڑیاں کاٹی تھیں" زنٹی نے سی ہامبا کے کان میں کہا
وہ اپنے گھوڑوں پر سے اتر آئے اور تینوں گھوڑوں اور خچروں کو قریب کے درختوں سے لیکن ایک دوسرے سے اتنی دور باندھ دیا کہ وہ ایک دوسرے پر لاتیں نہ چلا سکیں۔ اب سی ہامبا نے زین کے چرمی تھیلی میں سے خشک گوشت کا ایک ٹکڑا نکالا اور کھانے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب سے اپنی تمام قوت اور بیدار مغزی کام میں لانی پڑے گی۔
"مکئی کی یہ تھیلی لے جاؤ۔" اس نے کہا" اور گھوڑوں اور خچر میں تقسیم کر دو۔ شامیل کو دوگنا حصہ دینا۔"
زنٹی نے اس حکم کی تعمیل کی اور کچھ ہی دیر بعد چاروں جانور بڑے مزے سے دلیا چبا رہے تھے حالانکہ ان چاروں نے بڑی لمبی منزل ماری تھی لیکن ان کے سوار ہلکے پھلکے تھے اور انہیں اندھادھند بھگایا بھی نہ گیا تھا۔ سی ہامبا ایک دم سے گھوم گئی اور اپنے دونوں ہاتھ گھوڑوں کی طرف بڑھا کر کچھ بڑ بڑانے لگی۔
"کیا کر رہی ہو سردارن۔!زنٹی نے پوچھا
"ان جانوروں پر سحر پھونک رہی ہوں تاکہ ہمارے واپس آنے تک نہ تو زمین پر ٹاپیں ماریں اور نہ ہی ہنہنائیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر ہمار بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اچھا اب چلو۔ ہاں بندوق لے لو اپنے ساتھ کیونکہ تم بندوق چلانا جانتے ہو۔"
اور وہ چل دیئے وہ بھوتوں کی طرح بھیگے ہوئے جنگل میں سے گزر رہے تھے دس منٹ تک وہ اسی طرح خاموشی سے چلتے رہے۔ زنٹی آگے تھا اور دونوں ہاتھ آگے لمبے کئے گویا راستہ ٹٹول رہا ہو اور پھر ایکدم سے رک گیا۔
"ہشت۔"اس نے سرگوشی میں کہا۔"میں لوگوں کی بو پا رہا ہوں
فوراً ہی انہوں نے ایسی آواز سنی جیسے کوئی چٹان پر سے پھسل رہا ہو۔ دوسرے ہی لمحے ایک مردانہ آواز نے ٹوکا۔"کون جا رہا ہے خفیہ کرال میں سے۔"
"میں ہوں۔ آسکا۔ بل ہیڈ کی بیوی۔" ایک نسوانی آواز نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔"اسی مردانہ آواز نے کہا۔"یہ بتاؤ آسکا کیا ہو رہا ہے وہاں۔!"
"کیا ہو رہا ہے؟ میں کیا جانوں کہ کیا ہو رہا ہے۔" آسکا نے تلخی سے جواب دیا۔

"سورج غروب ہو رہا ہے جب بل ہیڈ اپنی نئی بیوی لے کر آ گیا۔ یہ ایک سفید فام سردارن ہے۔ وہی جس کیلئے ہم نے نئی جھونپڑی بنائی ہے لیکن ان سفید فاموں کی شادی کی رسومات واقعی عجیب ہیں کیونکہ اس سردارن کو اس طرح لایا گیا ہے کہ اس کے پیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے چہرے کا رنگ مردے کی طرح تھا اور آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا اور وہاں جنگل میں بل ہیڈ کی اس نئی بیوی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور اس کے بعد ہی اسے چٹان کے اس شگاف میں لایا گیا اور نئی جھونپڑی میں بند کر دیا گیا۔"

"ہاں۔ ان واقعات کی مجھے خبر ہے۔" مرد نے کہا۔ "اور یہ نئی بیوی اپنی مرضی سے نہیں آئی ہے کیونکہ بل ہیڈ نے اس کے شوہر کو قتل کرنے کے بعد اس سفید فام سردارن کو جبراً اپنے قبضے میں کیا ہے ہاں یہ میں جانتا ہوں کیونکہ میرا۔ چچا بل ہیڈ کے ان ساتھیوں میں تھا جو اس سفید فام سردارن کو لانے گئے تھے۔ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ابھی ابھی مجھ سے کہا۔

"یہ تو بہت برا کام کیا ہے" اس نے آسکا بولی۔ "ایک ایسا کام جو ہمارے سروں پر بھی عذاب نازل کر دے گا۔ لیکن تم جانو بل ہیڈ بہت برا آدمی ہے ہاں میں واقف ہوں اس کی برائیوں سے کیونکہ میں اس کی کافر بیویوں میں سے ایک ہوں۔" میں نے کہا تم مجھے کرال کے کنارے تک چھوڑ آؤ گے! جنگل میں بھوت ہیں اور میں اسے عبور کرتے ہوئے ڈرتی ہوں۔"

"نہیں آسکا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا کیونکہ یہاں مجھے پہرے پر بٹھایا گیا ہے"

"ڈرتے کیوں ہو بل ہیڈ تو اندر اپنی نئی بیوی کی خوشامد میں مصروف ہے۔"

"بہت اچھا۔ کچھ دور تک چلتا ہوں تمہارے ساتھ لیکن خیال رہے میں فوراً لوٹ آؤں گا۔"

"زنٹی۔" سی ہامبا نے کہا۔ "اب مجھے چٹان کے شگاف میں لے جاؤ۔"

چنانچہ اس نے سی ہامبا کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے چٹان ٹٹولنے لگا یہاں تک کہ اسے وہ جھاڑی مل گئی جس نے شگاف کو چھپا رکھا تھا۔ وہ سی ہامبا کا ہاتھ پکڑے اس شگاف میں گھس گیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں خفیہ کرال میں تھے۔

"سردارن! ہم لکڑی کے جالے میں گھس آئے ہیں" زنٹی نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

"لیکن یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے باہر کس طرح نکلیں گے۔؟"

"آگے بڑھو یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔" سی ہامبا نے کہا۔ "جہاں میں ایک عورت جا سکتی ہوں تو وہاں تم بھی جا سکتے ہو تم مرد ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارا جادو ہمیں بچائے گا اور اسی لئے میں آیا ہوں لیکن اگر ہم دیکھے گئے تو پھر ہماری موت یقینی ہو گی۔" چنانچہ وہ دونوں چھپتے چھپاتے رینگتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے چھوٹے آبشار کی آواز سنی اور پھر انہیں وہ آبشار اندھیرے میں چمکتا نظر آ گیا بارش اب بھی رم جھم برس رہی تھی۔ ان مسافروں کے بائیں طرف چشمہ بہہ رہا تھا اور اس کے کنارے پر ایک گول اور بلند اور بہت

بڑی جھونپڑی کھڑی تھی۔

"یہ ہے وہ نئی جھونپڑی جس میں ابابیل کو رکھا گیا ہے۔" زنٹی نے سرگوشی میں کہا۔

سی ہامبا چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر کہا۔

"زنٹی! میں یہ معلوم کرنے جا رہی ہوں کہ اس جھونپڑی میں کیا ہو رہا ہے۔ سنو تم اس چشمے کے کنارے ہم سے پیچھے رہو اور اگر میں الو کی طرح چیخوں تو یہ آواز سنتے ہی تم دوڑتے آنا لیکن اس سے پہلے نہیں، سمجھ گئے۔"

"سمجھ گیا سردارن۔" زنٹی نے کہا اور وہ چشمے کے کنارے کے نرسلوں میں رینگ گیا اور وہاں بہت دیر تک وہ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں دبکا سردی سے کانپتا رہا۔

ہاتھوں اور پیروں کے بل چوپایوں کی طرح چلتی ہوئی سی ہامبا جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگی یہاں تک کہ اس کے اور جھونپڑی کے درمیان صرف دس قدم کا فاصلہ رہ گیا اور تب اس نے دیکھا کہ اس کے دروازے پر ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

"مجھے جھونپڑی کے پچھواڑے جانا پڑے گا۔" سی ہامبا نے سوچا۔

اور وہ گھوم کر ان جھاڑیوں کی طرف رینگنے لگی جو دائیں طرف اگی ہوئی تھیں وہ ان کے قریب پہنچی ہی تھی کہ دفعتہً اور صرف ایک لمحہ کے لئے۔ چاند بادلوں میں سے نکل آیا اور اس کی روشنی نے چوپایوں کی طرح چلتی ہوئی سی ہامبا کو نمایاں کر دیا۔ جھونپڑی کے دروانے پر پہرہ دینے والے کافر نے اسے دیکھ لیا۔ اتفاقاً سی ہامبا نے جو ٹوپی پہن رکھی تھی وہ جنگلی کتے کی کھال کی تھی اور وہ پھر ہاتھوں اور پیروں کے بل چل رہی تھی اس کے علاوہ وہاں اگی ہوئی گھاس نے بھی اسے کچھ چھپا کر رکھا تھا۔ چنانچہ پہرے دار نے اسے کتا یا لومڑی ہی سمجھا۔

"ابے دھت۔" پہریدار نے کہا۔

اور پھر فوراً اس نے بھالا پھینک مارا۔ نشانہ بہت عمدہ اور سیدھا تھا اور اگر سی ہامبا کی جگہ واقعی کوئی کتا ہوتا تو بھالا اس کے بدن میں ترازو ہو جاتا لیکن سی ہامبا کتیا نہ تھی اس لئے بھالا اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے اور اس کے پیٹ اور سینے کے نیچے سے گزرتا ہوا اس کے ٹوپی کے لٹکتے ہوئے سرے میں پیوست ہو گیا اب اگر سی ہامبا حواس باختہ ہو گئی ہوتی تو ظاہر ہے کہ پکڑی جاتی لیکن وہ تقریباً بچپن سے ہی وچ ڈاکٹریس تھی چنانچہ ہر فن مولا تھی اور موت سے پنجہ لڑانے کی عادت تھی۔ پہریدار کے الفاظ سے اس نے سمجھ لیا کہ وہ اسے کوئی جنگلی جانور سمجھے ہوئے تھا۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ وہ دونوں ٹانگوں پر کھڑی ہو کر بھاگ جاتی اس لیے چوپائے کی نقل کی اور زخمی کتے کی سی آواز میں چیخ کر آگے بڑھ کر جھاڑیوں میں گھس گئی۔

اس نے پہریدار کو اپنے تعاقب میں آتے سنا لیکن عین اس وقت چاند بادلوں میں چھپ گیا اور پہریدار آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا لوٹ گیا کہ صبح اسے اپنا بھالا مردہ لومڑی کے جسم میں پیوست مل جائے

چند قدم دور دبکی ہوئی سی ہاماہانے پہریدار کو بڑبڑاتے سنا اور اس کی آواز سے پہچان لیا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے سوراٹ پیٹ کے حکم سے سی ہاماہا کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالا تھا اور یہ وہی تھا جس نے اگر سی ہاماہا وقت پر نہ پہنچ گئی ہوتی تو، ٹائیگرس میں لیک میں جان اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا ہوتا۔

اس کے بعد اس نے ٹوپی کے کنارے میں سے بھالا کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رینگنے لگی یہاں تک کہ جھونپڑی کے پچھواڑے پہنچ گئی لیکن اب اس کا کام پورا نہ ہوا تھا کیونکہ جھونپڑی نئی تھی اور بڑی مہارت سے بنائی گئی تھی چنانچہ اس کی دیوار میں کوئی ایسی دراڑ یا سوراخ نہ تھا کہ وہ جھانک کر اندر دیکھ سکتی البتہ جب اس نے دیوار سے کان لگایا تو اسے کچھ شک سا ہوا کہ اندر سے کسی مرد کے بولنے کی آواز آ رہی تھی سی ہاماہا نے نظریں اوپر اٹھائیں دیکھا کہ چھت میں بنے ہوئے سوراخ میں سے روشنی کی تاریں نکل رہی تھیں۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ یہ جھونپڑی حالانکہ بڑی تھی لیکن ایسی ہی تھی جیسی کہ ہم کافروں کی جھونپڑیاں ہوتی ہیں۔ یعنی بھڑوں کے چھتے کی شکل کی۔

"اب اگر میں جھونپڑی کی چھت پر چڑھ جاؤں۔" اس نے دل میں کہا۔ "تو دھوئیں کے سوراخ میں سے جھانک کر نہ صرف جھونپڑی میں بلکہ اندر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی دیکھ سکتی ہوں اور سب کچھ سن بھی سکتی ہوں لیکن خطرہ یہ ہے کہ اگر چاند بادلوں میں دوبارہ نکل آیا تو پہرے دار یا کوئی اور مجھے چھت پر دیکھ لے گا۔ بہرحال یہ خطرہ مجھے مول لینا ہے جو ہوگا دیکھا جائیگا۔

چنانچہ بہت آہستہ آہستہ اور خاموشی سے وہ ان رسوں کو جن سے جھونپڑی کی دیواریں چٹانوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ پکڑ کر اوپر چڑھنے لگی وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ کافروں کے اعتقاد کے مطابق یہ جھونپڑی کی مالکہ کیلئے بہت ہی برا شگون ہے اور اس خیال سے وہ آپ ہی آپ ہنس بھی رہی تھی کہ یہ بدشگونی خود سوراٹ پیٹ کے حق میں ہو رہی تھی کیونکہ وہی اس جھونپڑی کا مالک ہے۔

آخر کار وہ چھت پر اور پھر رینگ کر دھوئیں کے سوراخ کے کنارے پہنچ گئی اور وہاں سے اس نے بڑی احتیاط سے جھانک کر دیکھا۔

ایک بے ڈھنگے پلنگ پر کمبل بچھے ہوئے تھے اور ان پر سوزانے کچھ بیٹھی اور کچھ لیٹی ہوئی تھی اس کے بال بے ترتیب تھے اور اس کے پیر اب بھی بندھے ہوئے تھے اور جیسا کہ آپ نے کہا تھا اس کا چہرہ مردے کی طرح ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور خلا میں دیکھ رہی تھیں یا جیسے کچھ دیکھ ہی نہ رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک میز تھی جو صرف مینڈھے کی چربی کی بنی تھی دو موم بتیاں پھنسی ہوئی تھیں اور ان کی روشنی پوری جھونپڑی میں پھیلی ہوئی تھی۔ میز کے دوسری طرف سوراٹ پیٹ کھڑا ہوا تھا۔

سوزانے "وہ کہہ رہا تھا" میری بات سنو۔ میں نے ہمیشہ تمہیں چاہا ہے ہاں اس وقت سے تم سے

محبت کرتا ہوں جب تم کم عمر تھیں اور میں بھی کم عمر تھا اور جب تم اس انگریز کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کرتی تھیں جواب مر چکا ہے" یہاں سوزانے کے چہرے پر کے جذبات لمحے بھر کے لئے تبدیل ہو گئے لیکن پھر فوراً اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی "سوزانے! میں شروع سے تمہاری پرستش کرتا آیا ہوں اور مجھے اس انگریز سے نفرت تھی جس کی طرف تم مائل تھیں اور جیسے جیسے تمہاری عمر بڑھتی گئی تمہاری سمجھ بوجھ بڑھتی گئی اور تم مجھے ناپسند کرنے لگیں اور کانزی مجھے دھتکارنے اور ذلیل کرنے لگا اور اس کے اُس رویہ نے میرے دل میں وہ بیج ڈال دیا جس سے سخت نفرت اور حقارت کا پودا پھوٹا ہاں سوزانے۔ تم مجھے بہت برا کہو گی اور واقعی میں بہت برا آدمی ہوں میں نے وہ کام کیے ہیں جو میں تمہارے سامنے بیان نہیں کرنا چاہتا۔ جیسا کہ ایک کام میں نے اس رات کیا تھا جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ میں نے کافروں سے دوستی گانٹھی ہے اور ظلم سے اپنا ناتا جوڑا ہے میں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے لئے دوسرے دیوتا پیدا کر لئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ میں اپنے باپ کی کتنی عزت کرتا تھا تو اس کا یہ ہے کہ جو وہ نشے میں دھت تھا تو میں نے اسے خوب پیٹا اور کہتے ہیں کہ اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ بہر حال وہ میرا گنہگار تھا کہ مجھے اس دنیا میں لایا اور یہ بھی سکھایا کہ خدا کو بھول کر شیطان کو کس طرح اپنایا جاتا ہے

اور اب سوزانے نے کوئی جواب نہ دیا تو سوراٹ پیٹ نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھا میں تمہارے سامنے اس طرح کھڑا ہوں کہ میرے ہاتھ تمہارے شوہر کے خون میں رنگے ہوئے ہیں اور میں تمہاری محبت چاہتا ہوں چنانچہ تم میری طرف دیکھو گی اور کہو گی۔ یہ شخص عفریت ہے پاگل ہے جس کے وجود سے اس دنیا کو پاک کر کے اسے جہنم کے ساتویں طبق میں بھیج دینا چاہیئے۔ ہاں۔ میں عفریت ہوں' شیطان ہوں' پاگل ہوں اور بہت برا ہوں لیکن اس کی ذمہ دار تم ہو۔ تم نے مجھے ایسا بنایا ہے اور میں نے جو کچھ کیا ہے تمہیں حاصل کرنے کے لئے کیا ہے میں پاگل ہوں میں جانتا ہوں کہ میں پاگل ہوں کیونکہ میرا باپ پاگل تھا اور میرا دادا پاگل تھا لیکن میرے پاگل پن میں ایک خاص علم ہے میرا یہ پاگل پن تیری دیوانگی نہیں ہے کیونکہ میری رگوں میں ایک پونڈوچ ڈاکٹریس کا خون بھی گردش کر رہا ہے۔ یہ وچ ڈاکٹریس میری دادی تھیں اور وہ باتیں جانتی اور کر سکتی تھی جو سفید فام نہ جانتے تھے اور نہ کر سکتے ہیں جب میں نے تمہیں دیکھا اور میرے دل میں تمہاری محبت گھر کر گئی تو اسی وقت میں نیم پاگل ہو گیا۔ اس سے پہلے میں پاگل نہ تھا اور جب آپس کی لڑائی اور میری شکست کے بعد کانزی نے مجھے کوڑا مارا تو پھر میں پوری طرح سے پاگل ہو گیا اور دیکھو میرا یہ پاگل پن بڑا ہی سود مند ثابت ہوا کیونکہ تم میرے اس پاگل پن کا پہلا پھل ہو اور وہ لاش بھی میرے پاگل پن کا پھل ہے جسے آج سمندر کی موجیں ادھر ادھر لڑھکاتی پھر رہی ہوں گی اور جسے شاید آبی جانور نوچ رہے ہوں گے۔"

"تم کوئی جواب نہیں دے رہی ہو؟ بہت اچھا سوزانے۔ میں نے عیاری اور خون سے تمہیں

حاصل کیا ہے اور عیاری اور خون سے ہی تمہیں یہاں رکھوں گا۔ اور اپنی بناؤں گا۔ یہاں تم میرے اختیار میں ہو اور دنیا کی کوئی طاقت حتیٰ کہ خدا بھی اب تمہیں نہیں بچا سکتا۔ میرے اس خفیہ بھٹ سے چند کافروں کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں ہے اب بہتر یہی ہے کہ میرے جرائم بھول جاؤ جو میں نے تمہاری خاطر کئے ہیں اور راضی خوشی سے میری بیوی بن جاؤ اور اس کا میں یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے بہتر شوہر کبھی کسی عورت کو نہ ملا ہو گا اور نہ ہی ملے گا کیونکہ وہ آگ جو میرے دماغ میں جل رہی ہے بجھ جائے گی وہ طوفان جو میرے دماغ میں چیخ رہا ہے تھم جائے گا اور میں پر سکوں بن جاؤں گا اور ایک بار پھر یہ شیطان وہی سوراٹ پیٹ ہو گا جو تمہیں دیکھنے سے پہلے تھا۔"

"ہیں! اب بھی کوئی جواب نہیں؟ بہت اچھا۔ میں جلدی نہ کروں گا میں جارہا ہوں اس وقت۔ جانتی ہو کیوں؟ چاروں طرف مسلح کافروں کا پہرہ لگانے مبادا تمہارا باپ یا کوئی اور بے وقوف میرا یہ خفیہ بھٹ تلاش کر لے۔ حالانکہ اس کی کوئی امید نہیں البتہ اگر وہ لوگ سی ہامبا کے علم کی مدد حاصل کریں تو بات دوسری ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ بہر حال میں جارہا ہوں اور ایک گھنٹے بعد تمہارا جواب حاصل کرنے آؤں گا اور اس وقت تمہیں جواب دینا ہو گا۔ یہ بات سمجھ لو سوزانے کہ تم مجھ کو چاہو یا نہ چاہو قسمت نے بہر حال تمہیں میرے ہاتھ میں دیدیا ہے سوزانے! مجھ سے کہنے کے لئے تمہارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔"

سوراٹ پیٹ کی اس طویل بڑ کے دوران سوزانے بالکل خاموش بیٹھی رہی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سن ہی نہیں رہی لیکن جب اس نے پوچھا کہ کیا اس کے پاس کہنے کو ایک لفظ بھی نہیں ہے تو سوزانے نے لب کشائی کی۔ وہ اب بھی اس کی طرف نہیں بلکہ اس کے پیچھے کہیں خلا میں دیکھ رہی تھی سوزانے نے صرف ایک لفظ کہا۔

"خونی"

اس لفظ میں کوئی خاص بات نہ تھی یا شاید سوزانے نے خاص لہجہ میں یہ لفظ ادا کیا تھا۔ وہ کچھ بھی ہو بہر حال سوراٹ پیٹ خوفزدہ ہو گیا اور فوراً ہی پلٹ کر جھونپڑی سے نکل گیا اور فوراً ہی سی ہامبا نے اسے باہر پہرہ دیتے ہوئے کافر کو یہ ہدایت دیتے سنا کہ جب تک وہ واپس نہ آجائے پہریدار مستعد اور چوکنا رہے اور یہ کہ وہ ٹھیک ایک گھنٹے میں واپس آجائے گا۔

سوراٹ پیٹ جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے نہ گیا تھا۔ چنانچہ سی ہامبا نہ تو کچھ کر سکتی تھی اور نہ ہی کچھ بول سکتی تھی کیونکہ خوف تھا کہ پہرے دار کہیں اسے دیکھ یا سن لے اس لئے وہ بدستور جھونپڑی کی چھت پر چھپکلی کی طرح چپکی رہی اور دھوئیں کے سوراخ میں سے اندر جھانکتی رہی۔

کچھ ہی دیر بعد سوزانے جو اب تک بت کی طرح بیٹھی ہوئی تھی اٹھی اور اپنے بندھے ہوئے پیروں کی وجہ سے ایک وقت میں ایک ایک انچ چلتی ہوئی جھونپڑی کے دروازے کے قریب رکھے ہوئے تختے سے دروازہ بند کیا اور پھر اندر کی طرف سے چوبی آڑ لگا دی وہ پھر اسی طرح ایک ایک انچ

چلتی ہوئی واپس آ کر بستر پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر قدرے بلند آواز میں دعا مانگنے لگی دعا میں وہ بار بار اپنے شوہر رالف کا نام لے رہی تھی۔ دفعتاً وہ خاموش ہو گئی اس نے اپنا سر جھکا ہوا اٹھایا اور ایک ہاتھ سے اپنے گریبان میں ڈال کر وہاں سے ایک چاقو نکال لیا۔ چاقو چھوٹا سا تھا لیکن مضبوط اور تیز تھا۔ چاقو سے اس نے پیر کے بندھن کاٹ لئے اور انہیں جوڑ کر پھانسی کا پھندا بنا لیا پھر اس نے پہلے پھندے کی طرف پھر چاقو کی طرف اور پھر موم بتیوں کی طرف دیکھا اور سی ہامبا نے سمجھ لیا کہ وہ خودکشی کرنے کا ارادہ کر چکی تھی اور اس کے تین طریقوں میں سے ایک کو منتخب کر رہی تھی۔ رسہ یا چاقو یا آگ......

اس تمام عرصہ میں سی ہامبا بیکار نہیں بیٹھی رہی بلکہ چپکے ہی چپکے اپنا کام کر رہی تھی۔ یعنی وہ بھالے کے پھل سے دھوئیں کے سوراخ کے چاروں طرف کی رسیاں کاٹ کاٹ کر پھوس الگ کر رہی تھی اور سوراخ کو چوڑا کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ سی ہامبا کا چھوٹا سا جسم اس میں آسانی سے نکل سکتا تھا۔

لیکن اب بھی وہ کوئی عملی قدم اٹھانے کی جرات نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ وہ مناسب موقع کی منتظر رہی اور آخر کار اسے وہ موقع مل گیا پہرے دار نے ایک طویل جمائی اور پھر انگڑائی لی اور جھونپڑی کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ چھت پر تھا لیکن وہ سی ہامبا کو دیکھ نہ سکتا تھا۔

سی ہامبا آہستہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جلدی سے اپنی ٹانگیں سوراخ میں لٹکا دیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنا جسم سوراخ میں دھکیلا اور پھر جھونپڑی میں کود پڑی لیکن اتنی آہستگی اور بلی کی طرح کہ اس کے جھونپڑی کے فرش پر گرنے سے ذرا بھی آواز نہ ہوئی۔

اور اب ایک دوسرا خطرہ تھا اور یہ خطرہ بڑا تھا یعنی کہ کہیں سوزا نے خوفزدہ ہو کر ایک دم سے چیخ نہ پڑے۔ اور یقیناً وہ چیخ پڑی ہوتی لیکن وہ سمجھ رہی تھی بلکہ اسے یقین تھا کہ اس جھونپڑی میں اس کے علاوہ بھی اور کوئی ہے لیکن جب سی ہامبا چھت کے سوراخ میں سے کودی تو سوزا نے اس خلاف توقع بات سے ایسی سناٹے میں آ گئی کہ چند ثانیوں کے لئے اس کی زبان گنگ ہو گئی اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتی سی ہامبا نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر سرگوشی میں کہا۔

"ابابیل!!! اپنی زندگی کی خاطر خاموش رہو۔ یہ میں ہوں سی ہامبا میں تمہیں بچانے آئی ہوں۔"

سوزا نے چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی بے نور آنکھوں میں چمک آ گئی لیکن پھر فوراً ہی ان کی یہ چمک بجھ گئی اور اس نے کہا۔

"میری زندگی اب کس کے لئے ہے سی ہامبا؟ رالف مر چکا ہے اور میں خود بھی مرنے کی تیاریاں کر رہی ہوں کہ اپنی آبرو بچا لوں اور اپنے رالف کے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا میرا یہ گناہ معاف کر دے گا۔"

"ابابیل!!! ایک خوشخبری سننے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دیکھو خوشی سے دم بخود ہو کر چیخ نہ پڑنا ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ سنو ابابیل! تمہارا شوہر مرا نہیں ہے وہ صرف زخمی ہو گیا تھا میں

نے اسے سمندر سے نکال کر تمہارے باپ کے فارم پر پہنچا دیا ہے اور اب تمہاری ماں اس کی تیمارداری کر رہی ہیں۔"

سوزانے نے یہ خوشخبری سنی تو دفعتاً اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا اور سی ہامبا کے خبردار کرنے کے باوجود وہ خوشی سے چیخ پڑی ہوتی لیکن ادھر اس نے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک دم سے سی ہامبا نے لپک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس وقت تک نہ ہٹایا جب تک کہ خوشی کی لہر اور ساتھ ہی خطرہ گزر نہ گیا۔

"سی ہامبا! یہ تم جھوٹ تو نہیں بول رہیں!" سوزانے نے آخر کار پوچھا

"نہیں ابابیل۔ میں سچ کہہ رہی ہوں تم کہو اس کی قسم کھا کر کہوں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے یہ سامنے کھانا اور دودھ دھرا ہوا ہے تم کھا پی لو تب تک میں ذرا سوچ لوں۔"

جیسا کہ سی ہامبا کا خیال تھا سوزانے نے آخری کھانا اپنے شوہر کے ساتھ چھکڑے میں بیٹھ کر کھایا تھا اور تب سے لے کر اب تک اس نے کچھ نہ کھایا تھا۔ البتہ چند گھونٹ پانی پیا تھا اور بس۔ اور اگر ایک منٹ پہلے دنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت بھی اس کے سامنے رکھ دی جاتی تو وہ ایک لقمہ بھی نہ کھاتی۔ لیکن اب صورت حال مختلف تھی اس کے دل میں غم اور مایوسی کی جگہ خوشی اور امید نے لے لی تھی۔ چنانچہ اسے بھوک محسوس ہوئی تھی اور بڑی رغبت سے کھانے اور دودھ پینے لگی اور سی ہامبا ایک طرف بیٹھی سوچتی رہی۔

کچھ ہی دیر بعد سی ہامبا نے سر اٹھایا اور سرگوشی میں کہا۔

"ایک تجویز ذہن میں آئی ہے عجیب تجویز ہے یہ لیکن اس کے علاوہ کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی بہر حال ہمارا مقصد پورا ہو گا اور فی الحال یہی ہم چاہتے ہیں میں سمجھتی ہوں قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے ابابیل! لاؤ وہ پھندا مجھے دیدو جو تم نے اس چرمی رسی سے بنایا ہے جس سے تمہارے پیر بندھے ہوئے تھے۔"

سوزانے نے کچھ کہے بغیر سی ہامبا کے اس حکم کی تعمیل کی حالانکہ وہ دل ہی دل میں حیران ضرور تھی۔ سی ہامبا نے پھندا خود اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر سوزانے سے کہا کہ وہ پلنگ پر کھڑی ہو کر رسی کا دوسرا اپھندا جھونپڑی کی چھت کے پھوس میں اتنی دور تک' جہاں تک اس کے ہاتھ پہنچ سکتے ہوں گھسیٹ دے تاکہ ایسا معلوم ہو کہ اسے چھت کی بلی سے مضبوط باندھا گیا ہو۔

جب یہ ہو چکا تو سی ہامبا نے اپنا چغہ اتار لیا۔ اب وہ برہنہ تھی اس نے اپنے دو ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کر لئے اس کے ہاتھ میں بھالا دبا ہوا تھا پھر وہ جھونپڑی کی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی اس شخص کی طرح جسے پھانسی دیئے کے لئے زمین سے اوپر کھینچا جانے والا ہو۔

جھونپڑی میں جو کچھ ہوا تھا وہ سوزانے نے نہ دیکھا تھا اور نہ سنا چند ثانیوں کے بعد ہی برہنہ سی ہامبا ایک ہاتھ میں اپنا چغہ اور دوسرے میں بھالا لئے ہوئے سوزانے کے قریب کھڑی تھی۔

"ایک خطرہ تو گزر گیا۔" سی ہامبا نے چغہ اپنے جسم پر ڈالتے ہوئے پر سکون لہجے میں کہا "لیکن ابھی بہت سے خطرات باقی ہیں۔ ابابیل! میرے پیچھے آؤ۔"

وہ دونوں چشمے تک پہنچ گئے وہاں پہنچ کر سی ہامبا نے الو کی سی آواز نکالی فوراً ہی نرسلوں میں سے زنٹی نکل کر ان کے سامنے آکر کھڑا ہو اوہ سردی اور خوف سے کانپ رہا تھا۔

"چلو۔ جلدی چلو" سی ہامبا نے کہا۔

اور وہ تینوں بھاگ پڑے اور ابھی انہوں نے نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ طوفانی بادل، جو رفتہ رفتہ چھٹنے لگے تھے، ایک دم سے پھٹ گئے اور چاندنی نے ان تینوں کو یوں نمایاں کر دیا جیسے وہ دن کی روشنی میں بھاگ رہے ہوں لیکن خوش قسمتی سے ان کی مڈبھیڑ کسی سے نہ ہوئی اور نہ ہی کسی نے انہیں دیکھا۔

"سوار ہو جاؤ ابابیل" سی ہامبا نے شامیل کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

سوزانے نے زنٹی کے شانے پر جو جھک گیا تھا۔ پیر رکھا اور اچانک شامیل پر سوار ہو گئی پھر زنٹی نے سی ہامبا کو اٹھا کر بھوری گھوڑی پر بیٹھا دیا اور خود تیسرے گھوڑے سوار ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے جھک کر خچر کی لگام پکڑ لی۔

"کس طرف سردارنی؟" اس نے پوچھا۔

"گھر کی طرف" سی ہامبا نے جواب دیا۔

جنگل کے دوسری طرف ایک چھوٹی سی ڈھلان تھی جو صرف تین سو قدم چوڑی تھی اور اس کے بعد ایک درہ تھا جو سمندر کے رخ تھا۔ ان تینوں کو اسی درے میں سے گزرنا تھا۔ وہ لوگ جنگل سے نکل کر ڈھلانی میدان میں پہنچ چکے تھے کہ دفعتہً ان کے دائیں طرف سے گھوڑ سواروں کا ایک گروہ نکل کر ان کی طرف لپکا۔ یہ کل سات تھے اور ان میں سے ایک جو سب کے آگے کوئی اور نہیں بلکہ خود سوراٹ پیٹ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اور درے کے سامنے پہنچ کر ان تینوں کا راستہ روک لیا۔ ان تینوں نے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور سی ہامبا نے زنٹی سے پوچھا۔

"زنٹی! سامنے والے سلسلہ کوہ میں دوسرا درہ نہیں ہے کیونکہ یہ درہ تو سوراٹ پیٹ نے ہمارے لئے بند کر دیا ہے؟"

"میرے خیال میں تو کوئی درہ نہیں ہے" زنٹی نے جواب دیا "البتہ یہ میں دیکھ چکا ہوں کہ ہمارے پیچھے جو میدان ہے وہ ہموار اور سیدھا ہے اور اس پہاڑی تک چلا گیا ہے جو دور افق سے چپکی دکھائی دیتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ خچر چھوڑ دو۔ زندہ رہے تو ڈھلان پر اکٹھا ہوں گے۔ گھوڑے بھگاؤ خوب اب زندگی کا سوال ہے یہ نہ بھولو کہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

جب ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کے رخ موڑے ہیں تو سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی ان سے صرف سو قدم یا اس سے کچھ ہی زیادہ دور تھے لیکن جنگل میں پہنچنے کے بعد ان تینوں کو اپنے اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن کے درمیان فاصلہ بڑھانے کا وقت مل گیا کیونکہ سوراٹ پیٹ کا خیال تھا کہ وہ مفرور جنگل میں سے نکلنے کی جرأت نہ کریں گے چنانچہ وہ اور ان کے ساتھی انہیں جنگل میں تلاش کرتے رہے اور تینوں گھوڑے جنگل سے کوئی ایک میل دور سے چاندنی میں نہائے ہوئے میدان میں ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔

آخر کار سوراٹ پیٹ نے ان تینوں کو ایک دور کی ڈھلان کی چوٹی طے کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور پھر اس طویل اور یادگار دوڑ کا آغاز ہوا جو افریقہ میں اپنی طرز کی پہلی اور آخری دوڑ تھی۔

ایک کے بعد دوسرا گھنٹہ گذرتا گیا اور گھاس کے اس میدان میں، جس میں چاندنی نے نور کی چادر سی بچھا رکھی تھی، گھوڑے بھاگتے اور ان کے سوار انہیں بے دردی سے بے تحاشا بھگاتے رہے آخر کار چاند غروب ہو گیا چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور اب انہیں اندھیرے میں بڑی احتیاط سے آگے بڑھنا تھا۔

اور پھر افق مشرق پر صبح کی سرخی پھیلنے لگی لیکن وہ تینوں اب بھی نہ رکے اور دونوں گھوڑے تھکنے لگے ان کے عین سامنے اور کوئی بیس میل دور وہ تنہا پہاڑی کھڑی تھی جس کی طرف وہ تینوں جا رہے تھے اور پیچھے وہ وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا جسے وہ عبور کر کے آئے تھے سوزا نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا لیکن دور دور تک کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہیں آیا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں ذرا دیر سستا لینا چاہیے" اس نے کہا "گھوڑے بھی تھک گئے ہیں۔"

"چنانچہ وہ ایک چشمے کے کنارے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور گھوڑوں نے چشمے کے میٹھے پانی پر گردنیں جھکا دیں لیکن انہیں بہت زیادہ پانی نہ پینے دیا گیا اور پھر وہیں چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا وہاں چشمے کے کنارے، ان تینوں نے خشک گوشت بنا کر پیٹ کی آگ بجھائی اور یہ گوشت کا ذخیرہ تھوڑا سا ہی تھا۔

"سی ہامبا! ہم اس پہاڑی کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟" سوزا نے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہاں ایسی جگہیں ہیں جہاں ہم چھپ سکتے ہیں" سی ہامبا نے جواب دیا اور پھر وہاں سے ہم دوسری طرف کی ڈھلان اتر کر ساحل سمندر پر اور وہاں سے اپنے گھر پہنچ سکتے ہیں لیکن اگر ہم یہاں میدان میں ہی رہے تو میلوں دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"وہاں چوٹی پر لوگ آباد ہیں"؟۔

"ہاں ابابیل! عظیم سردار سگ دے اور اس کا قبیلہ وہاں آباد ہے یہ سگ دے کافروں کا سردار ہے جس کے ماتحت ہزاروں سپاہی ہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ ان دنوں مغرب کی طرف چند سوازی قبائل سے جنگ کرنے گیا ہوا ہے جن سے اس کا پرانا جھگڑا ہے۔"

"تو سگ دے کا قبیلہ ہمیں پناہ دے گا سی ہامبا؟"

شاید' بہر حال یہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہو گا تاہم اتنا ضرور کہوں گی کہ وہاں سوراٹ پیٹ کے کرال سے زیادہ محفوظ رہو گی"

عین اس وقت زنٹی نے جو اس میدان پر نظر رکھے ہوئے تھا جسے عبور کر کے ہم آئے تھے چیخ کر کچھ کہا اور دیوانوں کی طرح اشارے کرنے لگا سوزا نے اور سی ہامبا نے سہم کر اس طرف دیکھا جس طرف زنٹی اشارے کر رہا تھا کوئی ایک میل دور پانچ گھوڑ سوار ڈھلان اتر کر ان کی طرف بھاگے آرہے تھے۔

"سوراٹ پیٹ اور اس کے چار آدمی" سی ہامبا نے کہا "اور میرے باپ کی روح کی قسم ان کے پاس تازہ دم گھوڑے ہیں یہ گھوڑے انہوں نے اس کرال سے حاصل کئے ہونگے جس کے قریب سے ہم آج علی الصبح گزرے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک ہمیں پیچھے نظر نہ آئے تھے۔"

ان تینوں مفرروں میں ایک دم سے بھگدڑ مچ گئی اور سوزا نے تو خوف سے نڈھال ہو گئی جب زنٹی اسے سہارا دے کر شامیل پر سوار کر دا رہا تھا تو وہ سنبھل نہ سکی اور گرتے گرتے بچی۔

"گھبراؤ نہیں ابابیل" سی ہامبا نے کہا "سوراٹ پیٹ ابھی دور ہے اور کوئی غیبی آواز میرے دل میں کہہ رہی ہے کہ ہم فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

حالانکہ سی ہامبا نے بڑے یقین سے یہ الفاظ کہے تھے لیکن وہ خود بھی خوفزدہ تھی اور اس کا یہ خوف بے بنیاد نہ تھا کیونکہ شامیل کے علاوہ ان کے دونوں گھوڑے بیحد تھکے ہوئے تھے اس کے برخلاف سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھے اور صرف ایک میل دور تھے اس کے باوجود تینوں اپنے گھوڑوں کو حتیٰ الامکان تیزی سے بھگا رہے تھے اور میدان کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں کہیں کہیں درخت اگ رہے تھے اور یہاں وہاں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں جن پر جھاڑیاں اگ رہی تھیں۔

"سردارن"! زنٹی نے چیخ کر کہا" میرا گھوڑا تو اب ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا اور سوراٹ پیٹ زیادہ سے زیادہ قریب آتا جا رہا ہے اب اپنے علم کے زور سے بتائیں کہ میں کیا کروں ورنہ تم جانو سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی میرا خاتمہ کر دیں گے۔"

"زنٹی! اس کنہائے میں جا کر چھپ جاؤ" سی ہامبا نے جواب دیا" کیوں کہ بل ہیڈ وہاں تمہیں تلاش کرنے کبھی نہ آئے گا وہ کالے کوے کو نہیں بلکہ ابابیل کو پکڑنا چاہتا ہے بعد میں تم ہمارے گھوڑوں کے

کھروں کے نشانات کے سہارے ہمارے پاس پہنچ سکتے ہو لیکن تم اگر ہمیں نہ پاسکو تو واپس لوٹ کر باس بوئمار کے پاس پہنچ جانا اور جو کچھ دیکھا ہے اس کی تفصیلات ان سے بیان کر دینا جاؤ اب جلدی اس کنہائے میں گھس جاؤ"

"میں نے سنا سر دارن اور میں ایسا ہی کروں گا" زنٹی نے کہا۔

اور دوسرے لمحے ہی وہ اپنے گھوڑے کو لگام سے پکڑے اپنے پیچھے تقریباً کھینچتا ہوا اسی چٹانی شگاف کی طرف لئے جا رہا تھا جس پر جھاڑیاں اگ رہی تھیں۔

آئندہ تین میلوں تک میدان ڈھلانی تھا اور سوزانے اور سی ہامبا وہ ڈھلان اتر رہی تھیں جو ایک بڑے دریا تک پہنچ کر ختم ہو گئی تھی دریا کے دوسرے کنارے سے پھر چڑھاؤ تھا جو بتدریج اس چٹان کے قدموں تک چلا گیا تھا جہاں ان دونوں کو پہنچنا تھا۔

وہ دونوں اپنے گھوڑے بھگاتے رہے حالانکہ شامیل کی آنکھیں اور نتھنے پھیل گئے تھے لیکن وہ تھکن کا اظہار نہ کر رہا تھا لیکن سی ہامبا کی بھوری گھوڑی اب ٹھوکریں کھا رہی تھی اور لڑکھڑا رہی تھی وہ پوری طرح سے تھک چکی تھی اگر اس کی پیٹھ پر سی ہامبا کے بجائے کوئی دوسرا اور وزنی سوار ہوتا تو وہ کبھی کی بیٹھ گئی ہوتی اس کے باوجود وہ سی ہامبا کو لے کر چلتی اور موقع بے موقع بھاگتی رہی۔

"یہ گھوڑی مجھے دریا تک تو بہر حال پہنچا دے گی" سوزانے کو متفکر نظروں سے گھوڑی کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر سی ہامبا نے کہا۔

"اور پھر......؟ سوزانے نے پیچھے دیکھ کر پوچھا۔

سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی اب صرف پانچ سو گز دور رہ گئے تھے وہ خاموشی سے اور بڑے یقین کے ساتھ ان کا تعاقب کر رہے تھے ان شکاری کتوں کی طرح جنہوں نے شکار کی بو پالی ہو۔

"پھر......؟ پھر پتہ نہیں" سی ہامبا نے جواب دیا۔

وہ دونوں خاموش ہو گئے کیونکہ اب ان کی سانس بھی پھولنے لگی تھی۔

آدھے میل آگے بڑھے تو دفعتاً انہیں دریا نظر آ گیا جسے اب تک زمین کے ایک ابھار نے ان کی نظروں سے اوجھل کر رکھا تھا دریا پر نظر پڑتے ہی سوزانے اور سی ہامبا کے منہ سے مایوسی کی چیخیں نکل گئیں۔ دریا میں سیلاب آیا ہوا تھا پہاڑوں پر کی بارشوں کا سارا پانی اسی میں بہہ آیا تھا اور اب یہ دریا گرجتا اور شور مچاتا اور کف اچھالتا ہوا بے تحاشا بہا جا رہا تھا اور اس کا پاٹ دو سو گز چوڑا ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ دونوں آگے بڑھتے رہے کیونکہ رکنا سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑنا تھا۔

فوراً ہی انھوں نے اپنے پیچھے فتح اور خوشی کے نعرے سنے۔ تعاقب کرنے والے نے بھی سرخ دریا کو دیکھ لیا تھا اور خوشی کے نعرے لگا رہے تھے کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ سوزانے اور سی ہامبا بچ کر نہ جا سکیں گے۔

لب دریا سے دس گز ادھر سی ہامبا کی گھوڑی چلتے چلتے ایک دم سے رک گئی وہ پتے کی طرح کانپ

رہی تھی اور دفعتہً بیٹھ گئی۔

"ابابیل!" سی ہامبا نے گری ہوئی گھوڑی پر سے اترتے ہوئے کہا۔ "اب دو ہی راستے رہ گئے ہیں اور فیصلہ تمہیں کرنا ہے یا تو اپنا گھوڑا چڑھتے ہوئے دریا میں ڈال دو یا پھر دوبارہ سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑ جاؤ۔ اگر تم نے سوراٹ پیٹ پر چڑھتے ہوئے دریا کو ترجیح دی تو شامیل اب تک تھکا نہیں ہے اس لئے وہ تیر کر شاید تمہیں دوسری طرف پہنچا دے گا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کہہ سکتی۔"

"اور تم؟" سوزانے نے پوچھا۔

"میں یہیں ٹھہرتی ہوں۔ کاش کہ زنٹی بندوق مجھے دے گیا ہوتا۔"

"نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا ہم ساتھ ساتھ زندہ رہیں گے یا پھر ساتھ ہی مریں گے سوار ہو جاؤ۔ میں کہتی ہوں سوار ہو جاؤ۔ اگر تم نے میرے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہاری نظروں کے سامنے اس دریا میں کود پڑوں گی۔"

جب سی ہامبا نے دیکھا کہ سوزانے واقعی اڑ گئی ہے اور یہ کہ اگر اس نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ واقعی دریا میں پھاند پڑے گی تو اس نے سوزانے کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے پنجے پر اپنا پیر ٹکا کر سوزانے کے آگے شامیل پر سوار ہو گئی تعاقب کرنے والوں نے سی ہامبا کو شامیل پر اور سوزانے کے آگے سوار ہوتے دیکھا تو وہ ہنسنے لگے اور سوراٹ پیٹ نے چیخ کر سوزانے سے کہا کہ بس اب وہ ہتھیار ڈال دے کیونکہ تعاقب کرنے والے اب صرف دو سو گز ہی دور رہ گئے تھے۔

لیکن ان کی ہنسی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ سی ہامبا نے پہلے گھوم کر سوزانے کا ہاتھ چوما اور پھر جھک کر شامیل کی گردن پر تھپکیاں دینے اور اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگی یہاں تک کہ حقیقت میں ایسا معلوم ہوا جیسے گھوڑا اس کی باتیں سمجھ رہا ہو۔ کم سے کم اس نے اپنے کان کھڑے کر کے گردن ہلائی پھر سر گھما کر تعاقب کرنے والوں کی طرف اور پھر گرجتے ہوئے اور کف اچھالتے ہوئے غصیلے دریا کی طرف دیکھا۔

"ابابیل! ہوشیار سنبھل کر اور جم کر بیٹھ رہو۔" سی ہامبا نے کہا۔

اور پھر اس نے چیخ کر گھوڑے سے صرف ایک لفظ کہا اور آہستہ سے اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ سی ہامبا کی آواز کے ساتھ ہی گھوڑے نے اپنے آپ کو سمیٹ کر ایک چھلانگ لگائی اور کنارے کو صاف پھلانگ کر اور اس سے دس بارہ قدم دور گرجتے ہوئے دریا میں جا پڑا۔ سارے سوار سرخ پانی میں گہرائی تک اتر گئے اور پانی ان کے سروں پر بند ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سطح پر ابھرے اور انہوں نے حیرت کی چیخیں سنیں۔ تعاقب کرنے والوں کی چیخیں تھیں جو اب دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ غصے کے ایک نعرے کے ساتھ سوراٹ پیٹ اپنے گھوڑے کو لب دریا لے آیا۔ مجھے کہنا پڑتا ہے وہ بہادر اور نڈر تھا۔ لیکن اس کا گھوڑا دریا میں پھاندنے کے لئے تیار نہ تھا۔ سوراٹ پیٹ اسے آگے بڑھا رہا تھا لیکن وہ پیچھے ہٹ رہا تھا چنانچہ سوراٹ پیٹ مجبوراً اپنے گھوڑے پر خاموش بیٹھا سوزانے اور سی ہامبا کی طرف

دیکھتا رہا۔
ادھر شامیل بڑی بہادری سے دوسرے کنارے کی طرف تیر رہا تھا لیکن پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ وہ گھوڑے کو اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا اور سیدھا تیر نہ سکتا سی ہامبا نے بہر حال دیکھ لیا تھا کہ دریا کے بہاؤ کی طرف تین سو فٹ دور سامنے کے کنارے سے زمین کی ایک پتلی سی راس دریا میں در آئی تھی اور یہ راس گھوڑے نے بھی دیکھ لی تھی یا شائد سی ہامبا نے گھوڑے کو اس کے متعلق بتا دیا تھا وجہ کچھ بھی ہو وہ بہر حال اسی کی طرف تیر رہا تھا۔
پانچ ہی منٹ بعد وہ منجدھار میں تھے اور اب سرخ پانی کی چنگھیں اور گرجتی ہوئی موجیں گھوڑے کے سر پر سے گزر رہی تھیں چنانچہ سوزانے اور سی ہامبا کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں گھوڑا غرق ہی نہ ہو جائے۔ سی ہامبا کا یہ خدشہ تو اتنا بڑھا کہ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے پھسل کر سیلاب میں آگئی اور گھوڑے کی ایال پکڑ کر اس کے ساتھ تیرنے اور اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگی سوزانے بدستور اس پر سوار اس کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی آخر کار وہ اس تک پہنچ گیا وہ سی ہامبا اور سوزانے سمیت کوشش کر کے اس پر چڑھ گیا اور اب وہ خشکی پر کھڑا کانپ رہا تھا اور پھنکار رہا تھا۔
سوزانے اس کی پیٹھ پر سے اتر کر خشکی پر لیٹ گئی اور غصیلے دریا کی طرف دیکھنے لگی اس کے قریب سی ہامبا لیٹی ہوئی تھی ننھی وچ ڈاکٹرلیس کا دم ذرا درست ہوا تو اس نے کہا۔
"زندگی بڑی عمدہ چیز ہے اور شکر ہے کہ ہم زندہ رہے یقین کرو ابابیل! سیلاب زدہ دریائے سرخ کو عبور کرنے کی ہمت آج تک کسی نے نہیں کی ہے لیکن ہم نے ایک تھکے ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے عبور کیا ہے اور ہمارا اور ہمارے گھوڑے کا یہ کارنامہ افریقہ کے ہر قبیلے میں بیان کیا جائے گا۔"
اور اس نے گھوڑے کی تھوتھنی پکڑ کر جو اس کے قریب ہی سر جھکائے کھڑا تھا اپنے سینے سے بھینچ لی۔ اس پر گھوڑا یوں ہنہنایا جیسے اس نے سمجھ لیا ہو کہ سی ہامبا اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔
"میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ہمیں دوبارہ ایسا چڑھا ہوا دریا عبور نہ کرنا پڑے" سوزانے نے کہا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سامنے والے کنارے کی طرف دیکھنے لگی۔
"ادھر سوراٹ پیٹ کا گھوڑا دریا میں پھاندنے کے لئے تیار نہ ہوا چنانچہ سوراٹ پیٹ دیوانوں کی طرح چیختا ہوا کنارے پر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا ایک دفعہ اس نے بندوق بھی دونوں کی طرف اٹھائی تھی لیکن یہ سوچ کر جھکالی کہ وہ شاید ہی گھوڑے کو گولی مار سکے اور اگر یہ فرض محال گولی اسے لگ بھی گئی تو سوزانے یقیناً غرق ہو جائے گی اور یہ وہ چاہتا تھا۔
جب وہ لوگ منجدھار میں پہنچ گئے تو سوراٹ پیٹ ایک دم سے خاموش ہو گیا اور بت بنا ان کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ سوزانے سی ہامبا اور شامیل بخیر و خوبی دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور تب سوراٹ پیٹ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے قریب بلایا اور ان سے مشورہ کرنے لگا اور چند ثانیوں بعد وہ لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار دریا کے کنارے کنارے چل دیئے۔

"وہ لوگ دریا کا پایاب حصہ تلاش کرنے جارہے ہیں" سوزانے نے پوچھا۔

"ہاں ابابیل! لیکن اب ہمیں وقت مل گیا ہے اور محفوظ مقام تک پہنچنے کے لئے ہمارے پاس کافی وقت ہے آؤ...... سوار ہو جاؤ۔"

چنانچہ ایک بار پھر وہ دونوں گھوڑے پر سوار تھیں اور ایک بار پھر شامیل انجانی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اب وہ بھاگ نہ رہا تھا بلکہ چل رہا تھا اور وہاں ایک راستہ تھا جو اوپر جارہا تھا۔

"میں سمجھتی ہوں یہ تنگ راستہ کرال تک ہی جاتا ہے" سی ہامبا نے کہا۔

"خدا کرے کہ وہیں جاتا ہو" سوزانے نے جواب دیا "اور خدا کرے کہ اس کا کرال دور نہ ہو کیونکہ میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب موت قریب آگئی ہے"

"ہمت نہ ہارو ابابیل کیونکہ ہم موت کے سامنے آچکے اس سے مقابلہ کر چکے اور اس پر فتح حاصل کر چکے ہیں۔"

چنانچہ وہ اس ڈھلانی راستے پر چڑھتے رہے اور تب ان دو تھکے ہوئے مسافروں کو پہاڑی کی ایک بہت بڑی سلوٹ میں سگ دریا کا کرال دکھائی دیا یہ واقعی بہت بڑا کرال تھا یہ کرال کے سامنے ایک بڑا میدان تھا اور اس میدان میں مسلح سپاہی جمع تھے جو کئی رجمنٹوں میں تقسیم تھے اس فوج کے سامنے سرداروں یا افسروں کا گروہ تھا۔

"اب ہم واپس نہیں جاسکتے" سی ہامبا نے کہا۔

اور اس نے گھوڑا اس میدان کی طرف بڑھایا پوری فوج حیرت سے اس عجیب منظر کو دیکھ رہی تھی کہ ایک کوتل گھوڑے پر دو عورتیں سوار تھیں ایک سفید فام اور دوسری سیاہ فام اور گھوڑا اتنا تھکا ہوا تھا کہ وہ بمشکل ایک کے آگے دوسرا قدم رکھ سکتا تھا۔

جب وہ افسروں کے گروہ کے قریب پہنچے تو سی ہامبا گھوڑے پر سے اتر آیا لیکن سوزانے گھوڑے پر ہی سوار رہی۔

"کون ہو تم؟" ایک چوڑے سینے والے شخص نے پوچھا جس نے اپنے شانوں پر ایک چیتے کی کھال ڈال رکھی تھی۔

سی ہامبا کی حالت اس وقت مضحکہ خیز تھی اول تو وہ بونی تھی پھر اس کے بال پریشان تھے اور اس کے بدن اور لباس سے پانی ٹپک رہا تھا لیکن اس چیتے کی کھال والے نے نہ تو اس کا مذاق اڑایا اور نہ ہی ہنسا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس بونی عورت کے بشرے سے قبیلے کے سرداروں کا سا وقار اور رعب عیاں تھا۔

"میں سی ہامبا ہوں سی ہامبا نگ یانگا وچ ڈاکٹریس جس کا نام تم نے سنا ہوگا۔" سی ہامبا نے جواب دیا۔

اور فوراً ہی چند لوگوں نے ایک آواز ہو کر کہا۔

"ہاں ہم نے سی ہامبا کا نام سنا ہے۔ عظیم ڈاکٹریس ہے وہ۔"

"کس قبیلے سے ہو تم سی ہامبا"؟اس سردار نے پھر پوچھا۔
"میرا قبیلہ زواری قبیلہ ہے جسے شاکا نے زدلولینڈ سے نکال دیا تھا اور میں امپونڈولنہ لوگوں کی جائز سردارن ہوں جو کہ امپونڈولنہ میں رہتے ہیں اور زواری کی اولاد تھے لیکن اب شاکا کی اولاد ہیں۔"
"تو پھر سی ہامبا تم اپنے لوگوں اور اپنے گھر سے اتنی دور کیوں بھٹک رہی ہو"؟
"اس کا سبب یہ ہے جب زواری اور اس کے لوگوں کو جو انڈووانڈے کہلاتے ہیں شکست ہوئی تو امپونڈولنہ نے،جو زدادی کی رعایا تھے، شاکی سے صلح کرلی لیکن یہ صلح میری مرضی کے خلاف کی گئی تھی اور چونکہ مجھے ایک زوار کتیا کی طرح رہنا پسند نہ تھا اس لئے میں انہیں چھوڑ کر چلی آئی۔"
"حالانکہ تمہارا جسم چھوٹا ہے لیکن دل بہت بڑا ہے۔" سردار نے کہا۔اور ایک شخص چیخ کر بولا۔
"سی ہامبا کی داستان سچی ہے کیونکہ جب تم نے مجھے سفیر بنا کر امپونڈولنہ کے پاس بھیجا تھا تو وہاں کے لوگوں سے میں نے یہی داستان سنی تھی وہاں کے بچے بچے کی زبان پر سی ہامبا کی داستان ہے"
سردار نے پوچھا اور وہ خوبصورت سفید فام عورت کون ہے جو ایسے شاندار گھوڑے پر بیٹھی ہوئی ہے"؟
"وہ میری ماں ہے، میری بہن ہے اور میری آقا ہے جس کی خدمت میں مرتے دم تک کروں گی کیونکہ اس نے مجھے موت سے بچایا ہے اور اس کا نام ہے ابابیل۔"
اور سوزانے کا یہ نام...... یعنی ابابیل...... سن کر بہت سے لوگ نمایاں طور پر چونک پڑے اور اکثروں کے منہ سے حیرت کے کلمات نکل گئے خصوصاً ان مردوں اور عورتوں نے زور زور سے سر ہلائے جو ایک چھوٹا سا گروہ بنائے بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے اور ان مردوں اور عورتوں کی وضع قطع سے انہیں پہچاننا آسان تھا یہ وچ ڈاکٹر اور کاہن تھے سی ہامبا نے لوگوں کے منہ سے نکلے ہوئے حیرت کے کلمات سنے اور وچ ڈاکٹروں وغیرہ کو سر ہلاتے دیکھا لیکن یوں ظاہر کر کے جیسے اس نے کچھ دیکھا اور سنا نہیں سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"میں اور ابابیل بھاگ کر یہاں آئے ہیں اور سردار سگ دے سے ملنے کی امید لے کر آئے ہیں کیونکہ ہمیں اس کے مشورے اور مدد کی ضرورت ہے لیکن سنا ہے کہ وہ جنوب کی طرف کے قبائل سے جنگ کرنے گیا ہوا ہے کیوں ٹھیک ہے نا؟"
"نہیں" چیتے کی کھال والے نے کہا"میں ہی سردار سگ دے ہوں اور میں نے ابھی تک جنگ کا آغاز نہیں کیا ہے۔"
"تمہیں یہاں موجود پا کر مجھے مسرت حاصل ہوئی" سی ہامبا نے کہا"سردار میری داستان سنو اور ہمیں اپنی پناہ میں لے لو۔"
اور اس نے مختصر لفظوں میں سوزانے کے سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑنے اور پھر اس کے خفیہ کرال کی داستان بیان کر دی جب اس نے سوراٹ پیٹ یا بل ہیڈ کا کیونکہ وہ اس کا کافر نام لے رہی

تھی‘ نام لیا تو اس نے دیکھا کہ سگ دے اور افسروں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور جب سی ہامبا نے کہا کہ انھوں نے کس طرح چڑھا ہوا دریائے سرخ عبور کیا تو سگ دے اور وہاں کھڑے ہوئے افسروں کے بشروں پر شک کے آثار دکھائی دیئے اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ ایسا کارنامہ آج سے پہلے کسی نے انجام نہ دیا تھا بہر حال سی ہامبا اپنی داستان بیان کرتی رہی آخر میں کہا۔

”سردار اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں اپنی پناہ میں لے لو اور بل ہیڈ کے ہاتھوں سے ہمیں بچالو جو ہمیں یقین ہے کہ تلاش کرتا ہوا بہت جلد یہاں آجائے گا اور پھر بھالوں سے مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ ہمارے ساتھ کر دو جو ہمیں اپنی حفاظت میں ابابیل کے گھر تک پہنچادے جو یہاں سے سو میل دور ہے اس خدمت کے صلے میں ان سپاہیوں کو اور تمہیں بھی انعام دیا جائے گا بس سردار میری ان درخواستوں کا جواب فوراً دو کیونکہ ہم تھکے ہوئے ہیں اور ہمارے پیچھے بل ہیڈ لگا ہوا ہے“

سگ دے‘ سی ہامبا اور سوزا نے کے سامنے سے ہٹ گیا اس نے دو افسروں کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں اس جگہ پہنچے جہاں کاہن اور کاہنائیں اور وچ ڈاکٹر کھڑے ہوئے تھے وہ لوگ آپس میں بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے اور پھر سگ دے ان دونوں کی طرف گھوم گیا اور بولا۔

”سی ہامبا چاندنی راتوں میں چلنے والی...... سنو...... سگ دے کے کرال میں آج ایک عجیب واقعہ ہوا ایسا واقعہ جو میرے اجداد کے زمانے میں بھی نہ ہوا تھا تم دیکھ رہی ہو کہ سامنے میری فوج کھڑی ہے یہ فوج کل انڈوانڈوے سے‘ جن کا ذکر تم نے کیا ہے جنگ کرنے روانہ ہو جائے گی کیونکہ ان لوگوں نے میری اور میرے گھرانے کی توہین کی ہے چنانچہ آج صبح یہ سپاہی رسم کے مطابق یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ وچ ڈاکٹر انہیں مناسب دوائیں دیں اور جنگ کے متعلق شگون دیکھیں چنانچہ کاہنوں نے مقدس روحوں کو طلب کیا اور اس عورت نے دوائی کھائی جسے منتخب کیا گیا تھا اور وہ ہم سب کی نگاہوں کے سامنے سحر کی مقدس نیند سوگئی دیکھو یہ ہے وہ عورت۔“

اور اس نے ایک طویل القامت عورت کی طرف اشارہ کیا جس کی آنکھیں خوفناک تھیں اور جس کے گلے میں ہڈیوں کی مالائیں اور سانپ کی کچلیاں پڑی ہوئی تھیں۔

”سی ہامبا اس عورت پر سحر کی نیند طاری ہوگئی اور اس نیند میں وہ بولنے لگی اور ہم غور سے اس کی باتیں سننے لگے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اس کے الفاظ شگون کیسے الفاظ ہوں گے اور سی ہامبا! یہ تھے وہ الفاظ جو اس عورت نے کہے جن کی تصدیق یہاں کھڑا ہوا ہر شخص کرے گا۔

”یوں کہتی ہیں تمہارے اجداد کی روحیں اور یوں کہتا ہے تمہارے کھرالے کا سانپ کہ اگر ایک

سفید ابابیل نے پہاڑی قبیلے کے خلاف جنگ میں تمہاری راہنمائی نہ کی تو تمہیں شکست ہو گی اور تمہاری فوج بکھر جائے گی لیکن اگر سفید ابابیل تمہارے بھالوں کے آگے پرواز کرتی رہی تو بہت کم خون بہے گا اور تم عزت اور خوشی لے کر لوٹو گے اور تمہارے ساتھ وہ ہو گی جسے تم چاہتے ہو لیکن ابابیل واپس نہ آئے گی کیونکہ اگر اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف کر لیا تو پھر اے سگ دے افسوس ہے تم پر اور تمہاری فوج پر۔"

"سی ہامبا! یہ تھے الفاظ سونے والی کے اور جب وہ اس نیند سے بیدار ہوئی تو میں نے اس سے ان الفاظ کے معنی پوچھے کیونکہ یہ عجیب الفاظ تھے جو سونے والی نے کہے تھے لیکن وہ جواب نہ دے سکی کیونکہ یہاں آکر وچ ڈاکٹروں کا علم ختم ہو جاتا ہے لیکن پھر ہم نے دیکھا کہ تم پہاڑی پر سے اتر کر ہمارے پاس آئیں اور تمہارے ساتھ وہ ہستی بھی ہے جس کا نام تم کہتی ہو کہ ابابیل ہے ہاں یہی ہے وہ سفید ابابیل جو میری فوج کے آگے آگے پرواز کرے گی اور جنگ میں مجھے دولت، خوش بختی اور عزت عطا کرے گی چنانچہ اے سی ہامبا ہم تمہاری درخواست منظور کریں گی لیکن شرط یہ ہے کہ تم جنوب نہیں بلکہ شمال کی طرف جاؤ گی اور میں تمہیں اور تمہارے ساتھ ابابیل کو بھی تمہارے لوگوں میں پہنچادوں گا یعنی امپونڈوانہ میں حالانکہ وہ میرے دشمن انڈووانڈے قبیلے کی رعایا ہیں چنانچہ میرے بھی دشمن ہیں لیکن تمہاری خاطر میں ان سے کوئی تعرض نہ کرونگا اس کے علاوہ جب تک تم ہمارے ساتھ رہو گی تمہاری اور ابابیل کی اتنی عزت کریں گے کہ کبھی کسی کی نہ کی تھی اور جنگ میں جتنے بھی مویشی ہمارے قبضے میں آئیں گے ان میں سے دسواں حصہ ابابیل کا ہو گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر سونے والی نے سفید ابابیل کا حوالہ نہ دیا ہوتا تو میں تمہاری درخواست کبھی قبول نہ کرتا اور تمہیں اور ابابیل کو بل ہیڈ کے سپرد کر دیتا کیونکہ چند دنوں پہلے میں نے اس سے دوستی کی قسم کھائی تھی اور ہم دونوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہیں لیکن اب حالات بدل گئے ہیں اور اب اگر وہ سوا ایسے آدمیوں کے ساتھ بھی آیا جو بندوقوں سے مسلح ہوئے تب بھی میں تمہاری اور ابابیل کی حفاظت کروں گا چاہے اس سے میری قسم ہی نہ ٹوٹ جائے اور بل ہیڈ میرا دشمن ہی کیوں نہ بن جائے۔"

سگ دے کی یہ لمبی تقریر سنی تو سی ہامبا اور سوزانے نے مایوسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"افسوس" سوزانے نے کہا "معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک قید سے نکل کر دوسری قید میں پہنچ گئے ہیں کیونکہ اب ہمیں یہاں سے بہت دور اور شمال کی طرف کافر سرداروں کو تنگ کرنے جانا پڑے گا اور پھر وہاں ہمیں، سی ہامبا' تمہارے لوگوں میں ہمیں چھوڑ جائے گا اور کوئی نہ جائے گا کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور رالف کا دل بے شک صدمے اور غم سے پھٹ جائے گا اور میرے باپ اور ماں کا دل بھی غم سے پھٹ جائے گا۔

"یہ واقعی برا ہوا ہے۔" سی ہامبا نے کہا۔ "لیکن اگر اس کاہنہ نے ابابیل کا خواب دیکھا ہوتا تو ہمارے حق میں اور بھی برا ہوتا یہ اچھا ہے کہ ہم عزت کے ساتھ سفر کریں بجائے کہ بل ہیڈ ہمیں گھسیٹ کر

اپنے خفیہ کرال میں لے جائے اور وہاں مجھے موت کے گھاٹ اتار دے اور تم پر ذلت نازل کرے، رہی دوسری باتیں تو ہمیں قسمت پر بھروسہ اور موقع کا منتظر رہنا ہے کہ جب موقع ملے تو ہم فرار ہو جائیں"

سوزانے نے سی ہاماکی بات سنی اور گھوڑے پر خاموش بیٹھ رہی کیونکہ اس کا دل اداس تھا اور اس جال سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی جو اس کے چاروں طرف تنگ ہو گئی تھی وہ بیٹھی سوچ رہی تھی اور کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی کہ ایک چرواہا جو پہاڑی پر مویشی چرا رہا تھا بھاگتا ہوا آیا اس نے سردار سگ دے کو سلام کیا اور کہا کہ پانچ آدمی ہیں گھوڑوں پر سوار اس طرف آرہے ہیں سوزانے نے یہ سنا تو اس کی ہچکچاہٹ ایک دم سے دور ہو گئی اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور کافروں کی زبان میں کہا۔

"سردار سگ دے! قسم کھاؤ کہ تم ہماری حفاظت کرو گے اور بل ہیڈ مجھے اور میری بہن سی ہاما کو انگلی تک نہ لگا سکے گا اور یہ کہ تم ہماری عزت کرو گی اور ہمارے ساتھ تمہارا اور تمہارے سپاہیوں اور تمہارے لوگوں کا سلوک اچھا ہو گا اور میں ابابیل...... ہاں سفید ابابیل...... تمہاری فوج کو شمال کی طرف لے جاؤں گی کیونکہ میں ہی وہ ابابیل ہوں جس کا خواب تم نے دیکھا ہے......اور میری وجہ سے تمہیں فتح اور کامیابی حاصل ہو گی اور تم پر تمہاری قسمت مسکرائے گی حالانکہ میں خود اپنی قسمت سے واقف نہیں ہوں۔"

"ابابیل! میں اپنے اجداد کی روحوں کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا ہی ہو گا جیسا تم نے کہا ہے۔" سگ دے نے کہا۔ "اور میرے افسر اور میرے مشیر بھی قسم کھاتے ہیں۔"

"ہاں" مشیروں نے ایک آواز ہو کر کہا۔ "ہم قسم کھاتے ہیں اور اے نیک شگون کے پرندے! جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے یہ قسم پوری ہو گی۔"

اور پھر سگ دے نے چیخ کر حکم دیا اور پانچ سو سپاہی دوڑ پڑے اور انھوں نے سی ہاما اور سوزانے کے گرد دائرہ بنا دیا سوزانے بدستور شامیل پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور بال کھلے ہوئے تھے جو اس کی کمر تک آئے تھے ابھی سپاہیوں نے دائرہ بنایا ہی تھا کہ پہاڑی کی چوٹی پر سوراٹ پیٹ اور اس کے چار ساتھی نمودار ہوئے۔

سامنے پوری فوج دیکھی تو سوراٹ پیٹ گھڑی بھر کے لئے حیرت سے رک گیا لیکن پھر سپاہیوں کے حلقے میں اس کی نظر سوزانے پر پڑی جو گھوڑے پر بیٹھی ہوئی تھی اور تب سوراٹ پیٹ نے اپنا گھوڑ آگے بڑھایا اور سیدھا سگ دے کی طرف چلا جو اپنے مشیروں اور محافظوں کے ساتھ سپاہیوں کے دائرے سے باہر کھڑا ہوا تھا۔

"سردار سگ دے"! سوراٹ پیٹ نے کہا۔ "میری ایک بیوی اپنی ایک خادمہ کے ساتھ میرے ایک کرال سے بھاگ آئی ہے اور جیسا میرا خیال تھا اس نے تمہارے کرال میں پناہ لی ہے کیونکہ میں

اسے تمہارے سپاہیوں کے درمیان گھوڑے پر بیٹھی دیکھ رہا ہوں میں اپنی دوستی کے نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ان دونوں کو میرے حوالے کردو۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں بل ہیڈ" سگ دے نے کہا۔ "اور میرے کرال میں آ کر تم نے مجھے جو عزت بخشی ہے اس کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں میں ایک جانور دوں گا کہ تم اور تمہارے ساتھی اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں رہا جہاں تک اس سفید فام خاتون کا معاملہ ہے تو اس کے متعلق ہم فرصت سے تحقیقات اور گفتگو کریں گے میں نے سنا ہے کہ وہ اس عظیم بوئیر کی لڑکی ہے جسے ساحل کی طرف سے کافروں نے "تگڑا بازو" کا نام دیا ہے اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے اس خاتون کے شوہر کو قتل کر دیا ہے اور اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے جبراً اٹھا لائے اب تم جانتے ہو کہ یہاں کا میں سردار ہوں...... اس علاقے کا سب سے بڑا سردار اور چونکہ تمہاری رگوں میں ہمارا خون ہے اس لئے تم ہمارے رواج سے واقف ہو میں انصاف کرنا چاہتا ہوں اور انصاف کروں گا خصوصاً اس لئے کہ میں سفید فاموں سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا کہ وہ ہم پر چڑھ دوڑیں چنانچہ اپنے گھوڑے پر سے اتر آؤ کھاؤ پیو اور آرام کرو کہ تم میرے مہمان ہو اور کل ایک خاص سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں اپنے مشیروں کو طلب کر کے ان سے مشورہ کروں گا۔"

سگ دے نے یہ غلط نہ کہا تھا سوراٹ پیٹ ان کے رواج سے واقف تھا چنانچہ اس نے سمجھ لیا کہ سردار یہ بہانے بازی کر رہا تھا اور یہ کہ سوزانے کو اس کے حوالے نہ کرے گا ابتدا میں تو وہ پرسکون رہا لیکن جب اسے یہ خیال آیا تو اس کی ساری سمجھ بوجھ رخصت ہو گئی وہ مایوسی اور غصے سے دیوانہ ہو گیا کیونکہ اس نے سوزانے کو حاصل کرنے کے لئے جرم اور مشقت کی تھی لیکن اس کے باوجود اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی وہ اپنے گھوڑے پر سے اتر آیا اور ہاتھ میں بندوق لے کر ان سپاہیوں کی طرف باؤلے کتے کی طرح دوڑا جو سوزانے اور سی ہامبا کے گرد دائرہ بنائے کھڑے تھے ایک ساتھ بہت سے بھالے اس کی طرف جھک گئے سوراٹ پیٹ رک گیا۔

"راستہ دو" وہ چیخا "کتو! مجھے راستہ دو۔"

لیکن نہ تو ایک بھی بھالا اوپر اٹھا اور نہ ہی ایک سپاہی اپنی جگہ سے ہٹا سوراٹ پیٹ نے دائرے کے دو چکر لگائے اور پھر چیخ کر پوچھا:

"سی ہامبا! تم بھی موجود ہو سی ہامبا"؟

"ہاں...... میں یہیں ہوں بل ہیڈ" بونی وچ ڈاکٹریس نے جواب دیا اور وہ شامیل کے پیچھے سے جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی ہٹ کر آگے آ گئی اور کہا۔ "سپاہیو! ذرا ادھر ہٹ جاؤ کہ وہ دوغلا کتا مجھے دیکھ کر اطمینان کر لے لیکن خیال رہے کہ زیادہ نہ ہٹنا کیونکہ میں بل ہیڈ کی عیاری سے واقف ہوں اس لئے اس پر اعتبار نہیں کر سکتی...... ہاں کہو بل ہیڈ کس کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو تم؟ ابابیل کے شوہر رالف کانزی کے متعلق؟ تم سمجھتے ہو کہ ہم نے اس موت کے گھاٹ اتار دیا کیوں؟ لیکن میں بتا دوں تمہیں کہ ایسا

نہیں ہوا ہے میں نے سی ہامبا نے اسے سمندر کے پانی میں سے زندہ نکالا تھا اور تم جانتے ہی ہو کہ میں بونی وچ ڈاکٹریس کہہ رہی ہوں، چنانچہ سن لو کہ رالف کا نزی کا زخم خطرناک نہ تھا چنانچہ وہ جلد ہی تندرست ہو کر تمہاری تلاش میں نکل پڑے گا وہ تم سے دو دو ہاتھ کر لے گا رالف سے شاید تمہیں دلچسپی نہیں ہے۔ میں اس خفیہ کرال راز سے بہت پہلے سے واقف تھی اور بل ہیڈ اس نئی جھونپڑی کی چھت میں دھواں نکلنے کے لئے جو سوراخ بنایا گیا ہے وہ کافی بڑا بلکہ بہت بڑا ہے واپس جاؤ اور اس کی روح سے پوچھو جو جھونپڑی کے دروازے پر پہرہ دے رہا ہے کہ میں نے وہ کچھ کہا وہ سچ ہے کہ نہیں۔ کیا اس کے متعلق بھی سننا نہیں چاہتے؟ تو پھر اس دریا کے متعلق سننا چاہتے ہو جسے ہم نے گھوڑے پر بیٹھ کر عبور کیا ہے؟ میں جانتی ہوں بل ہیڈ کہ تم بزدل نہیں ہو اس کے باوجود تم سر تک پانی میں اترنے کی جرأت نہ کر سکے حالانکہ اسے دو کمزور عورتیں ایک تھکے ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کر عبور کر گئیں دیکھو سردار! اس بہادر دوغلے کی طرف دیکھ لو جو ایک چھوٹے سے دریا میں اپنا گھوڑا ڈالنے کی جرات نہ کر سکا۔"

سگ دے کے سپاہی ہنسنے لگے لیکن سوراٹ زمین پر پیر مارنے لگا اور اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا اس کے ہونٹوں کے کونے کف آلود ہو گئے کیونکہ سی ہامبا کے تلخ اور تند الفاظ اس کے دل میں کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"سانپ کی داشتہ! چڑیل!" وہ چیخا۔ "ایک نہ ایک دن تو میرے ہاتھ میں آئے گی اور تب تجھے پتہ چلے گا کہ میں ایک عورت کو کتنا آہستہ آہستہ کتنا تڑپا تڑپا کر مار سکتا ہوں اور میں اسے بھی نہ چھوڑوں گا جسے لوگ ابابیل کہتے ہیں اور اگر اس کا شوہر وہی ہے جیسا کہ تو کہتی ہے تو پھر میں اسے ابابیل کی نظروں کے سامنے قتل کروں گا اس کا ایک ایک عضو باری باری سے الگ کروں گا اور وہ تڑپتا اور موت کی آرزو کرتا رہے گا لیکن اسے موت نہ آئیگی میں تم دونوں کا پیچھا نہ چھوڑوں گا پورے افریقہ میں اگر ضرورت ہوئی تو سمندر کے اس پار تک میں تمہارا تعاقب کروں گا اور جب اور جہاں بھی تم رات گزارنے کے لئے سوؤ گی تو جان لو کہ سوراٹ پیٹ تم سے دُور نہ ہو گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو بل ہیڈ؟" سی ہامبا نے کہا "کتے! میرے سامنے تیری ایک نہیں چل سکتی، بیوقوف مجھ سے مقابلہ کر کے تیری قسمت نہیں مسکرا سکتی ہو بیوقوف! اگر میں تیری جگہ ہوتی تو ہمیشہ سی ہامبا سے کترا کر نکلنے کی کوشش کرتی مستقبل میں دور تک دیکھ سکتی ہوں، میں چاندنی راتوں میں چلنے والی کے نام سے مشہور ہوں چنانچہ سن لے کہ جب آخری دفعہ تو مجھے دیکھے گا تو اس کے تھوڑی دیر بعد ہی تو موت کے اندھیرے میں پہنچ جائے گا۔ کتے چور اور خونی میں نے تجھے اب تک شکست دی ہے اور تیری شکست اس جگہ مکمل ہو جائے گی جہاں ایک چشمہ سمندر میں گرتا ہے اپنے آپ کو دھوکا نہ دے بل ہیڈ سن لے کہ ابابیل تیری نہ کبھی ہو گی اور تیرے مرنے کے بعد بھی کئی برسوں تک اس کا شوہر اسے پیار کرتا اور اپنے سینے سے لگاتا رہے گا تجھے کچھ نہ ملے گا...... ہاں کچھ نہ ملے گا سوائے ناامیدی،

خجالت شکست اور موت کے بعد اس سزا کے جو تجھ جیسے لوگوں کے لئے مقدر ہو چکی ہے جا بل ہیڈ اپنے خصیہ کرال اور اپنی کافر بیویوں کے پاس چلا جا اور انہیں بتا کہ تو سرخ دریا کے پانی کو عبور کرنے کی جرأت میں نہ کر سکا۔"

اب تو سوراٹ پیٹ حقیقت میں پاگل ہو گیا اور بھول گیا کہ وہ سگ دے کے کرال اور اس کے سپاہیوں کے سامنے تھا اس نے بندوق اٹھائی اور سی ہامبا پر گولی چلادی لیکن وچ ڈاکٹریس کی نظر تیز اور وہ خود پھرتیلی تھی چنانچہ جب اس نے سوراٹ پیٹ کو بندوق اٹھاتے دیکھا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے زمین پر لیٹ گئی اور گولی اس کے اوپر سے گزر گئی۔

"ایں! دوغلے کتے! معلوم ہوتا ہے تو بندوق چلانا بھی بھول گیا ہے" سی ہامبا نے سوراٹ پیٹ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

اور اب پہلی دفعہ سگ دے نے زبان کھولی اس نے کہا:۔

"بل ہیڈ! تم کچھ اور بھولے ہو یا نہ بھولے ہو لیکن ایک بات یقیناً بھول گئے ہو" سگ دے غصے میں بھرا ہوا تھا "اور وہ یہ کہ یہ دونوں میری مہمان ہیں اور میری پناہ میں ہیں اور تم نے ان میں سے ایک پر گولی چلائی ہے چنانچہ آج سے ہم دونوں دشمن ہیں اے سپاہیو" سگ دے نے چیخ کر اپنے محافظوں سے کہا "میں بل ہیڈ کی جان بخشی کرتا ہوں کیونکہ آج سے پہلے ہم دوست تھے اس لئے اس کی جان نہ لیں لیکن اسے اور اس کے ساتھیوں کو مار مار کر میرے کرال سے نکال دو...... ہاں...... اپنے بھالوں کے دستوں سے مار کر انہیں یہاں سے نکال دو اور اگر آئندہ کبھی بل ہیڈ میرے کرال میں قدم رکھے تو پھر اپنے بھالوں کے پھل استعمال کرنا۔"

سگ دے کا یہ حکم سنتے ہی اس کے محافظ سپاہی سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بھالوں کے دستوں اور ڈنڈوں سے مارنے لگے یہاں تک کہ سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی خون میں نہا گئے اور اس طرح ان لوگوں نے سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں کو سگ دے کے کرال سے نکال کر سرخ دریا کی طرف بھگا دیا۔

جب یہ ہو چکا تو سوزا نے جو اس تمام عرصے میں شامیل پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سردار سگ دے کے سامنے لے آئی اور کہا:۔

"سردار سگ دے! میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں اب میری تم سے درخواست ہے کہ ہمیں کچھ کھانے کو اور آرام کرنے کے لئے ایک جھونپڑی دو کیونکہ ہم بھوکے اور تھکے ہوئے ہیں۔"

چنانچہ ان دونوں کو بستی میں لایا گیا اور انہیں وہ جھونپڑی دی گئی جو مہمانوں کے لئے تھی کرال کی یہ سب سے بڑی جھونپڑی تھی اور پھر انہیں دودھ گوشت اور انڈے کھانے کے لئے دیئے گئے شامیل کو بھی جھونپڑی کے صحن میں ایک کھمبے سے باندھ دیا گیا اور ایک کافر نے جو ایک سفید فام کا سائیس رہا تھا شامیل کو گرم پانی سے نہلایا اور پھر اسے دانا دیا گیا۔

جھونپڑی کی تنہائی میں سوزانے نے اپنے کپڑے اتارے ...... وہ سوچ رہی تھی کہ یہ لباس اس نے اپنی شادی کے دن کس طرح خوشی خوشی پہنا تھا اور اس کی شادی اب ایسا معلوم ہوتا تھا! جیسے برسوں پہلے ہوئی تھی۔

وہ بہت دیر تک نہاتی رہی اور جب وہ نہا چکی تو سی ہامبا نے اس کے جسم کو بالوں کے نرم چغہ میں لپیٹ دیا کیونکہ اس نے سوزانے کا لباس ایک کافر عورت کو دھوکا دینے کے لئے دے دیا تھا تھوڑا دودھ پینے اور کھانا کھانے کے بعد سوزانے لیٹ گئی چونکہ وہ تھکی ہوئی تھی اس لئے فوراً ہی سوگئی سی ہامبا آہستہ سے اس کے پاس سے اٹھی جھونپڑی کے دروازے کے قریب پہنچی اور کچھ ہی دیر بعد وہ بھی دروازے کے قریب گہری نیند سو رہی تھی۔

وہ دونوں دن بھر اور ساری رات اور دوسرے دن بھی کافی دیر تک سوتی رہیں اور اس وقت تک ان کی آنکھ نہ کھلی جب تک کہ ان عورتوں نے جو ان کی خدمت پر مامور تھیں جھونپڑی کے دروازے پر رکھی ہوئی چوبی تختے پر دستک نہ دی اور پوچھا کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔

طویل اور پرسکون نیند نے ان دونوں کی تھکن دور کر دی تھی حالانکہ اعضاء میں اب بھی ہلکا ہلکا درد تھا لیکن اب دونوں تازہ دم تھے سوزانے نے وہ کپڑے پہنے جو عورت دھو کر لائی تھی اور پھر اپنے لابنے بالوں میں کنگھی کی اور پھر شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور شامیل کی خیر و خبر معلوم کرنے کے لئے جھونپڑی سے باہر آئی شامیل بھی تازہ دم تھا اور کھا رہا تھا حالانکہ اس کی ٹانگیں اب بھی سوجی ہوئی تھیں۔

وہ دونوں شامیل کے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہی تھیں کہ سگ دے کا پیغامبر آگیا اور اس نے کہا کہ اگر ابابیل سستا چکی ہو تو سردار اس سے اپنے "دربار" میں مشورہ کرنا چاہتا ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سگ دے کی جھونپڑی کی طرف چل دیں اور جب اندر آئیں تو وہاں کھڑے ہوئے سپاہیوں نے انھیں شاہی سلام کیا اور پھر ان سپاہیوں نے سوزانے اور سی ہامبا کو اپنے حلقے میں لے لیا اور انہیں سگ دے کے دربار میں لے آئے یہ دراصل کھلا میدان تھا جس کے چاروں طرف بلند اور دوہری باڑ لگی ہوئی تھی جب سوزانے وہاں پہنچی تو وہاں موجود ہر شخص نے حتیٰ کہ سگ دے نے بھی اسے شاہی سلام کیا۔

کسی بھی سفید فام کے لئے یہ بڑی عجیب اور فخر کی بات تھی کہ ایک عظیم سردار اسے شاہی سلام کرتا ہے لیکن سوزانے نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ اس کے سامنے ایک بیحد تھکا ہوا اور دہشت زدہ سا کافر کھڑا ہوا تھا اور یہ کوئی اور نہیں بلکہ خود زنٹی تھا اور اس کے ساتھ سی ہامبا کا گھوڑا تھا اور وہ خچر بھی جس پر سامان لدا ہوا تھا اور جسے ان لوگوں نے کئی سو میل دور جنگل میں چھوڑ دیا تھا یعنی اس وقت جب سوراٹ پیٹ ان کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ اپنی رفتار بڑھانے کے لئے ہر چیز کو حتیٰ کہ زنٹی کو بھی پیچھے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"سی ہامبا" سردار سگ دے نے کہا" ہر شخص جو کرال کے باہر منڈلا رہا تھا یہ کہتا ہے کہ یہ تمہارا خادم ہے اور یہ کہ یہ تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا میں نہیں جانتا کہ یہ آوارہ گرد شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔"

"ہاں سردار یہ سچ کہہ رہا ہے" سی ہامبا نے کہا" حالانکہ مجھے امید تو نہ تھی کہ اس کی صورت دوبارہ دیکھ سکوں گی۔"

اور اس نے سردار کو بتایا کہ وہ اور ابابیل زنٹی سے کہاں اور کن حالات میں جدا ہوئے تھے۔

اور پھر زنٹی سے کہا گیا کہ وہ اب بیان کرے کہ اس پر کیا گزری اس نے بتایا کہ شگاف میں کئی گھنٹوں تک ستانے کے بعد وہ رینگ کر اس کے دہانے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ سوراٹ پیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس اپنے گھر جا رہا تھا اور عجیب مضحکہ خیز اور قابل رحم حالت تھی ان کی۔ ان کے تین گھوڑے لنگڑے ہو گئے تھے اور ان گھوڑوں کے تینوں سوار پیدل چل رہے تھے اور گھوڑوں کی لگامیں پکڑے انھیں اپنے پیچھے کھینچ رہے تھے رہے خود انسان' تو ان کے چہروں اور جسموں پر بھالوں کے دستوں کے مار کے اتنے اور ایسے گہرے نشانات تھے کہ وہ لوگ زندوں سے زیادہ مردے معلوم ہو رہے تھے سوراٹ پیڈ سب کے آخر میں تھا ٹھیک اس جگہ کے قریب پہنچ کر جہاں زنٹی چھپا ہوا تھا وہ پہاڑ کی طرف گھوم گیا اور اس کی طرف اپنا گھونسہ ہلایا اور ڈچ اور کافر زبان میں گالیاں بکنے لگا زنٹی نے کہا کہ سوراٹ پیٹ کا چہرہ اتنا پھول گیا تھا کہ وہ زنٹی کو اس کی کالی اور بڑی آنکھوں کی وجہ سے ہی پہچان سکا۔

"یہ تم نے بڑی عمدہ قبر بنائی ہے" سی ہامبا نے خوش ہو کر کہا۔

خیر تو جب وہ لوگ چلے گئے تو زنٹی کی ہمت بندھی کیونکہ سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ ان لوگوں کو بری طرح سے پیٹا گیا تھا اور یہ کہ سی ہامبا اور ابابیل محفوظ تھے چنانچہ وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس جگہ پہنچا جہاں اس نے اپنا گھوڑا چھوڑا تھا گھوڑا وہاں اگی ہوئی گھاس چر رہا تھا لیکن چونکہ وہ اب تک تھکا ہوا تھا اس لئے وہ اس پر سوار نہ ہوا بلکہ اس کی لگام پکڑ کر پیدل ہی اس سمت چل دیا جس طرف سے سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھی آئے تھے شام ہوتے ہوئے وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے سوراٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں نے دریائے سرخ عبور کیا تھا جہاں وہ رات گزارنے کے لئے رک گیا اور گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

صبح وہ بیدار ہوا تو اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرے جانوروں کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن یہ جانور ان کا وہ خچر تھا جس پر ان کا سامان لدا ہوا تھا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ خچر اپنے ساتھی سی ہامبا کے کھروں کے نشانات دیکھتا ہوا دریائے سرخ تک آ گیا تھا چنانچہ اس نے خچر کو بھی اپنے ساتھ لیا گھوڑے پر سوار ہوا

اور پایاب جگہ سے دریا عبور کیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد سگ دے کے کرال کے مضافات میں پہنچ گیا جہاں سگ دے کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنے سردار کے پاس لے آئے۔

"اس خادم پر اس کا مالک فخر اور دوسرے اس پر رشک کر سکتے ہیں" جب زنٹی خاموش ہوا تو سردار سگ دے نے کہا "اس شخص کو اور دونوں جانوروں کو لے جاؤ اور انھیں کھانا دو۔"

جب زنٹی چلا گیا تو سگ دے سوزانے کی طرف گھوم گیا۔

"ابابیل!" اس نے کہا "اپنے اجداد کی روحوں کے حکم کے مطابق، اور تم جانتی ہو کہ روحوں نے یہ حکم ایک کاہنہ کی زبان سے دیا ہے جب تک تم ہمارے ساتھ ہو میرے فوج کا سپہ سالار میں نہیں بلکہ تم ہو اس لئے انڈوواانڈے کے خلاف جنگ میں ہماری راہبری تمہیں ہی کرنی ہے رجمنٹیں کوچ کے لئے تیار ہیں اب میں تم سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہم کل صبح کوچ کر دیں کیونکہ وقت بہت کم ہے اور انڈوواانڈے بہت دور بسے ہوئے ہیں؟"

"سردار کی مرضی میری مرضی ہے" سوزانے نے جواب دیا۔ "کیونکہ اس عجیب اور پرخطر سفر سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ "لیکن سردار میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم انڈوواانڈے پر چڑھائی کیوں کر رہے ہو؟ کیا سبب ہے اس جنگ کا جس میں تمہاری فوج کی کمان، تمہارے اجداد کی روحوں کے حکم کے مطابق مجھے کرنی ہے۔؟"

سوزانے کے اس سوال پر سگ دے نے وہاں کھڑے ہوئے ایک سپاہی کو کچھ حکم دیا وہ فوراً ہی سلام کر کے رخصت ہوا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک عورت تھی اس عورت کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ رہی ہو گی، وہ بے حد موٹی تھی اس کا چہرہ پھولا ہوا تھا اس کے دانت پیلے تھے اور اس کے صرف ایک آنکھ تھی۔

"یہ اس جنگ کا سبب ہے۔" سگ دے نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا پھر اس نے اس عورت کی طرف دیکھا اور زمین پر کراہت سے تھوک کر کہا۔

"میں سمجھی نہیں۔؟" سوزانے نے کہا۔

"تو پھر سنو ابابیل انڈوواانڈے کے سردار سکویانہ کی ایک بہن ہے جس کا نام باٹوا ہے جس کے حسن کے چرچے پوری دنیا میں ہیں چنانچہ میں نے اپنے سفیر کے ہاتھ اس باٹوا کیلئے اپنا پیغام بھیجا اور سکویانہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس کی بہن کو اپنی سب سے بڑی بیوی بناؤں گا کیونکہ اے ابابیل میں دنیا کی سب سے حسین بیوی کا شوہر بننا چاہتا ہوں اور اس پر فخر کرنا چاہتا ہوں"

"میں نے باٹوا کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بچی تھی" سی ہامبا نے کہا۔ "سچ تو یہ ہے کہ وہ میری بھتیجی ہے اور واقعی وہ بہت حسین ہے۔"

"خیر تو سردار سکویانہ نے میری اس درخواست کا جواب دیا، سگ دے نے کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" میں نے اس کی بہن کا ہاتھ طلب کر کے خود اسے عزت بخشی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں عظیم اور

مشہور سردار ہوں لیکن......" سکویانہ نے کہا...... باٹوا کو معمولی قیمت میں بیوی نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اس کا بھاؤ بہت اونچا ہے اس کے باد جود اگر میں ایک ہزار گائیں اور بیل جن میں پانچ سو سفید اور پانچ سو کالی ہوں' بھیج دوں باٹوا! میری ہو جائے گی چنانچہ اے ابابیل میں نے بڑی مشکلوں سے ایک طویل مدت میں یہ مویشی اکٹھے کئے پورے دو برس لگ گئے ان مویشیوں کو جمع کرنے میں کیونکہ اس علاقے میں ایسی گائیں اور ایسے بیل' جو پوری طرح سے سفید اور پوری طرح سے کالے ہوں کمیاب بلکہ نایاب ہیں تو جب یہ مویشی جمع ہو گئے تب میں نے انھیں ایک فوجی دستے کے ساتھ انڈوانڈے کے سردار کے پاس بھجوادیا۔"

اس دستے کو گئے چار دن گزر گئے اور میں اس کی واپس کا بے چینی سے انتظار کرتا رہا آخر کار یہ دستہ میری دلہن کو لے کر کرال میں داخل ہوا تو رات کا اندھیرا اتر چکا تھا اور دستے کے سپاہی بھوکے اور تھکے ہوئے تھے کیونکہ ان کا سفر بے حد تھکا دینے والا اور دشوار ہو رہا تھا اور راستے میں وہ دوسرے سرداروں کی فوجوں سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ میں حالانکہ دلہن کو دیکھنے کے لئے بہت بے قرار تھا لیکن اس رات میں اس کے پاس نہ گیا بلکہ اسی رات اپنے پورے علاقے میں پیغامبر دوڑا دیئے کہ وہ میرے تمام سپاہیوں اور کل رعایا کو یہاں بلوالائیں اور یہ سب لوگ اس دربار کے میدان میں جمع ہوں اور جب نزدیک و دور سے سپاہی یہاں آ گئے تو میں نے حکم دیا کہ سکویانہ کی بہن باٹوا کو یہاں' سب کے سامنے لایا جائے تا کہ اُس کا حسن میں دیکھوں اور میرے ساتھ تمام لوگ بھی دیکھیں۔"

"اے ابابیل"! وہ گھڑی آ گئی اور...... اس بڈھی گھوڑی کو لایا گیا یہ ایک آنکھ والی بدصورت چڑیل' یہ پہاڑی بلی' فخر سے گردن اکڑا کر اور مغرورانہ قدم اٹھا کر چلنے لگی...... اس چڑیل کے لئے میں نے ایک ہزار مویشی دیئے تھے جن سے آدھے دودھ کی طرح سفید اور آدھے اندھیری رات کی طرح کالے تھے...... اسے لانے کے لئے میں نے اپنے سپاہیوں کا دستہ بھیجا تھا......"

اور مارے غصے کے سگ دے کی آواز کانپ کر خاموش ہو گئی۔

سوزا نے ایک عرصے سے مسکرائی تک نہ تھی لیکن جب اس نے سگ دے کی یہ کہانی سنی اور اسے یوں غصے میں بھرا ہوا دیکھا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی حتیٰ کہ سی ہامبا نے بھی اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے سر جھکا لیا اور زمین کی طرف دیکھنے لگی لیکن وہاں ایک ہستی ایسی بھی تھی جو ہنس نہ رہی تھی اور وہ تھی وہ کالی اور بدصورت عورت وہ غصے سے پھنکار کر ایک قدم آگے بڑھی اور چیخ کر بولی:

"سرخ کافر کتے! کون ہوتا ہے تو کہ انڈوانڈے کی شہزادی کو ایسے نام سے بلانے کی جرأت کر رہا ہے؟ ہاں اس شہزادی کو جسے شاکا جیسا زبردست بادشاہ بھی اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا؟ تو نے سکویانہ کی بہن باٹوا سے شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اور میں سکویانہ کی بہن باٹوا ہی ہوں"

"تو پھر دو ہوں گی باٹوائیں؟ بھوت کی اولاد" سگ دے چیخ کر بولا۔

"وہ" جواب میں بڑھیا بھی چیخی "اے بیوقوف جنگلی دو نہیں چار ہیں کیونکہ ہماری قوم میں شاہی

گھرانے کی عورت کو باٹواؤں کا نام دیا جاتا ہے اور ان سب باٹواؤں میں سب سے بڑی، سب سے عقلمند، سب سے زیادہ ہوشیار اور بہترین میں ہوں میں اپنے بھائی سکویانہ سے عمر میں بیس سال بڑی ہوں بیوقوف! میں نے تین شوہر کئے تینوں مر گئے لیکن میں زندہ ہوں اور وہ باٹوا جس کا تو ذکر کر رہا ہے اور جس کی کمر نرسل کی سی اور آنکھیں بیمار ہرنی کی سی ہیں تو وہ سکویانہ سے عمر میں دس برس چھوٹی اور ہمارے باپ کی آخری بیوی کے بطن سے ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔" سگ دے نے پیچ و تاب کھا کر کہا۔ "اب میں کیا جانتا تھا کہ تیرے لعنتی قبیلے کی ہر عورت کا نام باٹوا ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب ہے جب تیرے قبیلے میں بہت کم باٹوائیں رہ جائیں گی کیونکہ کل میں اپنی فوج لے کر کوچ کر رہا ہوں اور ساری باٹواؤں کو اپنی ایڑی تلے دبا کر چلتا کر دوں گا اور تجھے تیرے بھائی کی چھت کے شہتیر سے لٹکا کر پھانسی دے دوں گا چنانچہ چڑیل اس وقت تک تجھے کوئی خوف نہ کرنا چاہئے۔"

"اگر ایسا ہی ہے" وہ ایک آنکھ والی چیخی "تو پھر میں محفوظ ہوں کیونکہ اے جنگلی کتے میں تجھے اور تیری فوج کو سکویانہ کے کرال سے اور میدان جنگ سے شکست کھا کر اور دم دبا کر بھاگتے دیکھ لوں گی۔"

"اس سے پہلے کہ میں اپنا وعدہ بھول کر اس کالی چڑیل کو اسی وقت پھانسی پر لٹکا دوں گا اسے یہاں سے لے جاؤ۔" سگ دے چیخا۔

بوڑھی باٹوا کے چلے جانے کے بعد سوزانے اور سی ہامبا چند قدم دور ہٹ کر آپس میں گفتگو کرتی رہیں اور اس کے بعد سوزانے نے سردار سگ دے سے کہا۔

"سردار...... اب مجھے اس جنگ کا سبب معلوم ہو گیا ہے اور واقعی عجیب سبب ہے یہ بہر حال کاہنہ کی زبانی روحوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے پیش نظر تمہاری فوج بہادر ہے لیکن چونکہ میں نہیں چاہتی کہ ایسے بظاہر معمولی جھگڑے کی وجہ سے دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے جائیں اس لئے میں روانگی سے پہلے ہی جنگ میں صلح شرائط پیش کرنا چاہتی ہوں اگر سکویانہ اور قبیلہ انڈوانڈے کے لوگ، شرائط تسلیم کر لیں تو پھر تم ایک بڑی جنگ سے بچ جاؤ گے شرائط یہ ہو نگی...... سکویانہ تمہیں وہ مویشی بھی واپس دیدے جو تم نے اسے بیوی کی قیمت کے طور پر دیئے ہیں چونکہ اس نے تمہیں دھوکا دیا۔ اس لئے بطور جرمانہ مزید دو ہزار مویشی دے بشرطیکہ س نے واقعی تمہیں دھوکا دیا ہو کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس بات کی وضاحت نہیں کی تھی کہ تمہیں بہت سی باٹواؤں میں سے کون سی خاص باٹوا چاہیئے اگر سکویانہ نے یہ شرائط مان لیں تو تمہاری فوج جنگ کئے بغیر اور سردار سکویانہ سے صلح کر کے لوٹ آئے گی لیکن اگر اس نے یہ شرائط نہ مانیں تو پھر جنگ ہو گی اب کہو کہ تمہیں یہ منظور ہے؟ اگر نہیں تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گی ضرور لیکن میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ نہ ہوں گی۔ کیونکہ میں جنگ کا باز نہیں بلکہ صلح کی ابابیل ہوں"

سوزانے کے اس اعلان کے بعد سگ دے اور اس کے مشیروں اور افسروں میں بحث ہونے لگی کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ چند جنگ کی حمایت کر رہے تھے اور چند صلح کی، آخر کار پلڑا ان لوگوں کا بھاری رہا جو صلح کے حق میں تھے چنانچہ طے پایا کہ اگر انڈوانڈے لوگوں نے یہ شرائط منظور کر لیں اور ساتھ ہی ہر اس سپاہی کے عوض جو راستے میں مر گیا یا مارا گیا ایک ایک بیل بھی دے تو فوج جنگ کے بغیر لوٹ آئے گی چنانچہ سگ دے کے مشیروں اور افسروں نے سوزانے کے سامنے قسم کھائی کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے سچ تو یہ ہے کہ سگ دے نے یہ قسم کھا کر بڑی مسرت اور اطمینان محسوس کیا کیونکہ وہ ایک دور افتادہ مقام میں جنگ کرنے کے ویسے بھی حق میں نہ تھا۔ وہ تو صرف باٹوا کو اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا اور اگر وہ اسے خون خرابے کے بغیر مل جاتی تو اس کے نزدیک اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی تھی لیکن جو لوگ جنگ ہی چاہتے تھے انھوں نے اس قسم کو کچھ اہمیت نہ دی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ عظیم سکویانہ ان شرائط پر کبھی صلح نہ کرے گا۔

جب یہ معاملہ ہو چکا تو سوزانے نے سردار سگ دے سے درخواست کی کہ زنٹی کو پیغامبر کے طور پر رالف کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ رالف اور جان بوئمار کو معلوم ہو جائے کہ سوزانے زندہ اور خیریت سے ہے لیکن سگ دے نے سوزانے کی صرف یہ بات نہ مانی حالانکہ اس نے اس کی یہ بات نہ ماننے کی بہت سی وجوہات بیان کیں لیکن اصل وجہ صرف یہ تھی کہ اسے خوف تھا کہ کہیں سفید فام سوزانے کو لانے کے لئے مسلح آدمیوں کو اس کے کرال میں نہ بھیج دیں اور اس کا یہ خوف بے بنیاد بھی نہ تھا کیونکہ بے شک ہم نے ایسا ہی کیا ہوتا۔

سگ دے ایک کافر سردار تھا چنانچہ ہر کافر کی طرح توہم پرست تھا کاہنہ نے سفید ابابیل کا جواب اس کے فوج کی کمان کرنے والی تھی شگون بیان کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی سوزانے وہاں پہنچ گئی اور چونکہ وہ کافروں میں ابابیل کے نام سے مشہور تھی اس لئے سگ دے نے اپنی خوش بختی اور فتح و کامیابی سوزانے سے وابستہ کر لی اور اب وہ کسی قیمت پر بھی اس "نیک شگون" کو کم سے کم اس وقت تک اپنے سے الگ نہ کرنا چاہتا تھا جب تک کہ انڈوانڈے کا معاملہ طے نہیں ہو جاتا سوزانے کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے وہ کسی سے بھی آخر دم تک جنگ کرنے کے لئے تیار تھا چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ اگر کوئی مرد' عورت یا بچے نے کسی اجنبی سے کبھی بھولے سے بھی یہ ذکر کیا کہ سوزانے سگ دے کے کرال میں ہے تو اس مرد یا عورت یا بچے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اس کے علاوہ اسے یہ خوف بھی ہو گیا کہ کہیں سوزانے فرار نہ ہو جائے چنانچہ اس نے سوزانے 'سی ہامبا' زنٹی حتیٰ کہ گھوڑوں پر بھی مسلح سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا یہ پہرہ رات اور دن کو بھی قائم رہتا چنانچہ ان کے لئے نہ صرف فرار ہونا بلکہ اپنی خیریت کی اطلاع دینا بھی ممکن نہ رہا تھا۔

سگ دے کی اس کارروائی سے سوزانے اتنی دل شکستہ ہوئی کہ اپنی جھونپڑی میں آنے کے بعد بہت دیر تک روتی رہی غم سے اس کا دل پھٹا جا رہا تھا اور رالف اور ہمارا یعنی اپنے والدین کا خیال اس کے لئے

اور بھی سوہان روح بنا ہوا تھا کہ یہ معلوم کر کے ہماری کیا حالت ہو رہی ہو گی کہ سوزانے ایک دم سے کہیں ایسی جگہ غائب ہو گئی تھی کہ کچھ پتہ نہ تھا کہ زندہ ہے یا مر گئی اور اگر زندہ ہے تو کہاں اور کس حال میں ہے۔

انتہائی مایوسی کے عالم میں اس زنٹی نے کہا کہ وہ رات کے اندھیرے میں کسی نہ کسی طرح سگ دے کے کرال سے نکل جائے لیکن سی ہامبانے کہا۔ "کہ یہ بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ اول تو اتنے سخت پہرے میں سے زنٹی کا نکلنا ممکن ہی نہ تھا اور اگر بہ فرض محال وہ نکلنے میں کامیاب ہو بھی گیا تو تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا جائے گا اور پھر اس کا خون سوزانے کے سر پر ہو گا پھر اس نے پہرے داروں کو رشوت دینے کی کوشش کی اور انہیں ڈرایا اور دھمکایا بھی کہ ان میں سے ایک سوزانے کا پیغام لے جائے لیکن پہرے دار جانتے تھے کہ اگر انہوں نے ابابیل کے اس حکم کی تعمیل کی تو سردار سگ دے کے ہاتھوں ان کا انجام کیا ہو گا چنانچہ جب سوزانے نے انہیں رشوت دینے کی کوشش کی اور انہیں ڈرایا اسے دھمکایا تو وہ اس کے سر کے اوپر خلا میں دیکھتے رہے جیسے ان کی بات سن ہی نہ رہے ہوں بعد میں انہوں نے اس کا ذکر سگ دے سے کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان پہرے داروں پر دوسرے پہرے دار لگا دیئے کہ وہ ان پہرے داروں کی کڑی نگرانی کریں جنہیں سوزانے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور اب میں رالف اور سوزانے کی بجائے اس کہانی کا ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کروں گی قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ بچپن میں سوزانے نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس کی وجہ سے وہ اس جگہ پہنچ گئی تھی جہاں ایک جہاز شکستہ حالت میں اور بھوکا رالف دوزانو بیٹھا دعا مانگ رہا تھا کم سے کم سوزانے نے تو یہی کیا اب ان کی زندگی کے اس نازک دور میں بھی ایک خواب نے ہی ان دونوں کی ڈھارس بندھائی اور انہیں سکون بخشا اور نہ میں سمجھتی ہوں اسی کی وجہ سے وہ ان طویل برسوں کی جدائی اور خطرات برداشت کر سکے اور زندہ رہ سکے اگر ایسا نہ ہوتا تو دونوں کے دل ٹوٹ جاتے اور وہ یقیناً مر جاتے کیونکہ انہیں ایک دوسرے کی خبر نہ تھی اور یہ بڑی مایوس کن اور غمناک بات تھی۔

سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس رات سگ دے کے کرال کی اس جھونپڑی میں جو اسے دی گئی تھی سونے سے پہلے وہ بہت دیر تک اور بڑے خلوص سے دعا مانگتی رہی کیونکہ وہ مجبور تھی اور کچھ کر نہ سکتی تھی چنانچہ اب خود خدا اس کی مدد کرے اور کسی نہ کسی طرح اس کے شوہر رالف کو مطلع کر دے کہ سوزانے زندہ اور خیریت سے تھی اور یہ کہ خود اسے بھی، یعنی سوزانے کو بھی بتا دے کہ اس کا شوہر زندہ اور خیریت سے تھا سوزانے کی یہ دعا خدا نے قبول کی اور میں اس کی گواہ ہوں میرا ایمان ہے کہ جو دعا سچے دل، خلوص اور اعتقاد اور یقین سے مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے چنانچہ وہ بات ہو گئی جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتی تھی ان دو ہستیوں نے جو ایک دوسرے سے سینکڑوں میل دور تھیں اور جن میں سے ایک کافر کرال کی جھونپڑی میں قید تھی اور دوسری اپنے بستر پر مجبور و مایوس پڑی ہوئی تھی...... ہاں

ان دونوں ہستیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آپس میں گفتگو بھی کی۔

دعا مانگنے کے بعد سوزانے سو گئی اور پھر اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بیدار ہو گئی ہے اور وہ جھونپڑی میں کھڑی ہوئی ہے...... سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ یہ خواب اتنا حقیقی تھا کہ وہ گہری نیند سوئی ہوئی سی ہامابا کے تنفس کی آواز صاف سن رہی تھی۔

دفعتہً منظر بدلا اور وہ نہ صرف ہمارے فارم میں بلکہ اپنی خوابگاہ میں تھی اور سامنے پلنگ پر اس کا شوہر رالف لیٹا ہوا تھا وہ بے ہوش تھا اور بخار میں پھنک رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا...... اور اس پر میں 'سوزانے کی ماں' جھکی ہوئی تھی اور میرے ساتھ ایک شخص تھا جو سوزانے کے لئے اجنبی تھا اس شخص کے بال بے ترتیب تھے اور اس نے لباس بھی ناقص پہن رکھا تھا سوزانے نے سمجھ لیا کہ اس شخص کو نیند سے بیدار کیا گیا ہے۔

سوزانے نے مجھے اس شخص سے کہتے سنا "ڈاکٹر! اس کا بخار بہت زیادہ تیز ہو گیا ہے مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ اس کے دماغ پر نہ چڑھ جائے بس اسی لئے میں نے آپ کو بیدار کیا ہے امید ہے آپ میری اس جرأت اور گستاخی کو معاف فرمائیں گے۔"

اس پر سوزانے نے دیکھا کہ ڈاکٹر نے رالف کی طرف دیکھا پھر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا اور حیرت سے سر ہلایا اور پھر سوزانے نے ڈاکٹر کو کہتے سنا۔

"زخم تو اطمینان بخش طور پر ٹھیک ہو رہا ہے اس لئے میرے خیال میں یہ بخار زخم کی وجہ سے نہیں ہے بخار کا مرکز اس کا دماغ ہے اور خطرہ بھی وہی ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں ٹوٹے ہوئے دل کا علاج کون کر سکتا ہے؟"

"خدا کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا" میں نے جواب دیا۔

"ہاں" ڈاکٹر نے کہا "صرف خدا کر سکتا ہے اور اب مسز بوئمار آپ جا کر آرام فرمائیں اور خدا پر بھروسہ کریں اگر مریض بیدار ہو گیا تو آپ اس کی آواز سنیں گی لیکن میں سمجھتا ہوں یہ بیدار نہ ہو گا کیونکہ میں نے اسے نیند کی جو دوا دی ہے وہ اس پر پوری طرح سے حاوی ہے۔"

چنانچہ سوزانے نے ہم دونوں کو کمرے سے باہر آتے دیکھا ڈاکٹر تو اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں اس صوفے پر 'جو خوابگاہ کے دروازے کے باہر رکھا ہوا تھا اور جس پر شطرنجی بچھی ہوئی تھی' لیٹ گئی۔

کہانی کو آگے بڑھانے سے پہلے میں یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ...... حقیقت میں ایسا ہی ہوا تھا اور میرے اور ڈاکٹر کے درمیان...... اور ڈاکٹر ان دنوں ہمارے فارم میں ہی مقیم تھا...... لفظ بہ لفظ وہی گفتگو ہوئی تھی جو سوزانے نے خواب میں سنی تھی اور یہ سوزانے کے سوراٹ پیٹ کے ہاتھ میں پڑنے کے بعد کی تیسری رات تھی اس کے علاوہ میں نے ڈاکٹر سے اپنی اس گفتگو کا ذکر اس وقت تک کسی سے نہیں کیا تھا جب تک کہ ایک عرصے بعد خود سوزانے نے مجھ سے اپنے اس خواب کا ذکر نہ کیا خود ڈاکٹر نے بھی یقیناً کسی سے نہیں کہا کیونکہ وہ گراف رینیت کے علاقے میں چلا گیا تھا اور وہیں د

گھوڑے پر سے گر کر مر گیا کہنے کا مطلب یہ کہ سوزانے کا یہ خواب...... یا آپ اسے جو کچھ بھی کہیں...... سچا اور حقیقی تھا۔

پھر خواب میں سوزانے نے دیکھا کہ وہ آگے بڑھی اور اس پلنگ کے قریب جا کھڑی ہوئی جس پر اس کا شوہر بے ہوش پڑا ہوا تھا اس نے جھک کر رالف کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اس کا ماتھا جل رہا تھا۔

فوراً ہی رالف نے آنکھیں کھول دیں اور خوشی سے چیخ کر کہا:

"سوزانے! میری شریک حیات! تم یہاں کیسے آ گئیں"

اس پر سوزانے نے جواب دیا:

"میں یہاں ہوں۔ میں سوراٹ پیٹ کے خفیہ کرال سے تو فرار ہو گئی لیکن اب سرخ کافروں کے کرال میں قید ہوں اور کل میں ان کی فوج لے کر شمال کی طرف جاؤں گی بہر حال مجھے تم سے ملاقات کرنے کی اجازت مل گئی ہے چنانچہ میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تم ذرا بھی غم نہ کرو تم تندرست ہو جاؤ گے اور ہمارا ملاپ ہو گا حالانکہ بہت دنوں بعد ہو گا لیکن ہم پھر کبھی نہ بچھڑیں گے"

"کہاں ملیں گے ہم؟" رالف نے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی" سوزانے نے جواب دیا "لیکن ٹھہرو...... اب میں دیکھ رہی ہوں اپنے سامنے دیکھو۔"

اور ان دونوں نے سامنے دیکھا اور وہاں انہیں ایک عظیم الشان پہاڑ نظر آیا جو ایک میدان میں اکیلا اپنی چوٹیاں بلند کئے کھڑا تھا لیکن اس کے جنوب میں اور شمال میں دوسرے پہاڑ بھی نظر آ رہے تھے اس پہاڑ کی چوٹی چپٹی تھی اور اس کے بہت سے حصے آگے کو نکلے ہوئے تھے جو سرخ پتھروں کے تھے اور اس کے مشرقی ڈھلان پر گہرے نالے اوپر سے نیچے تک چلے گئے تھے یہ پہاڑی نالے یا شگاف پانچ تھے اور ان کی شکل انگوٹھے اور انگلیوں کی سی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک جناتی ہاتھ ہو اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے بیچ میں سے ایک چشمہ نکل آیا تھا جس کے کناروں پر چپٹی چوٹیوں والے درخت اگ رہے تھے جو گھنے تھے اور جن کے پتے گہرے اور پھول سفید تھے۔

"میرے ساتھ! تم نے دیکھا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو گی اب تم کوئی فکر نہ کرو گے۔" سوزانے نے کہا۔

"ہاں میں نے دیکھا' میں یاد رکھوں گا اور میں کوئی خوف نہ کروں گا۔" رالف نے جواب دیا۔

اور اس کے بعد سوزانے کی آنکھ کھل گئی اور رالف کی آواز اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی اس نے دیکھا کہ وہ سگ دے کے کرال کی جھونپڑی میں ہی تھی اور سی ہامبا کے تنفس کی آواز سن رہی تھی لیکن اب اس کے دل سے اداسی دور ہو چکی تھی اور وہ اطمینان اور سکون محسوس کر رہی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا حالانکہ فی الحال اس میں اور رالف میں جدائی ہو گئی ہے لیکن وہ دن ضرور آئے گا

جب ان دونوں میں ملاقات ہو گی اور یہ ملاقات خواب میں نہیں بلکہ حقیقت میں ہو گی۔

میں 'سوزانے بوئمار جو یہ کہانی بیان کر رہی ہوں' رالف کے کمرے سے باہر آ کر صوفے پر لیٹی ہی تھی کہ میں نے رالف کی آواز سنی وہ مجھے پکار رہا تھا میں دوڑ کر کمرے میں پہنچی تو دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے عجیب طرح کا اطمینان اور سکون ٹپک رہا تھا۔

"ماں!" اس نے پوچھا کیونکہ اب وہ مجھے ماں ہی کہتا تھا۔ "آپ نے سوزانے کو دیکھا۔؟"

"رالف"! میں نے کہا۔ "یہ کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو سوزانے کہیں بھی ہو بہر حال یہاں نہیں ہے۔"

"وہ ابھی ابھی یہاں تھی" رالف نے مسکرا کر کہا "اور ہم نے آپس میں باتیں کی تھیں وہ سوراٹ پیٹ کے کرال سے فرار ہو گئی ہے اور محفوظ ہے لیکن کافروں کے کرال میں قید ہے اور ماں ہماری ملاقات پھر ہو گی اور ہم اس عظیم الشان پہاڑ پر ملیں گے جو ایک قلعہ کی طرح ہے اور اس کا مشرقی پہلو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہے اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا" میں نے کہا اور سوچا کہ رالف ہذیان بک رہا تھا۔

"ماں" رالف نے کہا۔ "تمہیں یقین نہیں لیکن مجھے یقین ہے میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے سوزانے کو ابھی ابھی دیکھا تھا اس نے چیتے کی کھال کا چغہ اپنے شانوں پر ڈال رکھا تھا اور اس نے میرا ماتھا چوما تھا۔"

اور یہ کہتے کہتے وہ سو گیا اور بڑی گہری اور پر سکون نیند تھی یہ اور دوسرے دن بیدار ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس کا بخار اتر چکا تھا اور خطرہ گذر چکا تھا۔

دوسرے دن سی ہاما بیدار ہوئی تو سوزانے نے اس سے پوچھا کہ اس کا قبیلہ 'امپونڈولنہ' ایک عظیم الشان پہاڑ پر تو نہیں رہتا جس کی چوٹی چپٹی ہے اور جس کے کنارے آگے کو نکلے ہوئے ہیں یعنی چھجوں جیسے ہیں اور جس کے مشرقی پہلو پر انسانی ہاتھوں کی انگلیوں اور انگوٹھے کی شکل کے نشانات ہیں اور جس کے کنارے چائے جیسے درخت اگ رہے ہیں جن کے پھول سفید ہیں۔

سی ہاما نے حیرت سے سوزانے کی طرف دیکھا اور پھر بولی:۔

"بالکل یہی گھر ہے میرے قبیلے کا اور ایسے درخت جیسے اس چشمے کے کنارے پر ہیں' افریقہ کے کسی اور حصے میں نہیں پائے جاتے میرے قبیلے کی عورتیں ان درختوں کے پھول اپنے بالوں میں سجاتی ہیں اور انکے پتوں سے مرہم بنایا جاتا ہے جو زخموں کو بہت جلد مندمل کر دیتا ہے لیکن ابابیل! کوہ امپونڈ

دانہ کے متعلق تمہیں کس نے بتایا؟ میں نے تو نہیں بتایا۔"
"کسی نے نہیں بتایا سی ہامبا۔"
اور پھر سوزانے نے اپنا گزشتہ رات کا خواب بیان کیا۔
سی ہامبا غور اور توجہ سے یہ سنتی رہی سوزانے کو پورا خواب ایک ایک تفصیل کے ساتھ یاد تھا جب وہ خاموش ہوئی تو سی ہامبا نے سر ہلا کر کہا۔
"تو معلوم ہوا کہ تم سفید فاموں کو بھی اس پراسرار قوت کا کچھ حصہ دیا گیا ہے جو ابتدائے آفرینش سے کافر وچ ڈاکٹروں کو عطا کی گئی ہے بیشک تمہاری روح کو خوشی حاصل ہوئی کیونکہ اب تم دونوں کے دلوں سے اداسی دور ہو جائے گی اور تم دونوں ہی سکون محسوس کرو گے اب مجھے اس کا بھی یقین ہو گیا ہے کہ ہم اپنے لوگوں میں جائیں گے اور مقررہ وقت وہیں رہیں گے کیونکہ وہیں تمہارا اور اس کا نزی کا ملاپ ہو گا۔"
"کاش میں واپس اپنے فارم میں جا سکتی" سوزانے نے آہ بھر کر کہا۔
"یہ نہ ہو گا ابابیل کیونکہ میرے لوگوں میں جانا اور وہاں قیام کرنا تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے، رہی دوسری باتیں تو ان کا تو یہ ہے کہ اگر تمہیں اپنے شوہر سے کبھی نہ بچھڑنے کے لئے ملنا ہی ہے تو پھر یہ ملاپ کسی جگہ بھی ہو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"
اسی صبح سوزانے شامیل پر سوار ہوئی جو اب تازہ دم ہو چکا تھا۔ سی ہامبا بھی گھوڑے پر اور زنٹی خچر پر سوار ہوا اور پھر وہ تینوں فوج کے درمیان سے گذرے جو کوچ کے لئے تیار کھڑی تھی صف در صف کھڑے ہوئے سپاہیوں نے بھالے بلند کر کے سوزانے کو شاہی سلام کیا کیونکہ اب وہ ان کی سردار اور سپہ سالار تھی۔
اور پھر عورتوں اور بچوں نے رو رو کر اس فوج کو رخصت کیا اور فوج شمال کی طرف روانہ ہو گئی سوزانے چند محافظوں اور راہبروں کے ساتھ فوج سے کئی گز آگے چل رہی تھی کیونکہ اگر وہ فوج کے ساتھ یا اس کے پیچھے چلتی تو وہ دھول اسے تکلیف دیتی جو اتنی بڑی فوج کے چلنے سے اور پھر ان بہت سے بیلوں کے جنھیں غذا کے طور پر ساتھ لیا گیا تھا کھروں سے اڑ رہی تھی۔
اور اس طرح چودہ دنوں تک سوزانے اور فوج سفر کرتی رہی اور اس چودہ دنوں کے سفر میں کوئی خاص واقعہ نہ ہوا سوائے اس کے ایک دریا عبور کرتے وقت سی ہامبا کا بھورا خچر اور بارہ سپاہی ڈوب گئے اور ایسے بہت سے دریا ان لوگوں کے راستے میں پڑے تھے جس علاقے سے یہ فوج گزر رہی تھی وہ غیر آباد نہ تھا بلکہ اس میں یہاں وہاں کافروں کے کرال تھے لیکن یہ کافر اتنے کمزور تھے کہ اتنی بڑی فوج پر حملہ نہ کر سکتے تھے سپاہیوں نے بھی ان چھوٹے چھوٹے قبائل سے کوئی تعرض نہ کیا البتہ ان سے مکئی کے دانے اور دوسری قسم کا غلہ جب ضرورت ہوئی حاصل کر لیا۔
چودھویں دن یہ لوگ ایک زبردست اور پر قوت قبیلے کے علاقے کی سرحد پر تھے یہ قبیلہ پونڈو کی

ایک شاخ تھا یہاں پہنچ کر اس تھکی ہوئی فوج نے قیام کر دیا اور پونڈو سردار کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ پیغامبر بھیجے گئے کہ سگ دے کا اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے چنانچہ پونڈو سردار سگ دے اور اس کی فوج کو اپنے علاقے سے بہ بحفاظت گزر جانے دے۔

تیسرے دن سگ دے کے یہ پیغامبر واپس آئے تو ان کے ساتھ پونڈو سردار کے سفیر تھے۔ ان سفیروں نے کافی بحث مباحثے کے بعد اور بادل ناخواستہ وعدہ کیا کہ وہ سگ دے فوج کو ان کے علاقے سے بہ حفاظت گزر جانے دیں گے لیکن اس شرط پر کہ سگ دے ان کے سردار کی خدمت میں ضیافت کے لئے ایک تگڑا بیل پیش کرے۔

لیکن سی ہامبا نے دیکھا کہ جب پونڈو سردار کے سفیر بحث کر رہے تھے تو ان کی نظریں ادھر ادھر بھٹک کر ہر چیز کا خصوصاً سپاہیوں کی تعداد سوزانے کا جو سردار سگ دے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی جائزہ لے رہی تھیں۔

"یہ لوگ سچے نہیں بلکہ دھوکے باز ہیں" سی ہامبا نے سوچا اور ایک پلان بنالیا۔ اسی شام وہ اس جگہ پہنچی جہاں ان سفیروں کا پڑاؤ تھا۔ ان لوگوں نے سن لیا تھا کہ سی ہامبا ایک مشہور اور ماہر وچ ڈاکٹر لیس ہے۔ اس نے سفیروں سے کہا کہ اگر ان میں سے کوئی سی ہامبا اور اس کے جادو سے فائدہ اٹھانا چاہے یا اپنی قسمت معلوم کرنا چاہتا ہو تو وہ مناسب اجرت پر اپنی خدمات پیش کر دے گی۔ اس پر سفیروں نے ہنس کر کہا کہ انہیں نہ تو تعویذوں کی ضرورت ہے اور نہ گنڈوں کی البتہ انہوں نے سی ہامبا کو مشورہ دیا کہ وہ اس نوجوان سے ملاقات کرے جو ان کا خادم تھا اور ایک لڑکی کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا اور اس لڑکی کو رام کرنے کے لئے بہت سے ڈاکٹروں سے ٹونے ٹوٹکے کروا چکا تھا لیکن اب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تھا اور لڑکی کا دل اب تک نہ پگھلا تھا۔ اب سی ہامبا نے بڑی عیاری سے اور زیادہ سوال پوچھے بغیر اس لڑکے اور لڑکی کے متعلق سفیروں سے ضروری کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر وہاں سے اٹھ آئی پھر اس نے اپنا جال بچھایا اور اسی رات، جب سب لوگ سو رہے تھے، یہ نوجوان سی ہامبا کے پاس اس سے مشورہ کرنے ایک تنہائی کی جگہ آیا۔

سی ہامبا نے اس کی طرف دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا خود سی ہامبا نے کہنا شروع کیا۔

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں تم فلاں بن فلاں ہو اور اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو جو تمہاری طرف سے منہ پھیر لیتی ہے۔"

اور پھر سی ہامبا نے اسے وہ ساری باتیں بتا دیں جو اس نوجوان کے خیال میں اس کے علاوہ کوئی اور نہ جانتا تھا۔

"بہت اچھے حیرت انگیز۔ کمال ہے۔" اس نوجوان نے جھوم کر کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ تم اس معاملے میں میری کچھ مدد کر سکتی ہو؟ کیونکہ تم جانو اس لڑکی نے میرا دل لوٹ لیا ہے۔"

"یہ ذرا مشکل ہے۔" ہوشیار سی ہامبا نے کہا "جانتے ہو جوان کہ جب تم کسی وچ ڈاکٹر کے پاس جاؤ تو

تمہارا دماغ صاف ہونا چاہیے اور اس میں کوئی خیال نہ ہونا چاہیے سوائے اس خیال کے جس کے متعلق تمہیں مشورہ کرنا ہے؟ ہاں جب تم میرے سامنے رہو تمہارے دماغ میں اور کوئی خیال نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے ایسا نہیں کیا ہے اس کے برخلاف تم اس گھات کے متعلق سوچ رہے ہو جو تمہارے لوگ اس فوج کے لئے ایک درے میں لگانے والے ہیں چنانچہ میں لڑکی کا دل صاف طور سے نہیں دیکھ سکتی اس لئے نہیں جانتی کہ میں تمہیں کون سی دوا دوں جو اس لڑکی کا دل نرم کر دے۔"

"یہ سچ ہے۔" اس بیوقوف نوجوان نے جواب دیا" واقعی میں اس گھات کے متعلق سوچ رہا تھا جو ہم اس فوج کے لئے لگانے والے ہیں اور جس کے متعلق میں نے کچھ اڑتی اڑتی سی باتیں سنی ہیں۔ لیکن یہ تمہیں کس نے بتایا؟"

"کس نے بتایا؟ نوجوان میں ایک زبردست وچ ڈاکٹر یس ہوں اور ہر ایک کے خیالات پڑھ لیتی ہوں چنانچہ تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہی میں نے تمہارے خیالات معلوم کر لئے تھے لیکن خیر ب اس معاملے کے متعلق کچھ نہ سوچو جس کا تعلق نہ تم سے ہے اور نہ مجھ سے صرف اس لڑکی کے متعلق وچو اور سوچتے رہو اس وقت تک جب تک کہ تم واپس اپنے گھر نہیں پہنچ جاتے اور پھر اسے وہ دوا دے وجو تمہیں دوں گی۔"

"میں سوچ رہا ہوں۔" اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔

"بیوقوف خاموش رہو۔ تم سمجھتے ہو میں نہیں جانتی کہ تم کیا سوچ رہے ہو اس لڑکی کے متعلق؟ ہاں اب میں اس کا دل دیکھ رہی ہوں اور میں کہتی ہوں کہ تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں کہوں گی تو وہ لڑکی تم سے ایسی محبت کرے گی کہ اگر تم پورے افریقہ کے سردار ہوتے تب بھی وہ تم سے ایسی محبت نہ کرتی۔"

اس کے بعد سی ہامبا نے اسے ایک بے ضرر سا سفوف دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ سفوف اس جھونپڑی میں چھڑک دے جس میں وہ لڑکی سوتی ہے اور پھر سی ہامبا نے اس سے کہا کہ جب وہ لڑکی غسل کرنے کے بعد چشمے سے واپس آئے تو یہ نوجوان راستے میں اس سے ملاقات کرے اور پورے چھ دنوں تک برابر اس سے ملاقات کرتا رہے اور ہر دن اسے تازہ اور نئے پھول پیش کرے۔

نوجوان نے سی ہامبا کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ وہ بطور فیس کیا پیش کرے سی ہامبا نے جواب دیا کہ محبت کے معاملات میں وہ کوئی فیس نہیں لیتی کیونکہ دو دل اس کی وجہ سے مل جائیں اور دو ہستیاں اس کی وجہ سے خوش ہو جائیں یہی اس کی فیس ہے۔ پھر وہ بولی۔

"دیکھو میں نے جو کہا ہے وہ یاد رکھنا ورنہ محبت کے بجائے تمہیں نفرت ملے گی۔ مجھ سے اپنی ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور اگر ہو سکے تو اس وقت بالکل بھی نہ بولنا جب تک کہ تم لڑکی کی جھونپڑی میں سفوف نہیں چھڑک دیتے ہر وہ خیال جس کا تعلق نہ تم سے ہو اور نہ اس لڑکی سے، بچنے

دماغ سے جھٹک دو اور صرف اس لڑکی کے متعلق سوچو اور یہ سوچتے رہو کہ اگر تم نے میری ہدایتوں پر عمل کیا تو تمہاری شادی اس سے ہو جائے گی۔"

چنانچہ وہ نوجوان چلا گیا اور اس نے سی ہامبا کی ہدایتوں پر ایسی سختی سے عمل کیا کہ اس کے افسروں نے اس کو گونگا اور بیوقوف سمجھ کر اسے اس کی خدمت سے الگ کر دیا کیونکہ وہ کسی سے بولتا ہی نہ تھا۔ لیکن سی ہامبا کی دوا نے اس لڑکی کا دل نرم کیا یا نہیں یہ میں نہیں جانتی۔

نوجوان چلا گیا تو سی ہامبا نے زنٹی کو دوڑا دیا کہ وہ سگ دے اور اس کے ان افسروں کو فوراً بلا کر اس جگہ آئے جہاں سی ہامبا اور سوزانے کے قیام کے لئے سپاہیوں نے ٹہنیوں اور پتوں کی عارضی جھونپڑی بنادی تھی۔ جب سگ دے اور اس کے افسر آگئے تو سی ہامبا نے ان کے سامنے وہ باتیں بیان کر دیں جو اس نے محبت گزیدہ نوجوان سے معلوم کرلی تھیں اور کہا کہ ابابیل کو پونڈولوگوں کی نیت پر شک ہوا تھا اور اسی کے کہنے سے سی ہامبا نے اس نوجوان کو طلب کر کے تصدیق کرلی تھی۔ سی ہامبا نے یہ جھوٹ اس لئے بولا تھا کہ وہ سگ دے اور اس کے سپاہیوں پر سوزانے کا رعب جمانے اور اس کی عزت بڑھانا چاہتی تھی۔

یہ سنا تو سگ دے اور اس کے افسروں کو بہت غصہ آیا اور وہ اسی وقت پونڈولوگوں سے جنگ کرنے کے مسئلے پر بحث کرنے لگے لیکن سی ہامبا نے کہا:

"سنو۔ ابابیل نے میرے کان کے قریب اپنا منہ لا کر مجھے ایک بہترین راستہ بتلایا ہے اور وہ یہ ہے۔ پونڈو کے سفیر علی الصبح جائیں اور تم انہیں رخصت کرو گے اور ان سے کہو گے کہ تم بھی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہو کر درے کے دہانے پر کل رات کو پڑاؤ ڈال دو گے اور دوسرے دن صبح درے میں داخل ہو جاؤ گے۔ ادھر ہم اسی وقت زنٹی کو پونڈولوگوں کے لباس میں اس علاقے کی تحقیقات کے لئے بھیج دیں گے اور اگر اس درے کے علاوہ یہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ ہوا تو زنٹی یقیناً اس کا کھوج لگا لے گا اور کل رات ہونے سے پہلے آکر ہمیں مطلع کر دے گا۔ زنٹی دوسرے معاملات میں بیوقوف ہی نہیں راستے تلاش کرے اور انہیں یاد رکھنے میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ پکڑا گیا یا اس سے سوالات پوچھے گئے تو ایسے موقع پر وہ خاموش رہنا بھی جانتا ہے۔"

سردار سگ دے اور اس کے افسروں کو یہ تجویز پسند آئی اور انہوں نے ابابیل کا شکریہ ادا کیا اور اس کی ہوشیاری کی خوب تعریف کی اور اس کے ایک گھنٹے بعد سی ہامبا سے مناسب ہدایتیں حاصل کر کے اور یہ معلوم کر کے کہ انہیں کہاں ملنا تھا، زنٹی اپنے کام پر روانہ ہو رہا تھا۔

دوسرے دن پونڈو کے سفیر اپنے سردار کے لئے سگ دے سے تحائف اور ذبح کرنے کے لئے ایک بیل لے کر کے روانہ ہوئے تو مطمئن تھے اور ان کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ تھا کہ سگ دے اور سی ہامبا کے درمیان کیا باتیں ہوئیں تھیں اور کیا طے پایا تھا اور اسی رات سگ دے کی فوج درے سے ایک میل دور پڑاؤ ڈال چکی تھی جس کے دائیں بائیں بلند اور عمودی چٹانیں بلند ہوتی چلی گئی تھیں۔

سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹے کے بعد زنٹی پراؤ میں آیا اور اس نے کچھ کھانے کو طلب کیا کیونکہ وہ بہت دور تک کا چکر لگا کر آیا تھا اور بھوکا تھا اس کے علاوہ چند پونڈو سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا اور اس کو پکڑ کر اس سے بہت سے سوالات پوچھے لیکن زنٹی نے کوئی جواب نہ دیا۔

زنٹی جب کھانا کھا چکا تو اس نے سگ دے، سی ہامبا اور سوزانے کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی چنانچہ معلوم ہوا کہ اس نے ایک ایسا راستہ تلاش کر لیا تھا جو ذرا دشوار گزار تھا لیکن سگ دے اور اس کے سپاہی اس کے ذریعہ چٹانوں پر چڑھ سکتے تھے۔ زنٹی نے بتایا کہ اس راستے پر چل کر وہ لوگ پونڈو کی بستی اور اس کی فصیل یا باڑ سے کترا کر نکل سکتے تھے اور بستی کے عقب میں مویشیوں کے کرالوں کے سامنے پہنچ سکتے تھے کیونکہ زنٹی نے ایک بلند درخت پر چڑھ کر مویشیوں کے کرال تک کا راستہ دیکھا اور یاد کر لیا تھا۔

اس کے بعد سگ دے اور اس کے افسر سر سے سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے اور مشورہ کرنے لگے اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ آدھی رات سے ایک گھنٹے پہلے سگ دے اور اس کی فوج زنٹی کی راہبری میں روانہ ہو رہی تھی لیکن وہ لوگ پونڈو لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے پڑاؤ کے الاؤ جلتے چھوڑ گئے تھے۔

زنٹی کی راہبری میں وہ لوگ چٹان پر چڑھ گئے اور صبح کی پہلی کرن کے وقت مویشیوں کے کرالوں کے سامنے تھے۔ پونڈو لوگوں کو چونکہ اس طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا اس لئے ان کرالوں میں چند رکھوالوں کے علاوہ کوئی نہ تھا سگ دے کے سپاہیوں نے سارے مویشیوں پر قبضہ کر لیا جو کئی ہزار تھے اور انہیں اپنے آگے ہنکاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گئے لیکن انہوں نے رکھوالوں سے کوئی تعرض نہ کیا البتہ انہیں اس پیغام کے ساتھ سردار پونڈو کے پاس بھیج دیا کہ ہر اس شخص کی قسمت اسی طرح بڑی قسمت میں بدل جاتی ہے جو ابابیل کو دھوکا دیتا اور اس کے لئے جال بچھاتا ہے۔

یوں لٹ جانے پر پونڈو لوگ مارے غصے کے دیوانے ہو گئے کہ وہ سگ دے اور اس کی فوج کے تعاقب میں چل پڑے لیکن اس سے پہلے کہ وہ سگ دے کو جا لیتے وہ اور اس کی فوج ایک دور افتادہ اور بے حد دشوار گزار علاقے میں پہنچ چکی تھی چنانچہ پونڈو سردار کو وہاں سے واپس لوٹ جانے میں ہی اپنی خیریت نظر آئی اور وہ اپنی فوج کو لے کر غصے اور افسوس سے ہاتھ ملتا ہوا اپنے کرال کی طرف لوٹ گیا۔

سگ دے اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور مال غنیمت کے ہزاروں مویشی بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ ایک عجیب فتح تھی جو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر سگ دے کو حاصل ہوئی تھی چنانچہ اس کے بعد سپاہیوں کے دلوں میں سوزانے اور سی ہامبا کی عزت اور بھی بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ وہ زنٹی کی بھی ایک سردار کی طرح عزت کرنے لگے۔

ایک بار پھر وہ لوگ وحشت زدہ علاقے میں سے گزر رہے تھے اس طرف چھوٹے چھوٹے قبائل یہاں وہاں بسے ہوئے تھے اس علاقے میں گھنے جنگلوں اور گہرے دریاؤں اور دلدلوں کا جال پھیلا ہوا تھا چنانچہ وہ لوگ انہیں احتیاط اور اطمینان سے عبور کرتے رہے کیونکہ اب کسی دشمن کے حملے کا خطرہ نہ

تھااور ان کے پاس مال غنیمت کے بہت سے مویشی تھے جو ان کی خوراک کا مسئلہ حل کر رہے تھے البتہ بار بار وہ سیلابی دریاؤں کے کنارے پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو جاتے اور زنٹی دریا عبور کرنے کا راستہ تلاش کرنے روانہ ہو جاتا۔

اپنے سفر کے ٹھیک اکتسیویں دن وہ لوگ انڈ وانڈے کے علاقے میں داخل ہوئے جن سے وہ جنگ کرنے آئے تھے۔ وہ لوگ انڈ وانڈے کے علاقے میں داخل ہی ہوئے تھے کہ سردار سکویانہ کے سفیر ان کے پاس آئے۔ انہیں انڈ وانڈے کے سردار سکویانہ ہی نے بھیجا تھا اور پوچھا تھا کہ سردار سگ دے ایسی زبردست فوج لے کر وہاں کیوں آیا ہے۔ چنانچہ ان سفیروں کے سامنے سردار سگ دے نے اپنا معاملہ پیش کیا اور اپنا اور ابابیل کا نام سینہ پھلا کر اور گردن اکڑا کر لیا۔ سگ دے وحشی ضرور تھا لیکن اپنا وعدہ وفا کرتا تھا چنانچہ جیسا کہ اس نے سوزانے سے وعدہ کیا تھا اس نے سفیروں سے کہا کہ اگر سکویانہ اپنی کانی بہن کو لے کر اپنی سب سے چھوٹی اور سب سے حسین بہن اسے دیدے اور ساتھ ہی اس کے دیئے ہوئے ایک ہزار مویشی اور بطور جرمانہ مزید دو ہزار مویشی سگ دے کی خدمت میں پیش کر دے تو وہ سکویانہ سے جنگ نہ کرے گا۔

ابتدا میں سفیروں نے یہ شرائط نامنظور کر دیں اور چلے گئے لیکن بعد میں انڈ وانڈے کا ایک دوسرا وفد آیا جس کا سردار خود سکویانہ کا بھائی تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اس مسئلے پر کسی اور سے نہیں بلکہ سفید سردار ن ابابیل سے، صرف ابابیل سے گفتگو کرے گا کیونکہ سردار سکویانہ کی طرف سے اسے یہی حکم ملا تھا۔

چنانچہ سوزانے شامیل پر سوار ہوئی اور صرف سی ہامبا کو ساتھ لے کر پڑاؤ سے نکلی اور اس سے سو گز آگے بڑھ کر انڈ وانڈے لوگوں کے وفد سے ملاقات کی۔ اس نے بڑی احتیاط سے اور بڑی عقلمندانہ باتیں کیں۔ اس نے کہا کہ سردار سگ دے کو بیشک دھوکا دیا گیا تھا جس سے خفا ہو کر وہ انتقام لینے پر اور سکویانہ کو ایک نہ بھولنے والا سبق سکھانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سکویانہ کے بھائی نے کہا یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ لوگ، یعنی انڈے کمزور یا بزدل تھے بلکہ وہ بھی جنگ کرنے کے لئے تیار تھے اور جنگ کر سکتے تھے۔ سوزانے نے کہا کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو اور یہ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ سگ دے کو شکست دے کر بھگا دیں لیکن یہ فتح انہیں بھاری جانی نقصان کے بعد حاصل ہو گی ان کے بہت سے سپاہی ظاہر ہے کہ مارے جائیں گے اور اس طرح ان کا قبیلہ کمزور ہو جائے گا اور اگر ایسا ہوا تو پھر زولو، جو ان سے نفرت کرتے ہیں انہیں کھا لیں گے کیونکہ انہیں بہر حال معلوم ہو ہی جائے گا کہ انڈ وانڈے کا قبیلہ سگ دے سے جنگ کر کے کمزور ہو گیا ہے۔

آخر کار انڈ وانڈے نے وہ شرائط مان لیں جو پیش کی گئی تھیں۔ انہیں کسی پر نہیں صرف سوزانے پر اعتبار تھا چنانچہ خود سوزانے نے ان سے وعدہ کیا کہ انڈ وانڈے کے خلاف ایک بھی بھالا نہ اٹھایا جائے گا اور یہ کہ اس کے عوض سکویانہ حقیقی باٹوا سگ دے کے پاس بھیج دے گا اور بوڑھی اور کانی باٹوا کو واپس

لے گا اور یہ بوڑھی باٹوا سگ دے اور اس کے پورے قبیلے کو کوستی ہوئی رخصت ہوئی۔

اور سکویانہ نے حسین اور حقیقی باٹوا اور اس کے ساتھ ہی سگ دے کے دیئے ہوئے ایک ہزار مویشی اور جرمانہ کے طور پر مزید بارہ سو مویشی کیونکہ سوزانے اور وفد کے درمیان یہی جرمانہ طے ہوا تھا۔ سگ دے کی خدمت میں پیش کیے۔

اور یوں سگ دے اور انڈوانڈے کے درمیان وہ جنگ ختم ہوئی کہ جو آج بھی کافروں میں "جنگ ابابیل اور "صاف بھالوں کی جنگ" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس جنگ کا ایک بھی بھالے کا پھل خون سے سرخ نہ تھا اور ایک بھی سپاہی مارا نہ گیا تھا البتہ یہ ضرور ہوا کہ واپسی کے سفر میں سگ دے جب ایک علاقے سے گذر رہا تھا تو پونڈو سردار نے بڑی عیاری اور چالاکی سے اپنے ان مویشیوں میں سے 'جو سگ دے اور اس کے سپاہیوں نے اپنے قبضے میں کر لئے تھے' زیادہ تر واپس حاصل کر لئے۔

چنانچہ یوں ہوا کہ مویشی سگ دے کو دیدیئے گئے اور اسے اپنی پسند کی باٹوا بھی مل گئی یہاں میں یہ بتلا دینا مناسب سمجھتی ہوں، اس باٹوا نے سگ دے کو عمر بھر دکھی رکھا اور اس کی زندگی زہر کر دی نہ صرف اسی باٹوا نے سگ دے کو برباد کر دیا بلکہ باٹوا کی وجہ سے اسے زوال آ گیا۔ یہ لڑکی بڑی جاہ طلب تھی چنانچہ اس نے سگ دے کو ٹرانسکی کے سفید فاموں سے جنگ کرنے پر اکسایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سگ دے عظیم سردار سے چھوٹا اور کمزور سردار بن گیا۔

جب سارے معاملات طے ہو گئے تو سگ دے سوزانے کے پاس آیا۔

"ابابیل" اس نے کہا۔ "تین دن بعد میں واپس جا رہا ہوں چنانچہ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم کس طرف اور کہاں جانا چاہتی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ تم اکیلی اس جنگل میں نہیں رہ سکتی۔"

"میں تمہارے ساتھ ٹرانسکی چل رہی ہوں، سوزانے نے جواب دیا" اور وہاں میں اپنے لوگوں کو تلاش کر لوں گی۔"

"ابابیل!" سگ دے نے شرم سے سر جھکا کر کہا "افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"تم اس کاہنہ کا خواب بھولی نہ ہو گی اور تم نے دیکھا کہ جیسا کہ اس کاہنہ نے کہا تھا ایسا ہی ہوا میری فوج کے آگے سفید ابابیل پرواز کرتی رہی اور اس ابابیل کی وجہ سے جیسا کہ اس کاہنہ نے کہا تھا، میری فتح ہوئی اور میری دلی مراد بر آئی یعنی مجھے میری پسند کی باٹوا مل گئی تمہاری ہوشیاری سے ہم نے پونڈو لوگوں کا فریب انہیں پر الٹ دیا اور ان کے مویشی اپنے قبضے میں کر لئے اور تمہاری برکت سے ہی ایک بھی بھالا اٹھائے بغیر میں نے انڈوانڈے لوگوں پر فتح حاصل کی اور اب وہ باٹوا میری ہے جس کی محبت

میں میں گرفتار تھا اور میرے سپاہیوں میں سے صرف اکیس مر گئے بارہ دریاؤں میں ڈوب گئے آٹھ جنگل کے بخار میں مبتلا ہو کر مرے اور ایک سانپ نے ڈس لیا۔ سارے معاملات حسب منشا طے ہو گئے اور وہ کاہنہ واقعی عظیم ہے جس نے سفید ابابیل کا خواب دیکھا تھا۔

"لیکن ابابیل! اس کاہنہ کا خواب یہاں آ کر ختم نہیں ہو جاتا کیونکہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے اے ابابیل' ہمارے ساتھ اپنا رخ جنوب کی طرف کیا تو ہماری خوش بختی بد بختی میں تبدیل ہو جائے گی اور میری فوج تباہ ہو جائے گی اب اے ابابیل چونکہ اس کاہنہ کی پیشگوئی کا پہلا حصہ سچ ثابت ہوا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی سچ ثابت ہو گا اس کے علاوہ جو کچھ میرا ہے سب تمہارا ہے اس کے باوجود میں تمہیں اپنے ساتھ واپس نہیں لے جا سکتا۔"

یہ سن کر سوزانے اور سی ہامبا اس کے سامنے گڑگڑانے لگیں کہ سگ دے واپسی کے سفر میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے چلے لیکن سگ دے ٹس سے مس نہ ہوا اور اگر وہ سوزانے اور سی ہامبا کی بات مان کر انہیں اپنے ساتھ لے چلنے کے لئے تیار ہو جاتا تو اس کی پوری فوج اپنے سردار کے خلاف ہو جاتی بلکہ شاید بغاوت کر دیتی کیونکہ انہیں کاہنہ کی پیشگوئی پر اعتقاد تھا اور یقین تھا کہ اگر واپسی کے سفر میں ابابیل انکے ساتھ ہوئی تو ان میں سے ایک شخص بھی اپنے گھر نہ پہنچ سکے گا سب کے سب کہیں راستے ہی میں مر کھپ جائیں گے۔ اس کے علاوہ سوزانے' سی ہامبا سگ دے اور اس کی فوج کے پیچھے پیچھے بھی نہ جا سکتی تھیں کیونکہ خوف تھا کہ اس طرح وہ توہم پرست وحشی پلٹ کر انہیں قتل کر دیں گے۔

"ابابیل!" سی ہامبا نے کہا۔ "اب ہمارے لئے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے لوگوں میں پناہ لیں یعنی امپونڈوانڈے میں جن کا پہاڑی قلعہ یہاں سے چار دن کی مسافت پر ہے یہ میں نہیں جانتی کہ وہ میرا استقبال کس طرح کریں گے کیونکہ میں بارہ برس پہلے غصے میں روٹھ کر ان لوگوں سے الگ ہوئی تھی میرا ان سے دو باتوں پر جھگڑا تھا ایک تو سیاسی طریق تحمل کا اور دوسرا خود میری شادی کا، اور یہ کہ میرے سوتیلے بھائی کا، جو ایک لونڈی کے بطن سے تھا، امپونڈوانڈے نے جسے اپنا سردار بنا لیا تھا اس کے باوجود ہمیں انہیں کے پاس جانا اور ان ہی میں رہنا ہے بشرطیکہ وہ ہمیں قبول کریں۔ اور جب جنوب کی طرف سفر کرنے کا وقت آئے گا تو پھر ہم ان سے رخصت ہوں گے۔"

"اگر ایسا ہی ہے سی ہامبا" سوزانے نے کہا "تو پھر شاید سگ دے ہمیں امپونڈوانڈے کے کرال تک چھوڑ آئے گا اور میرے خیال میں یہی مناسب ہو گا کیونکہ جب تمہارے لوگ ہمیں اتنی بڑی فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو مرعوب ہو جائیں گے۔

سوزانے کی یہ تجویز سگ دے اور اس کے افسروں نے خوشی سے منظور کر لی کیونکہ وہ سوزانے کی عزت کرتے اور اس سے محبت کرتے تھے اور اس خیال سے اداس تھے کہ خود اپنے آپ کو بربادی اور تباہی سے بچانے کے لئے اسے جنگل میں اکیلے ہی چھوڑے جا رہے تھے لیکن پہلے انہوں نے اپنا

اطمینان کر لیا کہ کوماپونڈوانڈے جنوب کی طرف نہیں بلکہ مغرب کی طرف ہے کیونکہ وہ سوزانے کو جنوب کی طرف ایک قدم بھی بڑھانے دینا نہیں چاہتے تھے۔

چنانچہ دوسرے دن صبح وہ لوگ روانہ ہو گئے اور تیسرے دن کی شام کو اسی پہاڑی درے میں پڑاؤ ڈال چکے تھے جو دوسری طرف کے وسیع وعریض میدان کے سرے پر پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا۔

دوسرے دن سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے سی ہامبا نے سوزانے سے کہا۔

"ابابیل! کپڑے پہن لو اور آؤ میرے ساتھ اور دیکھو کہ میرے لوگوں کے گھر پر صبح کی روشنی اتر رہی ہے۔"

چنانچہ وہ دونوں باہر آئیں۔ سورج طلوع نہ ہوا تھا لیکن رات کا اندھیرا سمٹ رہا تھا وہ دونوں درے کے دہانے پر کی ایک چٹان کی چوٹی پر پہنچ گئے اور اپنے سامنے دیکھا۔ ابتدا میں تو انہیں کچھ نظر نہ آیا کیونکہ ان کے پیچھے پورا میدان کہر سے ڈھکا ہوا تھا اور دُور دُور تک ایک بلند سیاہ داغ سا نظر آ رہا تھا جو کچھ کچھ پہاڑ معلوم ہوتا تھا دفعتہً سورج کی کرنیں اس پہاڑ پر اتر آئیں اور کہر کی چادر پردے کی طرح پھٹ گئی اور ان کے سامنے لیکن دور اموپونڈوانڈے پہاڑ تھا جسے کہر سے ڈھکا ہوا وسیع وعریض میدان درے سے جدا کر رہا تھا۔ سوزانے نے اس پہاڑ کو دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔

"سی ہامبا" اس نے کہا۔ "بیشک یہ وہی پہاڑ ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا میرے خواب کا پہاڑ۔ وہ دیکھو سرخ چٹانوں کے چھجے اور وہ ہی وہ نالے جو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہیں اور ہاں یہاں سے مجھے وہ دریا بھی نظر آ رہا ہے جو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان بہہ رہا ہے۔"

"میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا ابابیل کہ میرے لوگوں کا گھر ویسا ہی پہاڑ ہے جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا اور چونکہ اس کے پہلو پر جو شگاف یا نالے ہیں وہ انسانی انگوٹھے اور انگلیوں کی طرح ہیں اس لئے اس کا نام "عظیم ہاتھ کا پہاڑ ہے۔"

لیکن اس سے پہلے کہ سوزانے کوئی جواب دیتی ایک دوسری آواز سنائی دی اور یہ آواز وہ تھی کہ جسے سن کر سوزانے کانپ گئی اور اتنی خوفزدہ ہوئی کہ گرتے گرتے بچی۔

"سلام سوزانے" اس آواز نے ڈچ زبان میں کہا اور خاموش ہو گئی۔

سی ہامبا! سنا تم نے سی ہامبا" سوزانے کہا" یہ میرا وہم تھا یا واقعی وہ سورلٹ پیٹ کی آواز تھی؟"

"نہیں۔ وہ تمہارا وہم نہ تھا" سی ہامبا نے جواب دیا۔ "وہ واقعی سورلٹ پیٹ کی آواز تھی اور میرا خیال ہے کہ وہ سامنے والی چٹانوں میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ابابیل اس پتھر کے پیچھے دبک جاؤ...... جلدی رو...... کہیں وہ کمینہ گولی نہ چلا دے ہم پر۔"

اور وہ دونوں فوراً ایک پتھر کے پیچھے چھپ گئے عین اسی وقت وہ آواز پھر سنائی دی۔ یہ آواز اس ان کے سائے میں سے آ رہی تھی جو درے کے کنارے پر اور اس جگہ سے آ رہی تھی جہاں وہ دونوں

تھیں، وہ جگہ تیس گز دور تھی۔
ہاں سوزانے سوراٹ پیٹ کی آواز نے کہا" وہ بولی وچ ڈاکٹر یس کہہ رہی ہے کہ میں تم پر گولی چلاؤں گا؟ اگر میرا ارادہ ایسا ہی ہوتا تو جب تم اس چٹان پر کھڑی ہوئی تھیں سو اس وقت میں تین دفعہ تم پر گولی چلا سکتا تھا لیکن میں اس پر گولی کیوں چلانے لگا جو میری پیاری ہے؟ سی ہامبا پر بیشک گولی چلادی ہوتی لیکن وہ تمہارے پیچھے کھڑی ہوئی تھی اس لئے پہلے گولی تمہیں لگتی اور پھر اسے۔ سوزانے تم قبیلہ امپونڈوانہ میں پناہ لینا چاہتی ہو۔ کیوں؟ ہاں۔ میں واقف ہوں تمہارے ارادے سے۔ اگر تم اس چٹانی دیوار کے دوسری طرف پہنچ گئیں تو پھر ایک عرصے کے لئے تم سے گفتگو نہ کر سکوں گا اس لئے غور سے سنو، تمہارا خیال تھا کہ تم مجھے بہت پیچھے چھوڑ آئی ہو۔ ہے نا؟ لیکن دیکھو میں نے تمہارا پیچھا کیا اور دو موقعے ایسے بھی آئے کہ میں تمہارے بہت قریب تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے تمہیں اٹھائے جانے کا موقع نہیں ملا خیر تو میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جلد یا بدیر مجھے وہ موقع مل جائے گا جلد یا بدیر تم اس پہاڑ کے اس طرف آؤ گی یا میں اس طرف پہنچ جاؤں گا تب میری باری ہو گی۔ اس لئے، میری پیاری، اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔ ہاں۔ ایک خبر سنانا تو میں بھول ہی گیا......... تمہارا شوہر، وہ انگریز کتا مر چکا ہے۔"
یہ سن کر سوزانے کراہنے لگی۔
"خاموش رہو! ابابیل اور غم نہ کرو" سی ہامبا نے کہا جو اس کے قریب ہی دبکی ہوئی تھی "سوراٹ پیٹ تمہیں پریشان کرنے کے لئے جھوٹ بول رہا ہے۔"
"اوّل تو اسے گولی لگی اور پھر میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ گولی لگنے کے بعد وہ زندہ تھا لیکن سمندر نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔" سوراٹ پیٹ نے کہا۔ "اور تمہارے باپ کے فارم میں پہنچنے کے دوسرے دن وہ مر گیا۔ چنانچہ تمہارا باپ غصے سے ایسا اندھا ہوا کہ وہ مجھے تلاش کرتا ہوا اس جگہ آ گیا جس سے تم واقف ہو لیکن اس کے ملازم اسے اس طرح واپس لے گئے کہ وہ بے ہوش اور زخموں سے چور تھا۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا لیکن یہ میں نے ضرور سنا ہے کہ تمہاری ماں سخت بیمار ہے کیونکہ جو واقعات ہوئے ہیں وہ اس غریب کے اعصاب کو توڑ دینے کے لئے کافی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اپنا غم غلط کرنے کے لئے وہ بے تحاشہ پینے لگی ہے ہا...... آ...... بچاری بڑھیا۔"
اب سی ہامبا برداشت نہ کر سکی اور چیخ کر بولی۔
"بل ہیڈ! دفع ہو جاؤ یہاں سے اور جھوٹ بولنے کا سبق کافروں چڑ ڈاکٹروں سے حاصل کرو۔ اس فن میں ابھی تم کچے ہو۔ میں نے کسی شخص کو اتنے اناڑی پن سے جھوٹ بولتے نہیں سنا جس طرح کہ تم بول رہے ہو اپنی علالت کے بعد تیسری رات کو ابابیل کا شوہر روبہ صحت تھا اور باس بوئمار قطعی زخمی نہیں ہے رہی دراؤ بوئمار تو اس نے کافی کے علاوہ کوئی اور نشہ آور چیز کبھی پی ہی نہیں کیونکہ سفید

فاموں کا آتشی پانی اس کے لئے زہر ہے، جا یہاں سے دوغلے تو سی ہامبا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے؟ کمینے تو بس چوریاں، اور کمزوروں کا خون کرتا رہ کہ یہی تیرا پیشہ ہے تو کامیاب جھوٹ کبھی نہ بول سکے گا یہ فن تیرے بس کا روگ نہیں ہے جا یہاں سے پہاڑی چوہے مبادا چند سپاہی تیرے پیچھے لگادوں اور یہ یاد رکھ کہ اس دفعہ سپاہی تجھے بھالوں کے دستوں سے نہیں بلکہ ان پھلوں سے ماریں گے۔ آؤ۔ ابابیل اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

چنانچہ وہ دونوں پتھروں کی آڑ لے کر پڑاؤ کی طرف چلیں جو زیادہ دور نہ تھا۔ اگر سوراٹ پیٹ نے کوئی جواب دیا تو وہ انہیں سنائی نہ دیا۔ پڑاؤ میں پہنچتے ہی سی ہامبا نے سگ دے کو بتایا کہ پہاڑ پر کیا ہوا تھا سگ دے نے فوراً ہی چند سپاہیوں کو سوراٹ پیٹ کی تلاش میں دوڑا دیا جنہوں نے ایک ایک پتھر اور ایک ایک جھاڑی چھان ماری لیکن انہیں نہ تو کہیں سوراٹ پیٹ ملا اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ چنانچہ سگ دے نے کہا کہ یہ ان دونوں کا وہم تھا اور یہ کہ سوراٹ پیٹ اس طرف آیا ہی نہ تھا۔

لیکن سوزانے اور سی ہامبا جانتی تھیں کہ وہ ان کا وہم نہ تھا۔ سوراٹ پیٹ کی آواز نے سوزانے کو خوفزدہ کر دیا تھا کیونکہ یہ سیدھی اور آسان سی منطق تھی کہ جہاں سے آواز آئی تھی وہاں یقیناً سوراٹ پیٹ موجود تھا جو اس کا سخت دشمن تھا اور خود اس کی اور ہر اس شخص کی جسے سوزانے پسند کرتی تھی نقصان پہنچانے پر تلا ہوا تھا سوراٹ پیٹ نے رالف اور جان بوئمار اور دراؤ کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ سوزانے جانتی تھی جھوٹ تھا لیکن یہ سچ تھا کہ سوراٹ پیٹ نے سوزانے کا پیچھا نہ چھوڑا تھا اور وہ اس جگہ پہنچا تھا جہاں سوزانے پہنچی تھی اور اتنی عیاری سے کہ کسی کو اس کی موجودگی کا شک بھی نہ ہوا تھا اور جو ظلم اور عیاری کے ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ اب اگر اپمپونڈ والنہ نے اسے پناہ دی تو پھر وہ یقیناً سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑ جائے گی کیونکہ اسے یقین تھا کہ کرال کے عین باہر سوراٹ پیٹ کہیں چھپا ہوا ہوگا اور موقع کا منتظر ہوگا چنانچہ سوزانے اگر خوفزدہ تھی تو اس میں کوئی تعجب نہ تھا۔ اس کے باوجود مایوسی اور خوف کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں امید کی ایک کرن بھی روشن تھی جو اس کی ڈھارس بندھا رہی تھی اور سب سے زیادہ بھروسہ اسے خدا اور اس کی رحمتوں پر تھا اور اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن خدا اسے اپنے شوہر سے ملا دے گا لیکن اس وقت تو صورت حال یہ تھی کہ وہ جس طرف بھی دیکھ رہی تھی اسے مصائب کے کالے بادل ہی نظر آ رہے تھے۔

جب سورج نکل آیا اور کہر چھٹ گیا تو سگ دے اور اس کی فوج نے کوچ کر دیا اور وہ درے میں داخل ہو کر دوسری طرف کے میدان میں نکل آئے اور بڑے ہاتھ کے پہاڑ کی طرف بڑھے اور جب وہ قریب پہنچے تو دیکھا کہ اتنی بڑی فوج دیکھ کر اپمپونڈ والنڈ سے بیحد خوفزدہ ہو گئے تھے اور ان بہت سے کرالوں میں سے جو پہاڑ کی ڈھلان پر تھے لوگ نکل نکل کر انتہائی بدحواسی کے عالم میں مرکزی کرال یا قلعہ کی طرف اس طرح بھاگ رہے تھے کہ ان میں سے کسی کے شانوں پر سامان تھا اور کوئی اپنے بچوں کو اپنے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھا بچے رو رہے تھے اور عورتیں چیخ رہی تھیں اور بہت سے مرد

اپنے آگے مویشی ہنکا رہے تھے۔

سگ دے نے یہ دیکھا تو اس نے اپنی فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور امپونڈولنہ کی طرف اپنے سفیر بھیجے کہ وہ جنگ کرنے نہ آیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے دو گھنٹوں بعد یہ سفیر واپس آئے تو ان کے ساتھ امپونڈولنہ کے چند بزرگ تھے۔ جو خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی یہ بات نہ دیکھی تھی کہ کوئی سردار ایسی زبردست فوج کے ساتھ محض دوستی کا ہاتھ بڑھانے آیا ہو۔ جب مجلس مشاورت بیٹھی تو سگ دنے ان لوگوں کو اپنا اور اپنے قبیلے کا نام بتایا اور اس کا اور اس کے قبیلے کا نام یہ لوگ پہلے ہی سن چکے تھے اور پھر معاملہ آگے بڑھانے سے پہلے اس نے پوچھا کہ ان کا سردار کون تھا۔

"اے سردار" ایک بوڑھے نے کہا۔ "افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں ہم عجیب بدقسمت واقع ہوئے ہیں اور گویا اندھیرے میں بیٹھ رہے ہیں۔ ہمارا سردار کورانو دو دن پہلے چیچک میں مبتلا ہو کر مر گیا کیونکہ چیچک کی وبا پچھلے کئی مہینوں سے ہمارے یہاں پھیلی ہوئی ہے وہ اپنے پیچھے اپنا کوئی وارث بھی نہیں چھوڑ گیا کیونکہ اس کی اولاد بھی اسی منحوس وبا کا شکار ہو گئی اس کے علاوہ اب ہم خشک سالی کا شکار ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میدانوں کی گھاس زرد پڑ گئی ہے اور کھیتوں میں بھی کہیں سبزہ نظر نہیں آتا اور اگر بارش جلد نہ آئی تو پھر چیچک کی وبا کے بعد قحط حملہ آور ہو گا اور اگر قحط کے بعد زیلو آگئے تو ہمارا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ سردار! ہم بڑی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تمہارے قبیلے نے کوئی سخت گناہ کیا ہے اور اسی لئے تمہارے اجداد کی روحوں کا قہر تم پر وبا اور خشک سالی کی صورت میں نازل ہوا ہے۔"

سگ دے نے کہا۔ "خیر یہ بتاؤ کہ اب تمہارا جائز اور حقیقی سردار کون ہے۔؟"

"یہ ہم نہیں جانتے سردار" ان لوگوں نے جواب دیا۔ "بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ یہ نہیں جانتے کہ ہماری سردارن زندہ ہے یا مر گئی اور اگر مر گئی ہے تو شاہی گھرانے کا کوئی فرد باقی نہیں رہ گیا۔"

"کون ہے وہ؟" سگ دے اس سے پوچھا۔

"چھوٹے قد کی ایک عورت ہے لیکن بہت حسین ہے اور اس میں ہوشیاری اور عقل اس طرح بھری ہوئی ہے جس طرح کہ مکئی کے بھٹے میں دانے بھرے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ اس پورے علاقے میں اس کے پائے کی کوئی اور کاہنہ اور وچ ڈاکٹریس نہیں ہے۔ اس کا نام ہے سی ہامبا نگ یانگا...... چاندنی راتوں میں بھٹکنے والی...... یہ نام اسے اس وقت دیا گیا تھا جب وہ بچی تھی کیونکہ وہ رات کے وقت بھٹکنے کی عادی تھی اور وہ ہمارے مرحوم سردار کی انگوسی کا اس کی اکلوتی بیٹی ہے اور سوزایوں کی شہزادی ہے اور ہمارے سردار رانوں کی بہن ہے جو مر چکا ہے۔ جب ہمارا بوڑھا سردار، یعنی سی ہامبا کا باپ مر چکا تو ہمارے مشیر اور سی ہامبا کے درمیان ایک جھگڑا شروع ہو گیا کیونکہ وہ بڑی ضدی عورت تھی۔"

"ہم...... یعنی قبیلے کے سردار کے مشیر چاہتے تھے کہ سی ہامبا شادی کر لے لیکن چند در چند

وجوہات کی بنا پر، جن سے وہ خود واقف تھی، وہ شادی کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ شاہ زولوشاکا سے صلح کا معاہدہ کرلے لیکن اس نے کہا کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے بکری کا بچہ بھیڑیئے سے صلح کر کے مطمئن ہو جائے۔ اس بحث اور جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سی ہامبا نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ اٹھایا اور ہم سب کے سامنے اپنی سرداری اور خود ہم سے ہاتھ دھو لئے اور اسی رات وہ غائب ہو گئی ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں گئی لیکن افواہیں سنی تھیں کہ وہ جنوب کی طرف گئی ہے لیکن اس کے چلے جانے کے بعد بدقسمتی نے ہمارا گھر دیکھ لیا۔ زولوؤں سے ہم نے صلح کر لی تھی اس کے باوجود وہ ہمیں برابر ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ سی ہامبا کا سوتیلا بھائی، جو ایک لونڈی کے بطن سے تھا، اچھا سردار ثابت نہ ہوا اور اب وہ بھی اپنی قبر میں جا سویا۔ چنانچہ اب ہمارے دل بوجھل ہو گئے ہیں اور ہمارے سروں میں دھول پڑ گئی ہے لہٰذا جب ہم نے تمہاری فوج دیکھی تو سمجھا کہ ڈنگان، جو اب زولوؤں کا بادشاہ ہے، نے ہمیں کھا لینے کے لئے اپنی فوج بھیج دی ہے۔"

"لیکن تم کہہ رہے ہو کہ تم جنگ کرنے نہیں آئے ہو چنانچہ بتاؤ اے سردار کہ تم کیا چاہتے ہو۔ امید ہے کہ تم کچھ زیادہ طلب نہ کرو گے کیونکہ ہمارے پاس دینے کو کچھ زیادہ نہیں ہے البتہ......"

بوڑھے نے معنی خیز نظروں سے سگ دے کی طرف دیکھا۔ "اگر تم چیچک لے جانا چاہتے ہو اپنے ساتھ تو بات دوسری ہے۔ اور سردار! اگر تم جنگ کرو گے تو ہم اپنی آزادی اور عزت اور جتنے کچھ مویشی باقی رہ گئے ہیں ان کی خاطر تم سے جنگ کر لیں گے اور یہ سن لو کہ ہم پر فتح پانا آسان نہیں کیونکہ ہم جس قدرتی قلعہ میں رہتے ہیں اس کا صرف ایک ہی دروازہ ہے اور تم اگر اس سے دگنی فوج لے کر آتے تب بھی اسے آسانی سے تسخیر نہیں کر سکتے۔"

جب وہ بوڑھا خاموش ہوا تو سگ دے نے بلند آواز میں کہا:

"سی ہامبا! سامنے آؤ اور اپنے ساتھ اپنی ساتھی سفید ابابیل کو بھی لاؤ۔"

سی ہامبا نے پہلے ہی سے اس موقع کے لئے تیاری کر رکھی تھی اس نے اپنے بال دھو کر ان میں نیلے رنگ کی ابرق کا سفوف لگایا تھا، شانوں پر نرم بالوں کا چغہ ڈال لیا تھا اور گلے میں نیلے اور بڑے دانوں کی مالا پہن لی۔ چنانچہ جب سگ دے نے آواز دی تو وہ ان جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل آئی جہاں وہ چھپی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ سوزانے تھی جس نے سی ہامبا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جس کے چیتھڑے نما لباس کو چیتے کی کھال کے شاندار چغے نے ڈھک رکھا تھا۔ یہ چغہ اسے سگ دے نے دیا تھا اور اس کے بال کھلے تھے جو تقریباً اس کے گھٹنوں تک آرہے تھے اور عجیب جوڑی تھی ان دونوں کی۔ سفید فام، بلند قامت اور حسین سوزانے اور پست قامت، تیز نظر اور قبول صورت کافر عورت سی ہامبا۔

"کون ہیں یہ؟" سگ دے نے امپونڈوانہ کے بزرگوں سے پوچھا۔

بوڑھے نے، جس نے اب تک سگ دے سے گفتگو کی تھی ان دونوں کی طرف دیکھا اور حلیمی سے جواب دیا۔

"سفید فام عورت کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے سوائے اس کے کہ وہ بے حد خوبصورت ہے۔ لیکن یہ دوسری عورت جو ہم میں سے ہی معلوم ہوتی ہے سی ہامبانگ یانگا ہے جو ہماری سردارن ہے اور جو ہم سے خفا ہو کر اور ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ہاں اگر ہماری آنکھیں ہمیں دھوکا نہیں دے رہیں تو یہ وہی ہے۔"

"بے شک یہ کوئی اور نہیں بلکہ سی ہامبا ہی ہے" سگ دے نے کہا۔ "چونکہ اب تمہارا کوئی سردار نہیں ہے اس لئے یہ تم پر حکومت کرنے آئی ہے اور بڑی شان سے آئی ہے اور یہ خود اپنی زبانی تمہیں اپنی اور اسی سفید ابابیل کی کہانی سنائے گی جس نے تمہاری سردارن کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔"

چنانچہ سی ہامبا نے اپنی سرگزشت بیان کرنی شروع کی اور پورے ایک گھنٹے تک بغیر رکے بولتی رہی۔ سی ہامبا ایک اچھی مقرر بھی تھی اس نے اپنے متعلق ساری تفصیلات بیان کر دیں اور اس نے ابابیل کی کہانی بیان کر دی اور بتایا کہ وہ کس طرح سگ دے اور اس کی فوج کے لئے خوش بختی لائی اور یہ کہ وہ ہر اس قبیلے کے لئے خوش بختی لائے گی جس میں وہ قیام کرے گی۔ آخر میں اس نے کہا۔

"اے میرے لوگو! حالانکہ میں یہاں سے چلی گئی تھی، حالانکہ میں تم سے بہت دور تھی لیکن میں تمہاری پریشانی سے واقف تھی کیونکہ میری نظر، جیسا کہ تم جانتے ہو، بہت دور تک دیکھ سکتی ہے۔ ہاں۔ اس کے سامنے فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور دیکھو تمہیں ایک سردار کی ضرورت تھی تو میں آگئی اور اپنے سفید ابابیل کو بھی لائی تا کہ وہ بھی چند دنوں کے لئے تمہارے ساتھ رہے۔ اب اگر چاہو تو ہمیں قبول کر لو اور پھلو پھولو یا چاہو تو ہمیں ٹھکرا دو اور برباد ہو جاؤ۔ ہمارے لئے اس سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا اور دیکھو اگر ہم تمہارے ساتھ ہیں تو خیال رہے خادماؤں کی طرح نہ رہیں گے بلکہ شہزادیاں بن کر رہیں گی کیونکہ ہم لونڈیاں نہیں شہزادیاں ہی ہیں اور اگر تم نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں قبول کر لیا لیکن بعد میں ہمارے ساتھ تمہارا سلوک برا رہا تو افسوس ہے تم پر اے میرے لوگو! ہم سے نہیں سردار سگ دے سے پوچھو کہ ابابیل کی پرواز اس کے لئے نیک شگون ثابت ہوئی ہے کہ نہیں۔ پوچھو اس سے کہ سی ہامبا کے مشوروں میں عقلمندی تھی یا نہیں۔"

چنانچہ سگ دے نے امپونڈوانہ کے بزرگوں کو بتایا کہ ابابیل کی موجودگی کی وجہ سے اسے کیسی فتح حاصل ہوئی اور یہ کہ سی ہامبا کے مشورے اس کے لئے کس قدر سود مند ثابت ہوئے اور پھر اس نے کہا کہ اگر امپونڈوانہ نے ان دونوں میں سے...... یعنی سوزانے اور سی ہامبا میں سے...... کسی ایک سے بھی برا سلوک کیا تو خود سگ دے اپنے علاقے سے ایک زبردست فوج لے کر آئے گا اور امپونڈوانہ کا نام و نشان مٹا دے گا۔"

چنانچہ یوں ہوا کہ امپونڈوانہ کے بزرگوں نے سی ہامبا کو ایک بار پھر اپنی سردارن تسلیم کر لیا اور اسے کل اختیارات دیدیئے اور اس کے ساتھ سوزانے کو بھی قبول کر لیا جو سی ہامبا کی حکومت میں برابر کی شریک تھی۔

اسی شام سوزانے شامیل پر سوار ہوئی اور سرخ کافروں کی صفوں کے درمیان سے گزری اور انہوں نے اسے الوداعی سلام کیا اور نعروں کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر وہ سنگ دے سے رخصت ہوئی تو وہ عظیم سردار رو پڑا۔

اور تب وہ سی ہامبا زنٹی اور اپنے حصے کے مویشی لے کر جو سنگ دے نے اسے دیئے تھے، کوہ امپونڈولنہ کی طرف چلی اور وہاں پورا قبیلہ اس کے اور سی ہامبا کے استقبال کو امنڈ آیا تھا۔ یہ تینوں پہاڑ کے پہلو میں پہنچ کر اس تنگ درے میں داخل ہو گئے جو پہاڑ کی چپٹی چوٹی تک چلا گیا تھا اور اس چوٹی پر سرداروں کی جھونپڑیاں اور مویشیوں کے کرال تھے اور اسی جگہ قبیلہ کے سارے لوگ جمع تھے۔

"دعا دو ہمیں" یہ لوگ چلائے رحم کرو ہم پر کہ بارشیں ہوں۔"

سی ہامبا چند ثانیوں تک سوزانے سے سرگوشی کرتی رہی اور پھر کہا۔

"اے میرے لوگو میں نے تمہاری طرف سے سفید ابابیل سے درخواست کی ہے اور تمہاری خاطر وہ ایسی دعا کرے گی کہ بہت جلد بارشیں ہونے لگیں گی۔"

یہاں میں یہ بتادوں کہ یہ پست قامت سی ہامبا عجیب عورت تھی اور بڑی خصوصیات کی مالک تھی اس کی چنانچہ وہ موسم کی تبدیلی بھی معلوم کر لیتی تھی اور اسی مناسبت سے موسم کے متعلق پیشن گوئی کیا کرتی تھی چنانچہ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی رات بادل گھر کر آئے اور موسلادھار بارش ہونے لگی اور تین دنوں تک ہوتی رہی نتیجہ یہ ہوا کہ بارش چیچک کی وبا اپنے ساتھ بہالے گئی امپونڈولنہ نے سی ہامبا اور سوزانے کے سامنے سر جھکا دیئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان دونوں کے ساتھ قبیلے کے خوش نصیبی اور اچھے دن لوٹ آئے ہیں چنانچہ سوزانے اور سی ہامبا قبیلہ امپونڈولنہ پر اس شان سے حکومت کرتی رہیں کہ لوگوں کی زندگی اور موت کا انحصار ان کے ایک اشارے پر تھا۔

اور یہاں، اس ناقابل تسخیر قدرتی قلعہ میں اور ان وحشیوں میں سوزانے سردارن بن کر مقیم ہو گئی اور یہاں پورے دو برس تک قیام کرنا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اب میں اپنی بیٹی سوزانے کو امپونڈولنہ میں چھوڑ کر واپس اپنے فارم میں آتی ہوں اور اس رات کا ذکر کرتی ہوں جب ملازموں کی چیخ و پکار سے میری اور میرے شوہر جان نوئمار کی آنکھ کھل گئی تھی اور ہم خوابگاہ سے باہر آئے تھے تو معلوم ہوا کہ سوزانے کو بد معاش سورلٹ پیٹ اٹھالے گیا تھا اور یہ کہ رالف چھکڑے میں زخمی پڑا ہوا تھا۔

ہم رالف کو گھر میں لے آئے اور فوراً ہی اپنے ملازموں کو ان کافروں کو بیدار کرنے اور فارم پر لانے کے لئے بھیج دیا جو آس پاس بسے ہوئے تھے اور جن پر اعتبار کیا جا سکتا تھا۔ اتفاقاً چھ بوئیر بھی ہمارے فارم سے چند گز دور پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ یہ بوئیر اس طرف شکار کرنے آئے تھے ہم نے انہیں بھی بلا بھیجا ایک کافر کو قریب ہی بستی کی طرف ڈاکٹر کو بلانے کے لئے دوڑا دیا اور کہا کہ ڈاکٹر جس حال میں ہو، اسی حال میں اٹھ کر فوراً چلا آئے اور ڈاکٹر صبح ساڑھے آٹھ بجے ہمارے گھر میں تھا۔

پیغامبروں کے روانگی کے ایک گھنٹے بعد وہ چھ بوئیر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے گھر کے سامنے پہنچ چکے تھے اور وہ کافر بھی آگئے جنہیں ہم نے بلا بھیجا تھا اور لوگوں کے سامنے ان ملازموں نے ، جو رالف اور سوزانے کے ساتھ گئے تھے' بتایا کہ سوزانے اور رالف کے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے سوراٹ پیٹ کے خفیہ کرال کے راستے کی تفصیلات بیان کیں جو انہوں نے زنٹی سے سنی تھیں کیونکہ سب کا خیال تھا سوراٹ پیٹ سوزانے کو وہیں لے جائے گا۔

جب یہ لوگ خاموش ہوئے تو جان نے وہاں موجود بوئیروں اور کافروں سے کہا کہ وہ سوراٹ پیٹ کے خفیہ کرال میں سوزانے کو بچانے جا رہا ہے اس نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ اس کام میں اس کی مدد کریں گے اور اس کا ساتھ دیں گے۔ اس پر ان سب نے جواب دیا کہ ہاں چنانچہ صبح سات بجے اکیس آدمی جن میں سے آٹھ سفید فام اور تیرہ کافر تھے اور سب کے سب بندوقوں سے مسلح تھے ہمارے فارم سے نکل کر سوراٹ پیٹ کے کرال کی طرف روانہ ہوئے۔

"افسوس جان" جب وہ مجھ سے رخصت ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ جب تک تم وہاں پہنچو گے تو بہت دیر ہو چکی ہو گی۔"

"خدا پر بھروسہ رکھو بیوی۔" اس نے کہا۔

"بے شک اب خدا ہی پر بھروسہ ہے لیکن جان میں سمجھتی ہوں کہ خدا ہمارا ساتھ نہیں دے رہا بلکہ ہمیں اس جھوٹ کی سزا دے رہا ہے جو ہم نے ان انگریزوں کے سامنے بولا تھا جو رالف کو لینے آئے تھے"

"اگر ایسا ہی ہے تو اس کی سزا ہمیں ملنی چاہئے نہ کہ دو معصوموں کو سوزانے اور رالف تو بے گناہ تھے۔ گناہ ہم نے کیا ہے۔ بہر حال میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ خدا پر بھروسہ رکھو خدا پر اور پھر سی ہاما پر کیونکہ یہ عورت بہادر اور ہوشیار ہے اور وہ راستہ دیکھ لیتی ہے جو دوسرں کو نظر نہیں آتا۔"

اور وہ لوگ روانہ ہو گئے اور چھ دنوں سے پہلے واپس نہ آئے۔ وہ لوگ منگل کے دن صبح روانہ ہوئے تھے اور جمعرات کی صبح ایک کافر کی مدد سے، جسے ان لوگوں نے گرفتار کر لیا تھا سوراٹ پیٹ کے کرال میں پہنچ گئے لیکن سوراٹ پیٹ یہ کرال خالی کر گیا تھا چنانچہ یہاں کوئی نہ تھا اور نہ ہی کوئی انہیں بتا سکا کہ خفیہ کرال کہاں تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہر اس کافر کو پکڑ لیا جو اس کرال میں نظر آیا اور ان سب کو درختوں سے باندھ دیا اور ان کی طرف بندوقوں کو تان کر کہا کہ اگر انہوں نے خفیہ کرال کا راستہ نہ بتایا تو ان سب کو گولی سے اڑا دیا جائے گا اس پر ایک عورت نے انہیں خفیہ کرال تک پہنچا دینے کا وعدہ کیا اور انہیں شگاف تک پہنچا دیا جو جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور خفیہ کرال میں جانے کا یہی ایک راستہ تھا۔

وہ لوگ خفیہ کرال میں پہنچے اور وہاں انہیں بڑی اور نئی جھونپڑی نظر آئی جو سوزانے کے لئے بنائی گئی تھی اور اس جھونپڑی میں انہیں اس کافر کی لاش پڑی مل گئی جسے سی ہاما نے بھالے سے مارا تھا اور وہیں سوزانے کا وہ چاقو بھی پڑا مل گیا جس سے سوزانے نے خود کشی کرنا چاہتی تھی...... جان نے یہ چاقو

پہچان لیا۔
یہ لوگ پریشان تھے کہ کیا کریں اور ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ سوزانے کیا ہوئی کہ اسی عورت نے، جو انہیں خفیہ کرال میں لائی تھی، انہیں وہ شخص دکھادیا جو خفیہ دروازے پر اس رات پہرہ دے رہا تھا اور جب اسے مار ڈالنے کی دھمکی دی تو اسے جو کچھ معلوم تھا بتادیا اور کہا کہ سوزانے' سی ہامبا اور زنٹی گھوڑوں پر سوار ہو کر جنوب کی طرف گئے ہیں اور یہ کہ سورات پیٹ بھی اپنے گروہ کے ساتھ ان کے تعاقب میں گیا ہے۔
چنانچہ وہ لوگ اسی وقت جنوب کی طرف روانہ ہو گئے لیکن انہیں سوزانے اور سوراٹ پیٹ کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا کیونکہ بارش ہو گئی تھی اور اس نے ان لوگوں کے گھوڑوں کے کھروں کے نشانات مٹا دیئے تھے اور پھر اس جنگل میں یہ لوگ راستہ بھول کر بھٹک گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ نہایت تھکے ہوئے فارم کی طرف لوٹے اور اس امید کے ساتھ کہ شاید سی ہامبا اور سوزانے اب تک گھر پہنچ گئے ہوں گے لیکن ان کی یہ امید موہوم ثابت ہوئی۔
اس کے بعد کئی دنوں تک یہ لوگ سوزانے اور سی ہامبا کو تلاش کرتے رہے لیکن ان کی ساری بھاگ دوڑ محض بیکار ہی ثابت ہوئی اور پھر یوں ہوا کہ وہ کافر جو ہمارے اور سگ دے کے علاقے کے درمیان آباد تھے بوئیروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمارے فارموں پر چھاپے مارنے لگے۔ وہ دوسرے بوئیروں کے اور خود ہمارے بھی چند مویشی چرا لے گئے چنانچہ اب علاقے میں سفر کرنا ناممکن ہو گیا نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تحقیقات کرنے کے لئے کوئی بھی سگ دے کے کرال تک نہ پہنچ سکا۔
چنانچہ آخر کار اپنی مسلسل بے نتیجہ تلاش سے تھک کر اور مایوس ہو کر جان گھر میں بیٹھ رہا اور اس نے ساری امید چھوڑ دی۔ ادھر رالف کی درخواستیں اور اصرار جاری رہا لیکن اس کے باوجود جان اس بے نتیجہ تلاش پر پھر روانہ ہوا۔ رالف اب تک گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل نہ ہوا تھا ورنہ وہ ضرور سوزانے کی تلاش میں روانہ ہو جاتا۔
"بیٹے" رالف کا اصرار بڑھتا تو جان کہتا۔ "سوزانے یا تو مر چکی ہے یا کہیں دور پہنچ گئی ہے اور اس دور افتادہ علاقے میں محفوظ ہے۔"
اس کا جواب رالف یوں دیتا۔
"سوزانے مری نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مری نہیں ہے۔"
اور ہم سمجھ جاتے کہ رالف یہ بات اپنے اس خواب کی بنا پر کہہ رہا ہے جو اس نے دیکھا تھا اور اس خواب کا ذکر میں نے جان سے کر دیا تھا۔ لیکن جان کو رالف کے اس خواب پر یقین نہ تھا اس کے بر خلاف اسے یہ یقین تھا کہ ہماری پیاری بیٹی کئی دنوں پہلے مر چکی ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سوزانے اپنی جان لے گی لیکن دوبارہ سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں نہ پڑے گی اور میرا بھی یہی خیال تھا۔
البتہ ہم رالف کو تسلی دے رہے تھے کہ سوزانے زندہ ہے اور کسی دور افتادہ علاقے اور کافروں کے

کسی کرال میں پناہ گزین اور محفوظ ہے اور چند در چند وجوہات کی وجہ سے ہمیں اپنی خبر نہیں بھجوا سکتی اور حقیقت بھی یہی تھی جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔

میں بیان نہیں کر سکتی کہ ہمارے یہ مہینے کس قدر غمناک اور آزمائشی گزرے ادھر رالف کے زخم مندمل ہو گئے اور اس کی قوت ذرا عود کر آئی تو اس پر ہلکی سی دیوانگی چھا گئی اور اس کی اس حالت نے ہمارے غم میں اور اضافہ کر دیا۔ وہ کئی کئی گھنٹوں تک اور بعض دفعہ مسلسل کئی کئی دنوں تک سر جھکائے خاموش بیٹھ رہتا ہم لاکھ کوشش کرتے لیکن وہ نہ کچھ کھاتا اور نہ کچھ بولتا۔ اکثر دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آ جاتا اور کبھی وہ ایک رات اور کبھی کئی دنوں اور راتوں تک غائب رہتا اور ہم اس خیال سے پریشان ہو جاتے کہ اب وہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ رالف کی ان حرکتوں پر غصہ کرنا اور اسے ڈانٹنا فضول تھا کیونکہ وہ صرف ایک جواب دیتا تھا۔

"آپ لوگ بھول رہے ہیں میں اپنی بیوی کو تلاش کر رہا ہوں جو عظیم ہاتھ کے پہاڑ پر میرا انتظار کر رہی ہے۔"

اور پھر ہمیں پتہ چلا کہ وہ ایک بہت دور کی پہاڑی تک گیا اور اسے ادھر اُدھر غور سے دیکھا کہ کہیں یہی تو اس کے خواب کا پہاڑ نہیں اس کے بعد رالف کو یہ معلوم ہو گیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ دور تک جاتا اور ہر شخص سے۔ بوئیروں اور کافروں سے پوچھتا کہ وہ کسی ایسے پہاڑ سے تو واقف نہیں جس کے ایک پہلو پر ایسے گہرے نالے ہیں جو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہیں چونکہ رالف اس پہاڑ کے علاوہ کسی سے اور کچھ پوچھتا ہی نہ تھا اس لئے کافروں اور بوئیروں میں "مرد کہسار" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

رالف کی ان آوارہ گردیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ کافر بوئیروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بغاوت نے خطرناک اور خوفناک صورت اختیار کر لی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کافروں کو جو ہمارے فارم کے قریب وجوار میں آباد تھے سوراٹ پیٹ نے ہمارے خلاف اکسایا تھا بے شک خود سوراٹ پیٹ کا کہیں پتہ نہ تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا تھا لیکن اس کے کارندے اور ایجنٹ کافروں میں موجود تھے اور ان کافروں کو اکسانے کا کام وہی کر رہے تھے بہر حال کافروں نے بوئیروں پر حملے شروع کر دیتے اور مویشی یا کچھ بھی ہاتھ لگا لے بھاگے وہ گروہ در گروہ چیختے اور نعرے لگاتے ہوئے آتے اور کبھی رات کے اندھیرے کبھی دن دہاڑے فارم پر حملہ کر دیتے اور اس سے پہلے کہ فارم کا مالک سنبھل سکتا وہ جا چکے ہوتے۔

خوش قسمتی سے ہمیں ایک طرف سے پتہ چل گیا تھا کہ کافر فارم پر چھاپہ مارنے والے ہیں چنانچہ جب ہمارے فارم پر حملہ ہوا تو ہم پہلے ہی سے تیار تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جب حملہ آور کافر دوسرے دن پسپا ہوئے تو اداس اور دل شکستہ تھے کیونکہ اوّل تو وہ خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے اور دوم یہ کہ وہ اپنے چالیس ساتھیوں کی لاشیں چھوڑے جا رہے تھے۔

ان کافروں نے رات کے اندھیرے میں حملہ کیا تھا اور صبح سے کچھ پہلے تک یہ لوگ ہمارے فارم کا محاصرہ کئے رہے اور خوب چیختے اور بندوقیں چلاتے رہے اور جلتے ہوئے بھالے پھینک کر گھر کی چھت میں آگ لگانے کی کوشش کرتے رہے اور تب یعنی صبح سے پہلے جان رالف اور ہمارے تقریباً بیس آدمی اوٹ سے نکل کر باہر نکل آئے اور اچانک حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔

میرے خدا۔ کیا لڑتے ہیں وہ لوگ خصوصاً جان اور رالف میں برآمدے میں کھڑی دیکھ رہی تھی اور جان رالف کی بہادری دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ متفکر بھی تھی۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی گویا اپنی جان کی پرواہ تھی ہی نہیں بہر حال حملہ آور کافر پسپا ہوئے اور چند مویشی جوان کے ہاتھ لگے لے کر بھاگ گئے اس کے بعد انہوں نے ہمارے فارم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔

لیکن اب چونکہ سوزانے جا چکی تھی اس لئے یہ گھر ہمیں کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا گھر کی ایک ایک چیز باغ کا ایک ایک درخت اور پودا اور مویشیوں کے ریوڑوں میں ایک ایک بیل ہمیں سوزانے کی یاد دلا دیتا تھا حتی کہ دور سے آتی ہوئی سمندر کی آواز اور بہتی ہوئی سنسناہٹ اور سرسراہٹ میں ہمیں سوزانے کا نام سنائی دیتا تھا۔ یہ وہ پھول تھے جو سوزانے کے پسندیدہ تھے، یہ تو وہ پتھر تھا جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی اور یہ وہ پگڈنڈی تھی جس پر وہ چلا کرتی تھی۔ غرض ہمارے اس گھر کی ایک ایک چیز ہمیں سوزانے کی یاد دلا رہی تھی۔

رالف اور سوزانے کی شادی کی سالگرہ کے دن۔ ہاں ان کی شادی کے ٹھیک ایک سال اور ٹھیک اسی دن دونوں کی شادی ہوئی تھی۔ ہم نے اپنے گھر کو چھوڑ کر آگے افریقہ کے جنگلوں میں جانے کا فیصلہ کیا۔

دوسرے ہی دن ہم نے تیاریاں شروع کر دیں اور ٹھیک ایک مہینے بعد ہم اپنے بے حد پیارے گھر کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ جان نے فارم فروخت کرنے کی کوشش کی۔ ہمارا فارم کافی بڑا اور بہت ہی دلکش تھا جو بارہ ہزار ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا جس پر کھود کر نہریں لائی گئی تھیں چنانچہ ہر دم ہرا بھرا رہتا تھا ہمارا گھر پتھر اور چونے کا بنا ہوا تھا اس میں بڑے بڑے کرال اور ان کے ملازموں اور غلاموں کے رہنے کے لئے کوٹھیاں تھیں۔ پھلوں کا ایک باغ تھا اور بہت سے کھیت تھے اور پورے فارم کے چاروں طرف ایک پر ایک پتھر رکھ کر بلند چار دیواری بنائی گئی تھی کوشش کے باوجود کسی نے ہمارا فارم نہ خریدا کیونکہ اس وقت وہاں بہت کم انگریز آباد تھے۔ رہے بوئیر تو وہ سب کے سب ہجرت کر رہے تھے آخر کار جان نے ہمارا فارم ایک شخص کو دے دیا۔

روانگی سے ایک دن پہلے رالف اپنی ماں کی قبر پر گیا اور اس سے رخصت ہوا اور وہاں سے وہ اس جگہ پہنچا جہاں بچپن میں اس کی اور سوزانے کی پہلی ملاقات ہوئی تھی وہ اس پتھر پر بیٹھ گیا جس پر سوزانے نے اسے دعا میں مصروف پایا تھا اور جہاں بعد میں اس نے اور سوزانے نے اظہار محبت کیا تھا۔ اس اداس

سفر میں جان اس کے ساتھ تھا کیونکہ رالف کے دماغ کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا اور جہاں تک ہمارے اختیار میں ہوتا ہم اسے اکیلا کہیں جانے نہ دیتے تھے۔

دوسرے دن جب ہم روانہ ہو رہے تھے تو میری آنکھیں پرنم تھیں اور ہمارا گھر اور ہمارا فارم اور ارد گرد کا مانوس منظر جو میں بیس برس سے برابر دیکھتی آئی ہوں جیسے ڈوب رہا تھا۔

اس وقت میرا دل رو رہا تھا۔ میری آنکھیں رو رہی تھیں میں اس گھر کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا رہی تھی جو ہم نے بنایا تھا اور جہاں میں بیس برس سے رہ رہی تھی۔

اس رات ہم نے اس جگہ قیام کیا جہاں سورا ٹ پیٹ نے رالف کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور جہاں سے وہ سوزانے کو اٹھا لے گیا تھا یہاں ہم نے زیادہ قیام نہ کیا کیونکہ رالف کی اداس اور غم ناک یادیں تازہ ہو رہی تھیں اور اس کے دماغ پر اثر ہو رہا تھا وہ چھکڑے کے بکس پر بیٹھا ایک خاص پتھر کی طرف دیکھتا رہا جو آگ اور دھوئیں سے کالا ہو گیا تھا ہمارے ملازموں میں سے ایک ملازم نے جو اس سفر میں سوزانے اور رالف کے ساتھ تھا۔ مجھے بتایا کہ سوزانے نے اسی پتھر سے چولہا بنا کر رالف کے لئے کافی تیار کیا۔ اسی ملازم کے ساتھ میں اس چٹان پر پہنچی جہاں سے سورلٹ پیٹ نے رالف کو سمندر میں پھینک دیا تھا میں نیچے اتر کر سمندر کے کنارے بھی گئی اور اسی راستے سے واپس اوپر چڑھی راستے میں سی ہامبا اور زنٹی زخمی اور بے ہوش رالف کو چھکڑے تک لائے تھے اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ بندوق کی گولی لگنے اور چالیس پچاس فٹ کی بلندی سے گرنے کے بعد بھی رالف زندہ رہا۔

یہاں اس سفر کی تمام تفصیلات بیان کرنا فضول ہے کیونکہ اگر میں نے اس سفر کے ایک ایک دن کی تفصیلات بیان کی تو کہانی ختم نہ ہو گی چنانچہ صرف یہ کہنا کافی ہو گا کہ دوسرے مہاجروں کے ساتھ ہم نے دریائے آرنج عبور کیا اور تھابانچو کی طرف بڑھنے لگے جو سردار کا دارالسلطنت تھا بعد میں موسیٰ لی کازے نے مارو پر حملہ کر کے اسے ماریکو علاقے سے نکال دیا تھا بوئیر مختلف علاقوں سے روانہ ہوتے تھے اور مہاجروں کے یہ سارے گروہ اسی ماریکو بستی میں ملنے اور یکجا ہونے والے تھے اور یہیں ملے لیکن ٹھیک ایک برس بعد ہی ہم ماریکو سے روانہ ہو کر جنگلوں میں بھٹکنے پر مجبور ہو گئے۔

"بیٹی! ان دنوں یہ جنگل ایسے نہ تھے جیسے کہ تم آج دیکھ رہی ہو۔ اب تو ان جنگلوں میں سفید فاموں نے جگہ جگہ شہر آباد کر لئے اور جو میدان ہیں وہ تقریباً ویران پڑے ہیں لیکن ہمارے زمانے میں یہ جنگل اور یہ میدان مختلف قسم کے جانوروں سے پر تھے اور جانوروں کے اتنے بڑے بڑے ریوڑ ان میں گھوما کرتے تھے کہ میلوں دور تک میدان میں صرف اور گھاس نظر آتی تھی۔ یہ میدانوں کی حالت تھی اور جنگلوں کا یہ حال تھا کہ وہ ہاتھیوں سے بھرے ہوئے تھے جو دریاؤں میں کھیلا کرتے تھے یہ سب جانور اب جا چکے۔ سفید فاموں کی بندوقوں کی گولیوں نے ان کا کھلیان کر دیا اور جو بچ رہے وہ دوسرے جنگلوں کی طرف نکل گئے اب یہ جنگل خاموش پڑے ہیں کبھی کبھی بھولا بھٹکا کوئی اینٹلوب نظر آ گیا تو آ گیا ورنہ ایک نیولا کبھی اس طرف نہیں رہا اگر ہمارے خروج کے زمانے میں یہ جنگل جانوروں سے اس

طرح خالی ہوتے تو ہم بھوکوں مر جاتے کیونکہ ہم مہاجر انہیں جانوروں کا شکار کر کے اور ان کا گوشت بھون کر کھاتے تھے۔

تھابانچو میں ہم نے پڑاؤ ڈال دیا اور دوسرے مہاجر گروہوں کا انتظار کرنے لگے لیکن چار پانچ مہینوں میں ہم سے چند لوگ اتنے بے چین اور بے صبر ہوئے کہ وہ اپنے طور پر ہی آگے روانہ ہو گئے انہیں روانہ ہونے والوں میں وہ گروہ بھی تھے جو ہریر ٹریگاٹ اور انسبرگ کے زیر کمان روانہ ہوئے ان دونوں گروہوں نے بہت اصرار کیا کہ ہم بھی ان کے ساتھ چلے چلیں لیکن جان تیار نہ ہوا۔ اب یہ میں نہیں جانتی کہ جان نے ان کے ساتھ جانے سے کیوں انکار کر دیا تھا لیکن ہم ان کے ساتھ نہ گئے تو یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ انسبرگ اور اس کے گروہ پر کافروں نے حملہ کر دیا اور خود انسبرگ اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے ٹریگاٹ انسبرگ سے الگ ہو کر ڈیلو گالے کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں پہنچ گئے لیکن وہاں کافروں سے بھی بڑے دشمن نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا یعنی جنگلوں کے بخار نے چنانچہ وہاں اس کے تقریباً سارے آدمی اس بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اس جنگ کی داستان تو میں بیان نہیں کر سکتی بلکہ صرف وہ واقعات بیان کر سکتی ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہم اس گروہ سے تھے جس کا لیڈر کارل سیلرس تھا سیلرس زوٹ انسبرگ کی طرف زمین دوز علاقہ دیکھنے گیا تھا اس زمانے میں موسیٰ لی کازے نے بوئیروں کے خاندان کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اس خاندان کے بچے کچھے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر پسپا ہو کر بلکہ فرار ہو کر ہمارے پاس آ گئے پھر سیلرس واپس آ گیا اور اپنا پرانا کیمپ اٹھا کر واسٹکوپ نامی جگہ پر آ گئے یہ مقام دریائے ہولسٹر کے قریب تھا اور ہمارے گروہ میں عورتیں اور بچے ملا کر ساٹھ آدمی تھے۔ یہاں ہم نے سنا کہ موسی لی کازے ہمارا خاتمہ کرنے کے لئے بڑھا آ رہا ہے چنانچہ ہم نے اپنا لاگر جتنا ممکن تھا مضبوط بنا لیا۔

اس کے علاوہ اس لاگر کے اندر ہم نے مزید سات چھکڑے کر کے اندرونی روک بنائی اس اندرونی روک میں بچوں اور عورتوں کو اشیاء خورد نوش اور بندوقیں بھر کے بارود کے ساتھ بٹھا دیا البتہ مویشیوں کو ہم نے لاگر کے باہر چھوڑ دیا کیونکہ اتنے بہت سے مویشیوں کو لاگر میں رکھنے کی جگہ تھی ہی نہیں۔ جب ہم اپنے لاگر بنا چکے تو اس کے دوسرے ہی دن علی الصباح ہم نے سنا کہ موسی لی کازے اپنی فوج کے ساتھ قریب آ گیا تھا چنانچہ ہمارے تیس آدمی لاگر سے نکل کر اس خبر کی تحقیق کے لئے روانہ ہو گئے اور اس طرح کیمپ کی حفاظت کے لئے بہت کم مرد لاگر میں رہ گئے۔

ایک گھنٹے مسافت کے بعد انہیں موسی کازے کی فوج نظر آئی جو ہزاروں کافروں پر مشتمل تھی ان لوگوں کے یعنی بوئیروں کے ساتھ راہبر بھی تھا اس کے ذریعہ ہمارے آدمیوں نے کافروں سے پوچھا کہ وہ ہم پر حملہ کیوں کر رہے ہیں جواب میں ان کافروں نے اپنے سردار کے نام کا نعرہ لگایا اور حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے اس پر ہمارے آدمی گھوڑے پر سے اتر آئے اور حملہ آوروں پر گولیاں چلانے لگے اور اس سے پہلے کہ کافروں کا سیلاب قریب آ جاتا وہ ایک بار پھر گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے

چنانچہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ ہمارے آدمی اور ان کے پیچھے کافر بھی لاگر کے قریب پہنچ گئے اور بہت سے کافر مارے گئے اور ہمارا ایک بھی آدمی نہ مارا گیا اور نہ زخمی ہوا کیونکہ ان دنوں کافروں کے پاس بندوقیں نہ تھیں اور نہ ہی وہ ان کے استعمال سے واقف تھے۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب ہمارے آدمی لاگر میں آئے تو ہم عورتیں بندوقوں کے لئے گولیاں بنا رہی تھیں ان لوگوں کو دیکھ کر ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہمارے سارے ہی آدمی سلامت تھے جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو ہم ان کی بندوقیں صاف کر رہی تھیں اور ہم نے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے جہاں مردوں کو کھڑا ہونا تھا بارود اور گولیاں رکھ دیں اور لاگر کو اور بھی زیادہ مضبوط کرنے کے لئے چھکڑوں کے پہیوں پر بیلوں اور گایوں کی کھالیں ٹانگ دیں اور چھکڑوں کے نیچے اور بھی زیادہ جھاڑیاں رکھ دیں۔

ابھی چونکہ کافروں نے حملہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ حملوں کی تیاریوں میں مصروف تھے اس لئے ہمارے لیڈر سیلرس نے سب کو جمع کیا اور ہم سب مرد، عورتیں اور بچے خدا کے سامنے جھک گئے ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے دعا مانگی کہ خدا ہمیں ثابت قدم رکھے اور اس آزمائشی وقت میں ہماری حفاظت کرے۔ یہ عجیب منظر تھا لاگر کے بیچ میں اور دھوپ میں ہم سب جھکے ہوئے تھے اور ریلرس دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا مانگ رہا تھا اور سب اس کے الفاظ دہرا رہے تھے اور ہم سب کے ہاتھوں میں بندوقیں اور کلہاڑیاں تھیں۔ کسی کو خدا کی مدد اور حفاظت کی ضرورت اتنی نہ رہی ہو گی جتنی کہ اس وقت ہمیں تھی کیونکہ چھکڑوں کے درمیانی دراڑوں میں سے ہم دیکھ رہے تھے کہ موسی لی کازے کے خونخوار زولو، جو تعداد میں چھ سات ہزار تھے ہم پر حملہ کرنے اور ہمیں قتل کرنے کے لئے تین صفوں میں تقسیم ہو رہے تھے اور آپ جانئے پچاس ساٹھ آدمیوں کے لئے جن میں اکثر بچے شامل تھے یہ منظر بڑا ہی لرزہ خیز تھا۔

جب ہم دعا مانگ چکے تو شوہروں اور بیویوں اور بھائیوں اور بہنوں کو اندرونی لاگر کے ساتھ چھکڑوں کے پیچھے بھیج دیا گیا اور پھر ہم لوگ عورتیں اور مرد بیرونی لاگر کے چھکڑوں کے پیچھے اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے مردوں نے اپنے گھوڑے بھی اندرونی لاگر چھکڑوں کے پہیوں سے باندھ دیئے تھے۔

میں اپنے شوہر اور جان رالف کے پیچھے کھڑی تھی جو پہلو بہ پہلو کھڑے کافروں سے جنگ کر رہے تھے میرے ساتھ ایک چودہ سالہ لڑکی تھی' اور ہم دونوں رالف اور جان کی بندوقیں بھر رہی تھیں کیمپ میں موت کی سی خاموشی طاری تھی دفعتہً جان نے جو ایک سوراخ میں سے باہر دیکھ رہا تھا، کہا۔ "ہوشیار! وہ آرہے ہیں۔"

اور واقعی کافروں نے ایک نعرے کے ساتھ تین طرف سے حملہ کیا لیکن ہمارے آدمیوں سے کسی نے بندوق نہ چلائی کیونکہ ہمارے پاس بارود کا ذخیرہ زیادہ نہ تھا اور طے یہ پایا تھا کہ جب تک ہمارا لیڈر

سیلرس بندوق نہ چلائے تب تک ہم میں سے کوئی بندوق نہ چلائے گا۔
زولو ہمارے لاگر سے صرف تیس گز دور رہ گئے تھے اور ان کی بھاری تعداد سے دھرتی کالی ہو رہی تھی ان کے قدموں کی دھمک سے زمین لرز رہی تھی ان کے ہاتھوں میں بھالے کانپ رہے تھے اور تب ہمارے لیڈر نے بندوق چلائی یہ اشارہ تھا اور لاگر کے پیچھے کی تمام بندوقیں جن میں چھرے اور چند گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ گرج اٹھیں۔
آگے بڑھتے ہوئے کافروں میں سے درجنوں گولیاں کھا کر گرے اور تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے لیکن ہماری بندوقوں کی گولیوں کی مسلسل بوچھاڑ کافروں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روک سکے وہ لوگ لاگر کے قریب آگئے ان کے کالے کالے ہاتھ چھکڑے کو ہٹانے اور ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگے یہاں تک کہ لاگر کے تمام چھکڑے اور ڈولنے اور چرچرانے لگے اور پھر فضا گاڑھے دھوئیں میں کالی ہو گئی اور اس دھوئیں میں بھالے بجلیوں کی طرح چمکنے لگے۔
کافر ہلکے چھکڑوں کو گھسیٹنے میں کامیاب تو ہو گئے لیکن وہ انہیں دوسرے چھکڑوں سے الگ نہ کر سکے کافروں نے لاگر میں بھالے پھینکے لیکن وہ ہمیں کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔ میرے خدا کیا جنگ تھی ہم صرف پچاس آدمی چھ ہزار کافروں سے جنگ کر رہے تھے۔
ہمارے اور کافروں کے درمیان صرف سات فٹ کا فاصلہ تھا۔ ہم عورتیں تیزی سے بندوقیں بھر رہی تھیں اور ہمارے مرد کافروں کے گروہ میں اندھا دھند بندوقیں چلا رہے تھے نشانہ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ کافر ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے کہ کوئی نشانہ خطا ہی جاتا نہ تھا۔
دفعتاً اس لڑکی نے جو بندوقیں بھرنے میں میرا ہاتھ بٹا رہی تھی کہا۔
"دیکھو چچی۔ کالا آدمی۔"

اور میں نے اپنے قریب ہی ایک دیو قامت زولو کو دیکھا جو خدا جانے کس طرح کانٹے دار جھاڑیوں میں راستہ بنا کر رینگ آیا تھا میرے ہاتھ میں جو بندوق تھی وہ خالی تھی لیکن قریب ہی کلہاڑی پڑی ہوئی تھی جو میں نے اٹھا لی اور جب وہ زولو گھٹنوں کے بل اٹھا تو میں نے کلہاڑی سے پوری قوت سے اس کی گردن پر وار کیا اور اس نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ ہاں بیٹی! اس زمانے میں ہم بوئیروں کی بیویوں کو ایسے کام کرنے پڑتے تھے۔

جان بندوق چلا چکا تھا اور زولو کو لاگر میں اور میرے قریب دیکھ کر وہ میری مدد کو آیا اس عرصہ میں مزید تین کافر پہلے کے جس کی گردن میں نے اڑا دی تھی بنائے ہوئے راستے سے اور چھکڑے کے نیچے سے لاگر میں رینگ آئے تھے ان میں سے دو اٹھ کھڑے ہوئے اور بھالے بلند کر کے جان کی طرف بھاگے اور میں سمجھی کہ معاملہ ختم ہوا کیونکہ لاگر میں سوراخ پیدا کر دینا تھا جیسے کوئی ہوا بھرے غبارے میں سوئی کی نوک چبھو دے لیکن جان نے ایک نعرے کے ساتھ اپنی خالی بندوق پھینک دی اور کافروں کی طرف لپکا اور اس سے پہلے کہ وہ جان پر بھالے چلاتے وہ اپنے بڑے بڑے ہاتھوں میں دونوں کے

گلے پکڑ چکا تھا اور جان نے اتنے زور سے دونوں کے سر آپس میں ٹکرائے کہ دونوں ایک ساتھ ڈھیر ہو گئے اور پھر انہوں نے کبھی جنبش نہ کی یہ واقعی جان کی زبردست جسمانی قوت کا ثبوت تھا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کافروں کی کھوپڑیاں مضبوط اور موٹی ہوتی ہیں۔

اس عرصے میں لڑکی دوسری بندوق بھر کر رالف کو دے چکی تھی جس سے اس نے تیسرے کافر کو مار گرایا اور پھر اس نے بڑی بہادری کا کام کیا یہ دیکھ کر دوسرے کافر بھی اسی سوراخ سے رینگ کے آنے لگے تھے رالف نے مرے ہوئے کافر کا بھالا اٹھایا اور چھکڑے کے نیچے سے رینگ کر خود اپنے جسم سے سوراخ بند کر دیا۔ وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اور سوراخ میں داخل ہوتے ہوئے کافروں کے سروں پر بھالا جھونک رہا تھا چند ثانیے بعد ہم نے رالف کو لاگر میں گھسیٹ لیا اسے ایک معمولی سا زخم آیا تھا اور اس کی جگہ کافروں کی لاشیں دھکیل کر ان پر خاردار جھاڑیاں ڈال دیں اور اسی طرح سوراخ بند کر دیا۔

اور اس کے بعد حالانکہ ایک اور کافر لاگر میں گھس آنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اسے فوراً ہی کاٹ کر رکھ دیا گیا اور ہمارے دو آدمی نکولا اور پیٹر کافروں کے بھالوں سے مارے گئے لیکن اس کے بعد کافروں کے حملے کا زور ٹوٹ گیا۔ جب ہمارے لیڈر سیلرس نے بندوق چلائی تھی اس کے ٹھیک تیس منٹ بعد موسی لی کازے کے سپہ سالار کالی پی نے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا اور کافر اوس دل لئے پیچھے ہٹ گئے کیونکہ ہم نے انہیں شکست دیدی تھی۔

تیس منٹ...... صرف تیس منٹ تک یہ جنگ جاری رہی تھی لیکن ہمیں یہ تیس برس معلوم ہوئے تھے۔ ہم لوگ ہانپ رہے تھے، ہمارے چہرے اور بازو اور لباس بارود کے دھوئیں سے کالے ہو رہے تھے اور ہم چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ چھکڑوں کے خیمے جھیر جھیر ہو چکے تھے اور لاگر کے اندر کا میدان خارپشت کے جسم کی طرح نظر آرہا تھا کیونکہ اس میں جگہ جگہ کافروں کے بھالے گڑے ہوئے تھے۔ ہمارے دو آدمی مارے گئے تھے اور بارہ زخمی تھے۔ ان زخمیوں میں سے ایک بھی نہ اس وقت مرا اور نہ بعد میں۔ خدا کا شکر ہے عورتوں اور بچوں میں سے کسی کو معمولی سی خراش بھی نہ آئی تھی۔

اور لاگر کے باہر...... گھاس خون سے سرخ ہو رہی تھی اور اس سرخ گھاس پر کہیں اکیلی اور کہیں انبار کی صورت میں چار سو زولو سپاہی پڑے ہوئے تھے جن میں سے زیادہ تر مر چکے تھے۔ پسپا ہوتے وقت زولو سپاہی اپنے کتنے زخمیوں کو اٹھا لے گئے تھے یہ میں نہیں جانتی۔

اور تب ہم نے دیکھا کہ کافر ہمارے مویشیوں کو جمع کر رہے تھے چنانچہ پوٹ گیر نامی ایک بوئیر بیس آدمیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر لاگر سے نکلا کہ جتنے مویشی واپس لا سکتا ہو لے آئے آپ جانئے بیلوں کے بغیر ہم مجبور و بے بس ہو جاتے کیونکہ جب بیل ہی نہ ہوتے تو ہم چھکڑوں میں کیا جوتتے اور جب چھکڑوں میں جوتنے کے لئے بیل نہ ہوتے تو ظاہر ہے ہم آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔

سورج غروب ہونے تک یہ لوگ کافروں کا تعاقب کرتے رہے اور اس تعاقب میں انہوں نے بہت سے کافروں کو مار گرایا لیکن چونکہ تعاقب کرنے والے بہت کم تھے۔ وہ خالی ہاتھ لوٹ آنے پر مجبور ہو گئے رالف اس گروہ کے ساتھ گیا تھا اور چونکہ اس نے ایک بڑا رحم کا کام کیا تھا اور رحم دلی کا ثبوت دیا اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ اسی کے عوض خدا نے آخر میں ہمیں سوزانے سے ملا دیا۔ اور بہت سی جانیں بچ گئیں۔ یہ میرا ایمان ہے کہ ہمیں اپنی برائی اور اچھائی کا پھل اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

قارئین سمجھ رہے ہوں گے کہ میں نے اس جنگ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ ایک بڑھیا کی زندگی کا یادگار تجربہ ہے۔ اگر آپ کا ایسا خیال ہے تو غلط ہے۔ اس جنگ کا تعلق رالف اور میری بیٹی سوزانے کی کہانی سے براہ راست ہے اور اسی لئے میں نے اس جنگ کی تفصیلات یہاں بیان کی ہیں۔

رالف زولوؤں کے تعاقب سے جب لوٹ رہا تھا تو لاگر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی رفتار سست کر دی اور دوسرے لوگوں سے پیچھے رہ گیا کیونکہ وہ اس قتل و غارت سے اکتا گیا تھا اس کے علاوہ اس کا زخم بھی، جو کافر کے بھالے سے آیا تھا، اب خشک ہو کر کھنچنے اور درد کرنے لگا تھا۔ اب کوئی خطرہ بھی نہ تھا کیونکہ کافر بھاگ گئے تھے اور راستے میں جگہ جگہ لاشوں کے انبار پڑے تھے۔ رالف آہستہ آہستہ ان

لاشوں کے درمیان سے گذر رہا تھا اور جب وہ لاگر سے سو گز دور تھا تو اس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور اس بھیانک اور عجیب منظر کو دیکھنے لگا۔ رالف کا خیال تھا کہ ایسا منظر اسے پھر کبھی دیکھنے کو نہ ملے گا۔ حالانکہ بعد میں خونی دریا کی جنگ کے بعد جب ہم نے زولو بادشاہ ڈنگان پر فتح حاصل کی تو وہاں کا منظر اس سے بھی زیادہ عجیب اور بھیانک تھا۔

غروب ہوتے ہوئے سورج کی آخری کرنوں نے پورے منظر کو خونی رنگ دے دیا تھا۔ چھکڑوں کے جھیر جھیر خیمے سرخ نظر آ رہے تھے، میدان کی خون سے سرخ گھاس اور بھی زیادہ سرخ تھی حتیٰ کہ کافروں کی لاشیں بھی سرخ دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ لاشیں مختلف حالتوں میں پڑی ہوئی تھیں چند کی لاشیں یوں تھیں جیسے یہ لوگ سو رہے ہوں، چند کے ہاتھ اب تک بھالے پکڑے ہوئے تھے اور چند کے منہ کھلے تھے کہ یہ لوگ جنگی نعرے لگاتے ہوئے مرے تھے۔ رالف نے ان لاشوں کی طرف دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم بوئیر زندہ تھے۔

اس لرزہ خیز اور عبرت انگیز منظر کو دیکھنے کے بعد جب وہ گھوڑا موڑ کر لاگر کی طرف آ رہا تھا تو اس کو کچھ شک سا ہوا کہ قریبی بلند گھاس کے ایک گچھے میں کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا گھوڑا گھاس کے اس گچھے کے پیچھے دیکھا تو ایک نوجوان کافر کی لاش پڑی ہوئی تھی لیکن رالف کو چونکہ یقین تھا کہ اس کافر نے جنبش کی تھی اس لئے وہ گھوڑے پر سے اتر آیا اور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زخم تھا اور وہ بھی چھرے کا جو کافر کی ٹانگ پر آیا تھا۔ زخم گہرا اور جان لیوا نہ تھا۔ لیکن ایسا ضرور تھا جو انسان کو لنگڑا کر کے اسے بھاگنے سے معذور کر سکتا تھا۔

"یہ سور مرا نہیں ہے بلکہ بغاوت کر رہا ہے" رالف نے دل میں کہا۔

اور اس نے اپنی بندوق اٹھائی کہ اس نوجوان کافر کو گولی مار دے کیونکہ ان دنوں ہماری حالت اور صورت حال بھی ایسی نہ تھی کہ ہم زخمی کافروں کا علاج کرتے۔

دفعتہً وہ نوجوان کافر جو بظاہر مردہ معلوم ہوتا تھا، اٹھ بیٹھا اور رالف کے سامنے گھٹنوں پر گر کر اور ہاتھ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ اگر رالف کی جگہ کوئی دوسرا بوئیر ہوتا تو اس نے فوراً ہی گولی مار دی ہوتی لیکن رالف رحم دل تھا چنانچہ وہ نوجوان کا ذکی جو اپنے طور پر خاصا قبول صورت تھا۔ درخواست سنتا رہا۔

"نوجوان!" رالف نے کہا جو اس نوجوان کی بولی اچھی طرح سے سمجھتا تھا۔ "میں کیوں تمہاری جان بخشی کرنے لگا؟ کیونکہ تم بھی ان ہی لوگوں میں تھے جو حملہ آور ہوئے تھے اور فتح تمہاری ہوتی تو تم ہم میں سے ہر ایک کو بڑی بیدردی سے قتل کر دیتے۔"

"نہیں سردار" نوجوان کافر نے کہا۔ "ایسی بات نہیں ہے میں زولو نہیں ہوں بلکہ میں دوسرے قبیلے سے ہوں اور کالی پی کی فوج میں میری حیثیت ایک بار بردار غلام کی سی تھی ان لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا تھا اور میں ان کا سامان لاد کر فوج کے ساتھ چلا کرتا تھا چنانچہ میں مجبور تھا سردار" اور اس لئے

نے قریب پڑے ہوئے مکئی کے دانوں کے ایک تھیلے اور پانی کی طرف اشارہ کیا۔
"ممکن ہے ایسا ہی ہو" رالف نے کہا "لیکن تم جانو کتے کا انجام بھی وہی ہوتا ہے۔"
"سردار! میری جان نہ لو" نوجوان کافر گڑگڑایا "میرا زخم گہرا نہیں ہے۔ حالانکہ میں ان کے ساتھ بھاگ نہ سکا۔ لیکن میرا زخم جلد ہی مندمل ہو جائے گا۔ ایک یا دو دن میں مندمل ہو جائے گا اور پھر میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہارا وفادار ہوں گا۔ میری جان بخشی کر دو اور میں تمہارے لئے خوش قسمتی اور خوشیاں لاؤں گا۔"

"ہاں۔ خوش قسمتی اور خوشیوں کی مجھے سخت ضرورت ہے۔" رالف نے کہا۔ "اور اب بھی مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم زولو نہیں ہو کیونکہ کبھی کوئی زولو اس طرح گھٹنوں کے بل گر کے زندگی کی بھیک نہیں مانگتے۔"

اور رالف سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ جان نے لاگر میں سے اسے یوں سر جھکا کر کھڑے دیکھا تو وہ اپنا گھوڑا بڑھا کر اس کے قریب آیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم بیٹے" جان نے غصے سے کہا۔ "ان لاشوں کے درمیان اکیلے کھڑے اس کالے شیطان سے باتیں کر رہے ہو؟ ہٹ جاؤ ایک طرف اگر تم میں اتنی ہمت نہیں ہے تو میں اسے گولی مار دیتا ہوں۔" اور جان نے اپنی بندوق اٹھالی۔

"نہیں ابا" رالف نے جان کی بندوق کی نالی ایک طرف ہٹادی۔ "یہ شخص زولو نہیں بلکہ یہ ان کا بار بردار تھا اور یہ میرے سامنے گڑگڑایا ہے کہ میں اس کی جان بخشی کر دوں اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے عوض یہ بڑی وفاداری سے میری خدمت کرتا رہے گا اور میرے لئے خوش قسمتی لائے گا۔"
"کیوں نہیں۔ ان لوگوں کے لئے بھی تو یہ خوش قسمتی ہی لایا تھا اور جان نے طنزیہ ہنسی ہنس کر وہاں پڑی لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔ "بیٹے! تم تو پاگل ہو گئے ہو تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ موقع ملتے ہی یہ شیطان تمہیں قتل کر دے گا۔ لو ہٹ جاؤ ایک طرف میں اس کا خاتمہ کر دوں۔"

اب تو اس نوجوان کو، جس کا نام گاشا تھا، یقین ہو گیا کہ جان اسے زندہ نہ چھوڑے گا چنانچہ اس نے رالف کے پیر پکڑ لئے اور رونے لگا۔
"باس مجھے بچالو" وہ گڑگڑایا "مجھے بچالو باس اور یقین کرو تم کبھی اس پر افسوس نہ کرو گے میں سچ کہتا ہوں کہ میں تمہارے لئے خوش بختی لاؤں گا۔ یقین کرو باس۔"
"ابا" رالف نے کہا۔ "اگر آپ نے اس کافر کو گولی ماردی تو یہ ہم دونوں میں جھگڑے کا سبب ہو گا اور میرے اور آپ کے درمیان آج تک جھگڑا نہیں ہوا۔"
"جھگڑا ہو یا نہ ہو اس کافر کو مرنا ہے" جان نے غصے سے پھنکار کر کہا کیونکہ اسے یہ بات بڑی احمقانہ معلوم ہوئی تھی کہ رالف ایک کافر کی جان بخشی کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اور جان نے ایک بار پھر بندوق

اٹھائی لیکن دفعتہً اسے کچھ یاد آ گیا اور اس کے بشرے سے پریشانی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس نے عجیب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔

"میں...... پہلے بھی یہ منظر دیکھ چکا ہوں۔ لیکن کہاں؟ کہاں۔؟" جان نے یوں کہا جیسے اپنے آپ سے کہہ رہا ہو۔ "یہی میدان جو خون سے سرخ ہے اور سورج غروب ہو رہا ہے عقب میں لاگر، میرے ہاتھ میں بندوق اور ایک کافر نے رالف کے پیر پکڑ رکھے ہیں۔ کہاں دیکھا تھا میں نے یہ منظر؟ کہاں دیکھا تھا۔؟۔ اوہ! میرے خدا۔ اب یاد آیا۔ وہاں اپنے فارم کی نشست گاہ میں۔ ہاں۔ بالکل یہی منظر میں نے سی ہامبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا ہاں، ہاں۔ سی ہامبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ بہت اچھا۔ زندہ رہنے دو اس کافر کو کیونکہ سی ہامبا نے یہ منظر مجھے یونہی نہیں دکھایا ہو گا اور حالانکہ میں بے وقوف ہوں' جیسا کہ تمہاری ماں کہتی ہے 'لیکن اتنی بات تو میں نے سمجھ لی ہے کہ دنیا میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جنہیں ہم سمجھ نہیں سکتے اس کے باوجود یہ چیزیں یہ باتیں ہماری زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔"

چنانچہ وہ دونوں کافر گاشا کو لاگر میں لے آئے اور ان کی درخواست پر کافی سوچنے کے بعد ہمارے لیڈر نے بھی اس کی جان بخشی کر دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ گاشا لاگر میں نہیں بلکہ چھکڑوں کے باہر سوئے گا۔

اور جب میں نے گاشا کی داستان سنی تو کہا۔

"بہر حال ایک بات تو یقینی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ تم کبھی اس نوجوان کافر کی صورت نہ دیکھ سکو گے کیونکہ یہ رات کے اندھیرے میں بھاگ کر اپنے دوست زولوؤں کے پاس پہنچ جائے گا۔ لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ دوسرے دن گاشا موجود تھا اور ٹانگ کا زخم مندمل ہونے کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ ہی رہا اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ایسا وفادار اور محنتی کافر ملازم کبھی کسی کو نہ ملا ہو گا۔

اس کے بعد زولو ہماری طرف کبھی نہ آئے البتہ بعد میں ہم نے دوسرے بوئیروں کے ساتھ مل کر ان پر دو دفعہ حملہ کیا ان دو حملوں میں زولوؤں کے چار ہزار سے زائد آدمی مارے گئے اور ہم نے چھ ہزار مویشی بھی اپنے قبضے میں کر لئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زولو شمال کی طرف بھاگ گئے اور وہاں ایک دور افتادہ علاقہ میں ان مغرور زولوؤں نے ایک نئی قوم اور قبیلے کی بنیاد رکھی جو بعد میں "میٹابلی" کے نام سے مشہور ہوا۔

لیکن واشکوپ میں ہماری قسمت بگڑ گئی تھی اور یہ ہمارے برے دن تھے۔ زولو ہمارے سارے مویشی ہٹا لے گئے تھے اس لئے ہم اپنے چھکڑوں کو میدان جنگ اور لاشوں کے قریب سے ہٹا کر کہیں دور نہ لے جا سکتے تھے۔ چنانچہ ہم اسی جگہ لاشوں کے درمیان اور ان لاشوں پر گرتے اور آپس میں جھگڑتے ہوئے گدھوں میں بھی کیمپ کرنے پر مجبور تھے۔ لاشیں اتنی زیادہ تھیں کہ ہم انہیں دفن بھی نہ کر سکتے تھے۔

ہم نے اپنے پیغامبر بوئیروں کی دوسری پارٹیوں کی طرف دوڑا دیئے کہ ان سے کچھ مدد حاصل کر

سکیں اور جب یہ پیغامبر مدد حاصل کرنے گئے ہوئے تھے تو ہم فاقے کر رہے تھے کیونکہ ہمارے پاس کھانے کے لئے غلے کے نام کا ایک دانہ نہ تھا اور اس طرف بھی نہ مل رہا تھا۔ بھوک سے بے تاب ہو کر بچے رونے لگتے تو کافروں کی ڈھالیں، جو خشک کھال کی تھیں کاٹ کر ان بچوں کو دے دی جاتیں اور بچے کھال کے ان سخت ٹکڑوں کو چوس کر اور چبا کر بھوک کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرتے۔ کئی بچے بھوک سے مر گئے اور میں اتنی دبلی ہو گئی کہ ایک دفعہ جب میں نہانے گئی تو تالاب کے پانی میں اپنا عکس دیکھ کر نہ صرف چونکی بلکہ خوفزدہ بھی ہو گئی۔

آخر کار، جب ہم سب نیم جان ہو رہے تھے، دوسرے بوئیروں کی طرف سے چند بیل آ گئے اور ہم اپنے چند چھکڑے وہاں سے ہٹا کر ماریکو میں لے آئے۔ یہاں ایک انگریز مشنری نے ہمارے حال پر رحم کھا کر ہمیں غلہ دیا۔ مشنری اپنی بیوی کے ساتھ ماریکو میں ایک عرصے سے مقیم تھا اور تب سے میرا یہ خیال ہے کہ اگر انگریزوں کی مغرور اور ظالم قوم میں کوئی شریف اور رحم دل ہوتا ہے تو وہ مشنری ہوتے ہیں۔

خیر تو موسٰی لی کازے کے زولوؤں کو شکست دینے کے بعد یہ سوال اٹھا کہ کیا ہم انسمر گ کی طرف روانہ ہو کر وہیں بس جائیں یا اپنے دوسرے بوئیر بھائیوں کی تقلید کریں جو بڑی تعداد میں رنیف کے ماتحت کوہ کو تھلا سا عبور کر کے ناٹال کی طرف بڑھ رہے تھے۔

آخر میں ہم نے ناٹال ہی جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ سمندر کے قریب تھا اور ظاہر ہے کہ ہم یہ نہ جانتے تھے کہ بعد میں چالباز اور عیار انگریز یہ جگہ بھی ہم سے چھین لے گا۔ چنانچہ ہم آہستہ آہستہ سر کرتے ہوئے وان وارین درے کی طرف بڑھنے لگے اور اس وقت ہمارا گروہ تیس چھکڑوں اور ساٹھ سفید فاموں پر مشتمل تھا۔

اور اس رات کا واقعہ ہے جب ہم درے سے چار دن مسافت پر تھے۔ یا یوں کہئے کہ درے سے ساٹھ میل دور تھے۔ اور میں، جان اور رالف بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ گاشا نے آ کر رالف کو سلام کیا اور الاؤ کے قریب بیٹھ گیا گاشا پچھلے چھ مہینوں سے ہمارے ساتھ تھا اور جی جان سے ہماری خدمت کر رہا تھا۔

"باس! ایک درخواست کرنے آیا ہوں" وہ بولا۔

"کہو گاشا جو کہنا ہے" رالف نے کہا۔

"باس! میں ایک ہفتے یا دس دن کی چھٹی چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں اپنے لوگوں سے ذرا مل آؤں۔"

"مطلب یہ کہ اب تم ہمیں چھوڑ جانا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں سردار۔ نہیں" گاشا نے جواب دیا "تم جانتے ہو کہ باس نے میری جان بخشی کی ہے اور میں

انہیں اب اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں اس لئے انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ میں تو اپنے لوگوں میں محض اپنے ماں باپ سے ملنے اور انہیں یہ بتانے جاتا ہوں کہ میں مزے میں ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اب تک وہ مجھے مردہ یقین کر چکے ہوں گے باس دان وارین درے میں سے ہو کر ناٹال جانا چاہتے ہیں اور یہ جگہ میرے لوگوں کے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے لیکن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس راستے سے زیادہ لوگ واقف نہیں ہیں۔ خیر اس درے سے ذرا دور ایک دوسرا درہ ہے جو آلیورس نک کہلاتا ہے اور اپنے ماں باپ سے ملنے کے بعد میں اسی درے سے واپس آؤں گا اور پہاڑ کے دوسری طرف باس سے آملوں گا۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ میری ماں اور میرا باپ زندہ ہے کہ دونوں مر گئے۔"

"گاشا! مجھے تم پر بھروسہ ہے اس لئے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں' رالف نے کہا۔

"لیکن پہلے مجھے اپنے قبیلے کا نام بتا دو کہ اگر تم واپس نہ آئے تو میں ان لوگوں میں تمہیں کہاں تلاش کر سکوں۔"

"باس! میں نے کہا ہے کہ میں واپس آجاؤں گا؟ ہاں اگر راستے میں زولو میرا خاتمہ کر دیں یا شیر مجھے کھالیں تو بات دوسری ہے لیکن جہاں میرا قبیلہ رہتا ہے اس کا نام ہے امپونڈوانہ یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے کیونکہ شاہ زولو شاکا کے زمانے میں اسی کی فوجوں نے ہمارے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا لیکن میں سچ کہتا ہوں باس کہ میرے قبیلے کا گھر بہت ہی عمدہ گھر ہے۔"

"اور امپونڈوانہ کے معنی کیا ہوتے ہیں۔" رالف نے پائپ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے معنی ہیں انسانی ہاتھ کا پہاڑ" گاشا نے جواب دیا۔

رالف کے منہ سے پائپ چھوٹ کر فرش پر گرا اور میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ، جھلسا ہوا رنگ ایک دم سفید پڑ گیا اور اس کی آنکھیں یوں پھیل گئیں کہ معلوم ہوتا تھا آنکھیں حلقوں سے نکل پڑیں گی۔

"گاشا! اسے انسانی ہاتھ کا پہاڑ کیوں کہتے ہیں؟" رالف نے کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

"جلد جواب دو اور خیال رہے جھوٹ نہ بولنا۔" گاشا نے حیرت سے رالف کی طرف دیکھا۔

"اب یہ میں کیا جانوں باس کیونکہ شروع ہی سے اس پہاڑ کا یہی نام ہے۔" گاشا نے جواب دیا۔ "لیکن میرا خیال ہے اسے انسانی ہاتھ کا پہاڑ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ایک ڈھلان پر، جس کی بلند چوٹیاں سرخ پتھر کی ہیں پانچ برساتی نالے جنہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو انسانی ہاتھ کی چار انگلیوں اور ایک انگوٹھے کی مانند نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ کا نام اور بھی ہے جس کا مطلب ہے "وہ جگہ جہاں چٹان میں سے پانی نکلتا ہے۔ کیونکہ دونالوں کے درمیان' جن میں سے ایک شہادت کی انگلی کی طرح اور دوسرا انگوٹھا کی طرح ہے' ایک چشمہ بہتا ہے اور یہ چشمہ پہاڑ کے قلب میں سے آتا ہے۔"

"اس پہاڑ کے کس طرف یہ نالے اور چشمہ ہیں؟" رالف نے اسی طرح کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

"ہاں! جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی پہلی کرنیں پہاڑ کے اسی پہلو پر پڑتی ہیں۔"

رالف آگے پیچھے، کسی شرابی کی طرف ڈولنے لگا اور اگر میں نے اس کی کمر میں ہاتھ نہ ڈالا ہوتا تو میں سمجھتی ہوں وہ گر پڑتا۔

"بے شک۔ یہ وہی پہاڑ ہے۔ میرے خواب کا پہاڑ" اس نے کہا۔

"اب یہ تمہاری حماقت ہے" میں نے کہا۔

یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ مجھے خوف تھا کہ جب رالف کو معلوم ہوگا کہ اس کے خواب کے پہاڑ سے یہ حیرت انگیز مشابہت ایک حیرت انگیز اتفاق کے علاوہ اور کچھ نہ تھا تو رالف انتہائی مایوسی سے پاگل ہو جائے گا۔

"بیٹے۔" میں نے کہا۔ "افریقہ بہت بڑا ملک ہے اور اس میں بہت سے ایسے پہاڑ ہیں جن کے پہلوؤں پر برساتی نالے بنے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان چشمے بہتے ہیں چنانچہ یہ کوئی نئی اور حیرت انگیز بات نہیں ہے۔"

رالف نے میری اس بات کا کوئی جواب نہ دیا چنانچہ میں نے گاشا سے پوچھا۔

"تمہارے اس قبیلے کا سردار کون ہے؟"

"اس کا نام کورانو ہے بشرطیکہ وہ اب زندہ ہو" گاشا نے جواب دیا۔ لیکن چند مہینوں پہلے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ دو برس ہوئے کورانو مر گیا اور یہ کہ وہ، جو میرے بچپن میں حکمران تھی، وہاں سے واپس آگئی ہے جہاں وہ گئی تھی اور اب وہی امپونڈولنہ کی سردارن ہے۔"

"اس سردارن کا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

گاشا نے میرے اس سوال کا جواب اپنے نتھنوں میں چٹکی بھر نسوار چڑھانے کے بعد دیا۔ اس میں صرف ایک لمحہ گذر گیا لیکن یہ ایک لمحہ مجھے ایک گھنٹہ معلوم ہوا۔ گاشا نے کہنا شروع کیا۔

"اس کا نام............" اور وہ زور سے چھینکا اور جھومنے لگا اور ہاتھ کی پشت سے آنکھوں سے بہتا ہوا پانی پونچھنے کے بعد بولا "واہ واہ کیا غضب کا نسوار ہے اور میں باس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسی بہترین نسوار مجھے دی"

"جواب دو" جان ایک دم سے گرجا اور ایسی خوفناک آواز میں کہ گاشا ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا۔

"واپس آؤ۔ واپس آؤ۔" میں نے کہا۔

اور وہ ڈرتے ڈرتے واپس آگیا کیونکہ یہ کافر کچھ زیادہ بہادر نہ تھا اور جب سے جان نے اسے گولی مار دینا چاہی تھی تب سے تو وہ جان کو دیکھتے ہی کانپنے لگتا تھا۔

"تم خاموش رہو۔" میں نے جان سے کہا اور جب گاشا قریب آگیا تو بولی۔

"ہاں گاشااب کہو۔"

"سردارن" وہ بولا "میں سچ کہتا ہوں۔ یہ نسوار باس نے ہی مجھے دی تھی بہت دنوں پہلے ایک مردہ زولو کے کان کے لو میں سے اس کی ڈبیہ نکالی تھی اور مجھے دیدی تھی۔ سچ کہتا ہوں یہ نسوار میں نے چرائی نہیں ہے۔"

"نسوار کو ڈالو جہنم میں" میں نے جلدی سے کہا کیونکہ میں نے دیکھا کہ رالف کی حالت غیر ہو رہی تھی "اور اس سردارن کا نام بتاؤ جواب تمہارے قبیلے کی حکمراں ہے۔"

"اس کا نام" گاشا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا" ارے بہت مشہور ہے وہ تو۔ حالانکہ وہ جسم سے چھوٹی ہے لیکن کہتے ہیں کہ بہترین وچ ڈاکٹرلیس اور بارش برسانے والی ہے۔"

اب تو جان کے صبر کا پیمانہ چھلکا، اس نے ہاتھ بڑھا کر گاشا کا گلا پکڑ لیا اور اسے یوں جھنجھوڑنے لگا جس طرح بلی چوہے کو جھنجھوڑتی ہے۔

"لعنتی کتے" جان دھاڑا "اگر تو نے اپنے قبیلے کی سردارن کا نام فوراً نہ بتلایا تو میں تیرا گلا گھونٹ دوں گا۔"

"پاگل ہوئے ہو کیا؟" میں نے کہا "تم نے تو اس کا گلا دبا رکھا ہے پھر یہ بچارا بول کس طرح سکتا ہے۔"

چنانچہ جان نے اس کا گلا چھوڑ دیا لیکن اس طرح پکڑے رکھا گاشا غریب رونے لگا۔

"نام......نام" جان نے دانت پیس کر کہا۔

"میں کیوں چھپانے لگا سردارن کا نام۔ میں نے اس کا نام نہیں بتایا؟۔"

"نہیں۔"

"تو اب بتاتا ہوں اس کا نام سی ہامبانگ یانگا۔"

اور جان نے گاشا کو چھوڑ دیا تو وہ پٹ سے فرش پر گرا لیکن پھر فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرت سے ہم میں سے ہر ایک کی صورت تکنے لگا کیونکہ اس کے خیال میں ہم تینوں پاگل ہو گئے تھے۔ اور جان نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر کہا۔

"خدایا شکر ہے تیرا کہ تو نے سی ہامبا کی آنکھوں میں مجھے وہ تصویر دکھائی جو مجھے عین وقت پر یاد آگئی اور میں نے گولی نہ ماری۔"

اور پھر اس نے رالف کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گیا کیونکہ رالف بے ہوش ہو چکا تھا۔

امپونڈوانہ میں سوزانے کے دو سال عجیب گذرے اور بڑی عجیب زندگی گذاری تھی وہاں سی ہامبا کے ساتھ وہ اس قبیلے پر حکومت کرتی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک کھلا میدان تھا جو ایک ہزار ایکڑ میں

پھیلا ہوا تھا اس میدان میں ہری ہری اور کومل گھاس اگ رہی تھی اور اسی جگہ میدان میں سرداروں مشیروں اور سپاہیوں کی جھونپڑیاں تھیں اسی جگہ مویشیوں کے کرال بھی تھے لیکن ان کرالوں میں مویشیوں کو خطرے کے وقت ہی بند کیا جاتا تھا یعنی اس وقت جب دشمن حملہ کرتا یا ایسی ہی کوئی بات ہوتی۔ قبیلے کے لوگ پہاڑ کی ڈھلانوں پر رہتے تھے اور چند جھونپڑیاں نیچے کے زرخیز میدانوں میں بھی تھیں ضرورت کے وقت یعنی دشمن کے حملے کے وقت یہ لوگ میدانوں اور ڈھلانوں پر سے پہاڑ کی چوٹی پر آجاتے تھے اور یہاں سے وہ حملہ آوروں کا مقابلہ اور اپنا بچاؤ کرسکتے تھے کیونکہ مویشیوں کے کرال کے نیچے بڑے بڑے کھڈ تھے جن میں غلہ بھرا جاتا تھا۔ البتہ اوپر صرف ایک چشمہ تھا جو خشک موسم میں خشک ہو جاتا تھا چنانچہ امپونڈولنہ نے اس چشمے کے دہانے سے ذرا آگے جو انگوٹھے اور انگلی کی شکل کے نالے کے درمیان بہہ رہا تھا، پتھروں کی روک یا بند بنا دیا تھا حالانکہ چشمہ پہاڑ کی چوٹی پر نہیں بلکہ اس سے بہت نیچے تھا تاہم اوپر کا چشمہ خشک ہو جانے کے بعد ان لوگوں کی زندگیوں کا انحصار اسی نیچے والے چشمے پر رہ جاتا تھا۔

پہاڑ کی چپٹی چوٹی یا سطح مرتفع سے نیچے اترنے یا نیچے اوپر جانے کا صرف ایک راستہ تھا یہ تھی ایک تنگ گھاٹی جو بارش کے پانی نے صدیوں تک بہنے اور پتھروں کو گھسنے کے بعد بنا دی تھی۔ سطح مرتفع پر سنسناتی ہوئی ہوائیں چلا کرتی تھیں اور یہ چوٹی اتنی بلند اور ننگی تھی کہ اوپر ہر وقت سردی محسوس کی جاتی تھی۔ موسم سرما میں ہفتے میں دو یا تین مرتبہ بارش ہو جاتی تھی اور کئی دن ایسے ہوتے تھے جب یہ چوٹی گہری اور گاڑھی دھند میں چھپی رہتی تھی اس کے باوجود اپنے قیام کے دو برسوں میں سوزانے بہت کم چوٹی سے نیچے اترتی تھی اس لئے نہیں کہ وہ نیچے آنا نہ چاہتی تھی بلکہ اس لئے کہ وہ جرأت نہ کرسکی تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ سوراٹ پیٹ کے بھاڑے کے ٹٹو پہاڑ کے ڈھلانوں اور اس کے قدموں میں ہر وقت منڈلایا کرتے تھے سوزانے کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سوراٹ پیٹ اس کی ایک ایک حرکت سے واقف تھا کیونکہ اس کے جاسوس خود امپونڈولنہ میں موجود تھے۔

اپنے قیام کے ابتدائی چند مہینوں میں سوزانے کا یہ معمول رہا کہ وہ شامیل پر سوار ہو کر نیچے گھاس کے میدانوں میں آجاتی لیکن بعد میں وہ اپنی یہ تفریح ترک کرنے پر مجبور ہو گئی کیونکہ ایک دن سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کا تعاقب کیا اور شامیل سطح مرتفع کی وجہ سے ہی وہ ان سے بچ آیا بستی کے باہر اور مویشیوں کے کرال کے گرد ایک چوڑا راستہ تھا سوزانے اور شامیل اسی راستے پر گھومتے پھرتے اور اسی طرح اپنی صحت بنائے رکھتے تھے لے دے کر اس کی تفریح بس اب یہی رہ گئی تھی۔

میں کہہ چکی ہوں کہ سوراٹ پیٹ کی رگوں میں کافر خون بھی تھا چنانچہ بچپن سے وہ دو زندگیاں گزار رہا تھا۔ یعنی سفید فاموں میں ہوتا تو سفید بن جاتا اور کافروں میں ہوتا تو کافر کو امپونڈولنہ سے کوئی تین میل دور ایک پہاڑی تھی۔ جس کے عقب میں سرسبز وادیاں تھیں سوراٹ پیٹ چونکہ امیر تھا اور

پھر سفید فام کے طور پر مشہور بھی تھا اس لئے وہ آسانی سے ان وادیوں کا مالک اور کافروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کا سردار بن گیا۔ یہ گروہ سو آدمیوں اور تقریباً اتنی ہی یا اس سے کچھ کم عورتوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ پناہ گزین تھے جو مختلف علاقوں اور سمتوں سے زولوؤں کے ہاتھوں لٹ لٹا کر اس طرف آگئے تھے اور سوراٹ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

اور اب ان لوگوں کی مدد سے سوراٹ پیٹ نے امپونڈوانہ کو پریشان کرنا شروع کیا جب بھی اسے موقع ملتا وہاں مویشیوں کو مار ڈالتا جو ریوڑ سے الگ ہو کر بھٹک جاتے اور ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیتا جو پہاڑ سے ذرا دور نکل آتے جب بھی وہ ایسے لوگوں کو پکڑتا تو انہیں غلام بنا لیتا البتہ صرف ایک شخص کو چھوڑ دیتا اور اسے ایک پیغام دے کر امپونڈوانہ کی طرف بھیج دیتا۔ اس کا پیغام ہمیشہ یہی ہوتا تھا کہ اگر امپونڈوانہ نے ابابیل کو اس کے حوالے کر دیا تو انہیں وہ پریشان نہ کرے گا بلکہ وہاں سے بھی چلا جائے گا لیکن اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ ان کے ساتھ ہی اسی طرح جنگ جاری رکھے گا یہاں تک کہ امپونڈوانہ تباہ ہو جائیں گے۔

سوراٹ پیٹ کی ان دھمکیوں کا جواب سی ہاما با موقع کی مناسبت سے دیا کرتی تھی لیکن اس کا بھی اکثر ایک ہی جواب ہوا کرتا تھا اور وہ یہ کہ اگر سوراٹ پیٹ امپونڈوانہ سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا ہے تو خود آکر لے جائے۔

چنانچہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک امپونڈوانہ قبیلے کے لوگ عاجز آکر بڑبڑانے اور سر ہلانے لگے۔ بے شک سوراٹ پیٹ اب تک انہیں کچھ زیاد جانی یا مالی نقصان نہ پہنچا سکا تھا لیکن سی ہاما کا قبیلہ پہاڑ کی چوٹی پر گویا قید ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ لوگ پہاڑ کی ڈھلانوں سے نیچے قدم بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ ادھر وہ نیچے اترے اور اُدھر سوراٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑے۔

خوش قسمتی سے پہاڑ کی ڈھلانیں خاصی چوڑی تھیں جن پر ان کے مویشیوں کو گھاس مل جاتی تھی اور انہیں ڈھلانوں پر امپونڈوانہ یہاں وہاں گھاس بھی اگا سکتے تھے۔ سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمی ایسا سخت پہرہ دیتے اور ایسے مستعد تھے کہ نہ تو امپونڈوانہ کے پاس آسکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوزانے کا تعلق بیرونی دنیا سے پوری طرح سے منقطع ہو گیا۔ نہ تو اسے ہماری خبر تھی اور نہ ہمیں اس کی البتہ امید کی ایک ہلکی سی کرن اب بھی اس کے دل میں روشن تھی اور وہ یہ کہ کافروں میں ابابیل کے متعلق روایتیں اور افواہیں گشت کر رہی تھیں چنانچہ سوزانے کو امید تھی کہ یہ افواہیں ایک نہ ایک دن رالف اور جان کے کانوں تک پہنچیں گی اور وہ اسے بچانے آجائیں گے۔

لیکن یہ امید بھی چونکہ زیادہ تسلی بخش نہ تھی اس لئے اس نے اپنی خبر ہمیں بھجوانے کی کوشش کی۔ پہاڑ پر اپنے قیام کے ایک ہی ہفتہ بعد اس نے زنٹی کو دو امپڈوانہ کے ساتھ وہاں سے روانہ کر دیا۔ سوزانے نے اسے حکم دیا کہ سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے ٹرانسکی پہنچ جائے۔ چونکہ سوزانے کے پاس نہ قلم تھا نہ روشنائی اس لئے اس زنٹی کے حافظے پر بھروسہ کرنا پڑا اس نے اپنا طویل پیغام زنٹی کے

سامنے بار بار دہرلیا یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ زنٹی اس کے پیغام کا ایک ایک لفظ یاد کر چکا ہے سوزانے کا یہ پیغام اس کی پوری داستان تھی اور آخر میں اس نے درخواست کی تھی کہ رالف اور جان، زنٹی کی رہبری میں اسے بچانے آ جائیں کیونکہ وہ خود سورات پیٹ کے ہاتھوں میں پڑنے کے خوف سے پہاڑ سے نیچے نہ اتر سکتی تھی۔

زنٹی چونکہ بہادر اور وفادار تھا اس لئے وہ اس سفر پر فوراً روانہ ہو گیا حالانکہ یہ ایسا سفر تھا جس کے خیال سے ہی دوسرے لوگوں کو بخار چڑھ سکتا تھا۔ لیکن بد بختی ان کے جلو میں چل رہی تھی ایک رات یہ لوگ یعنی زنٹی اور اس کے دونوں امپونڈوانہ ساتھی ہاسوتو قبیلے کے ایک کرل کے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور بھوک تھے چنانچہ زنٹی کے دونوں ساتھی ایک بکری چرا لائے اور اسے ذبح کر کے بھوننے لگے ان لوگوں نے زنٹی سے کہا کہ یہ بکری انہوں نے دانوں کی ایک مالا کے عوض خریدی تھی چنانچہ زنٹی بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا یہ لوگ چٹخارے لے لے کر بکری کا گوشت کھا رہے تھے کہ ہاسوتو ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ قبیلے کے بزرگوں کے سامنے انہیں پیش کیا گیا۔ اور انہوں نے ان تینوں کو موت کی سزا سنائی لیکن قبیلے کے سردار کو چونکہ آدمیوں کی ضرورت تھی اس لئے اس نے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی بجائے اپنے کھیتوں میں کام پر لگا دیا اور وہاں رات دن ان کی کڑی نگرانی کی جانے لگی۔

زنٹی ایک برس تک ان ہاسوتو لوگوں کا قیدی رہا اور پھر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ فرار نہ ہوئے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ فرار ہوتے وقت یا اس کے بعد اگر وہ پکڑے گئے تو ہاسوتو انہیں زندہ نہ چھوڑیں گے آزاد ہوتے ہی زنٹی پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا کیونکہ زنٹی ان لوگوں میں سے تھا جو اپنا کام بہر حال پورا کرتے ہیں جو ان کے سپرد کیا جاتا ہے بے شک اسے امپونڈوانہ سے روانہ ہوئے، ایک سال ہو چکا تھا لیکن اب بھی اسے وہ پیغام لفظ بہ لفظ یاد تھا جو سوزانے نے اس کی زبانی بھیجا ہوا تھا۔

خیر تو کئی خطرات کا مقابلہ کرنے اور کئی مصائب جھیلنے اور تلوے اور پیر زخمی کرنے کے بعد اور ایک بے حد طویل سفر کر کے زنٹی آخر کار ہمارے فارم میں پہنچ گیا اور وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ ہم لوگ جا چکے ہیں اور وہ لمبی ناک والا شیطان، جس کے ہاتھ میں ہم نے فارم فروخت کیا تھا۔ ہمارے علاقے کا حکمراں تھا۔

زنٹی نے ان کو تلاش کر لیا جو اس علاقے میں کہیں کہیں بسے ہوئے تھے وہ کافروں کے ساتھ مقیم ہو گیا اور جب اس کی تھکن پوری طرح سے دور ہو گئی جب اس کی ٹانگوں کی سوجن دور ہو گئی اور جب وہ تازہ دم ہو گیا تو ایک بار پھر وہ جنوب اور امپونڈوانہ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس سفر میں اس پر اتنی کچھ بیت گئی تھی کہ وہ ایک بار پھر اس راستے سفر کرتے ڈرتا تھا لیکن جانتا تھا کہ سوزانے چشم براہ ہو گی اور اپنے والدین اور رالف کی خبر معلوم کرنے کے لئے بے تاب۔

جس علاقے سے زنٹی کو گزرنا تھا اس میں جنگیں ہو رہی تھیں اور کھانے پینے کی چیزوں کا فقدان تھا اس کے باوجود زنٹی نے اپنا واپسی کا سفر جاری رکھا ایک دفعہ سوراٹ پیٹ کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بال بال بچ گیا اور پھر زنٹی کی روانگی کے پورے ایک سال اور نو مہینے بعد ایک بے حد تھکا ہوا اور لنگڑاتا اور لڑکھڑاتا ہوا سایہ اس سنگلاخ پگڈنڈی کے ذریعہ ڈھلان چڑھ رہا تھا جو کوہ امپونڈوانہ کی بلند ترین چوٹی تک جاتی ہے۔

سوزانے اور سی ہامبا کے اندازے کے مطابق زنٹی کو فارم تک پہنچنے اور پھر واپس آنے میں چھ مہینے لگ سکتے تھے۔ چنانچہ جب اس کی روانگی کو چھ مہینے گزر گئے تو پھر سوزانے روز اس کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

امپونڈوانہ کے اس ناقابل تسخیر قدرتی قلعہ کے کنارے پر ایک بہت اونچی چٹان کھڑی تھی جس کی چوٹی کو ہواؤں اور بارشوں نے صدیوں تک گھسنے کے بعد کرسی کی شکل کا بنا دیا تھا۔ اس قدرتی اور چٹانی کرسی تک چڑھنا ہی اول تو بہت مشکل تھا اور پھر اس میں بیٹھنا تو اور بھی خطرناک تھا کہ اس پر بیٹھنے والے کو چکر آ جاتے کیونکہ اس کے عین نیچے پانچ فٹ کا گھراؤ تھا لیکن اس چٹانی کرسی پر سے جنوب کا پورا میدان درہ نظر آتا تھا جہاں کسی جگہ چھپ کر سوراٹ پیٹ نے سوزانے سے باتیں کی تھیں اور اسے دھمکیاں دی تھیں اب سوزانے کو بچانے کے لئے کمک آتی تھی تو اسی میدان اور اسی درے سے گزر کر آتی۔ کم از کم سوزانے کا تو یہی خیال تھا چنانچہ ہر روز وہ چکرا دینے والے چٹانی کرسی میں جا بیٹھتی اور اس کمک کا انتظار کیا کرتی تھی جو کہ آج آتی تھی اور نہ کل۔ اور اس بلند ترین چٹانی کی کرسی میں بیٹھی ہوئی سوزانے عجیب دکھائی دیتی تھی۔ کیونکہ وہ جو لباس یہاں پہن کر آئی تھی وہ ایک مدت ہوئی پھٹ چکا تھا اور اب وہ خوب صورت کھالوں کے لباس میں ملبوس رہنے لگی تھی، اس کے پیروں میں جوتوں کے بجائے اب پیر تلے تھے اور وہ ہمیشہ کھلے رہتے تھے جو ہوا میں اڑا کرتے تھے۔

آخر کار ایک دن اس نے ایک تنہا شخص کو لنگڑاتے ہوئے میدان میں سے گزر کر درے کی طرف آتے دیکھا وسیع و عریض میدان میں یہ شخص ایک سیاہ داغ کی طرح معلوم ہو رہا تھا سوزانے نے فوراً اپنی بلند کرسی پر سے اتر کر سی ہامبا کے پاس پہنچی۔

"ابابیل!" سی ہامبا نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "تم کوئی خبر لے کر آئی ہو کیونکہ میں اسے تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہی ہوں۔ کہو کیا خبر ہے؟"

"زنٹی واپس آ گیا" سوزانے نے جواب دیا۔ "میں نے اسے دور سے آتے دیکھا ہے۔

سی ہامبا مسکرائی اول تو یقین کر چکی تھی کہ زنٹی کہیں راستے میں مر مرا گیا اور دوم یہ کہ اس کے خیال میں سوزانے اتنی دور سے اسے پہچان نہ سکتی تھی۔ لیکن جب دو گھنٹے بعد زنٹی بستی میں داخل ہوا تو سی ہامبا کے منہ سے حیرت اور خوشی کی چیخ نکل گئی۔

کچھ ہی دیر بعد زنٹی سوزانے کی جھونپڑی میں اور اس کے سامنے بیٹھا اپنی سرگذشت بیان کر رہا

تھا۔اس کی یہ داستان بڑی طویل تھی کیونکہ وہ اسے شروع سے یعنی دو برس پہلے کے اس دن سے بیان کر رہا تھا جب وہ کوہ امپونڈولانہ سے روانہ ہوا تھا۔

"خبر۔خبر۔کیا خبر لائے ہو۔"سوزانے نے بے تابی سے کہا۔

"بتا رہا ہوں۔"زنٹی نے جواب دیا۔

"بے وقوف۔"سی ہامبانے کہا۔"پہلے یہ بتاؤ کہ تم باس کانزی اور باس بوئمار سے ملے یا نہیں؟"

"افسوس ان سے نہیں مل سکا کیونکہ وہ لوگ جا چکے ہیں۔"

"جا چکے ہیں۔؟وہ زندہ ہیں کہ......"

"ہاں۔ہاں۔زندہ ہیں اور اچھے بھی ہیں لیکن اس علاقے کے تمام بوئیر کسی طرف ہجرت کر گئے ہیں اس کے علاوہ وہ لوگ ابابیل کو مردہ یقین کر چکے ہیں۔"

"یہ بڑی تلخ خبر ہے اس کے باوجود اس میں تھوڑی سی شیرینی ہے۔"سوزانے نے کہا۔"کیونکہ میرا شوہر زندہ ہے۔"

اور پھر زنٹی نے اپنی داستان بیان کی اور سوزانے خاموشی سے سنتی رہی اور جب وہ خاموش ہوا تو سوزانے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی خوب خوب تعریف کی۔

اور اس دن کے بعد سے سوزانے کا دل بجھ گیا۔اس میں زنٹی کا گھٹاٹوپ اندھیرا اتر آیا۔رالف افریقہ کے جنگلوں میں کہیں غائب ہو گیا تھا اور ہم،اس کے والدین بھی کہیں غائب ہو گئے تھے اور سوزانے ایک پہاڑ پر اور کافروں کے درمیان اکیلی رہ گئی تھی اور پہاڑ کے دامن میں اس کا سخت ترین دشمن منڈلا رہا تھا کہ موقع ملتے ہی سوزانے کو دبوچ لے کبھی کسی لڑکی نے ایسی تنہائی اور ایسی مایوسی اور ایسی ناامیدی محسوس نہ کی ہو گی اور اگر سی ہامبا کی دوستی بھی نہ ہوتی تو سوزانے یقیناً مر جاتی۔

ادھر سوراٹ پیٹ دن بہ دن زیادہ سے زیادہ نڈر بنتا جا رہا تھا اور اب وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ پہاڑی ڈھلانوں پر نمودار ہوتا۔امپونڈولانہ اور مویشیوں کو پکڑتا اور یہ جا وہ جا۔یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن ایک دن پو پھٹنے سے پہلے اس نے اس درے پر حملہ بول دیا جو پہاڑ آنے کا تنہا راستہ تھا۔یہ کام اس نے ایسی مہارت اور خاموشی سے کیا کہ جب تک اس کی بے ترتیب فوج نصف راستہ طے نہ کر گئی امپونڈولانہ سپاہیوں کو پتہ بھی نہ چلا۔

سپاہیوں نے انہیں دیکھا تو قرنے پھونک دیئے اور امپونڈولانہ اور سوراٹ پیٹ کے آدمیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اور اگر ایک اتفاقی بات نہ ہو گئی ہوتی تو خدا جانے اس جنگ کا کیا انجام ہوتا کیونکہ سوراٹ پیٹ کے آدمی جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور پھر امپونڈولانہ پر جویوں بھی بہادر سپاہی نہ تھے اچانک حملہ کیا گیا تھا۔

قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ جب یہ لوگ شمال کی طرف روانہ ہوئے تھے تو زنٹی نے رالف کی بندوق اپنے ساتھ لے لی تھی اور یہ بندوق اور تھوڑی سی بارود اور گولیوں کے ساتھ اب بھی اس کے

پاس ہی تھی اس خوف سے کہ کہیں کوئی یہ بندوق چرا نہ لے زنٹی اسے اپنے ساتھ فارم تک سفر میں نہ لے گیا تھا۔ اب سوراٹ پیٹ اور امپونڈوانہ کے درمیان جنگ کا شور سن کر زنٹی بندوق اٹھا کر دوڑ گیا اور حملہ آوروں پر گولی چلادی جو امپونڈوانہ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے درے میں آگے بڑھ رہے تھے۔ بندوق میں چھرے بھرے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے ایک چھرا خود سوراٹ پیٹ کے لگا چھرا اس کی ران میں لگا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گر گیا اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ ان کا سردار بری طرح سے زخمی ہو گیا ہے چنانچہ وہ پلٹ کر فرار ہو گئے۔ سوراٹ پیٹ انہیں واپس بلانے اور انہیں گالیاں دینے لگا لیکن وہ نہ رکے سی ہامبا نے اپنے آدمیوں سے ان کے تعاقب کرنے کے لئے کہا لیکن وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ سوراٹ پیٹ سے جنگ کرتے ڈرتے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ امپونڈوانہ ان آئے دن کی جھڑپوں سے اب اکتا چکے تھے جس کا شکار وہ بے قصور ہی بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ اب وہ پوچھ رہے تھے کہ وہ خوش قسمتی کہاں ہے جس کا وعدہ ابابیل نے کیا تھا۔ اگر وہ سوزانے کو پسند نہ کرتے ہوتے اگر انہیں اس سے انسیت نہ ہو گئی ہوتی اور اگر انہیں سی ہامبا کی ہوشیاری پر بھروسہ نہ ہوتا اور اگر سی ہامبا اتنی اچھی سردارن نہ ثابت ہوتی تو امپونڈوانہ لوگ سوزانے کو یقیناً اپنے یہاں سے نکال دیتے۔

خیر تو درے کی اس جنگ کے دوسرے دن سی ہامبا نے سنا کہ سوراٹ پیٹ سخت بیمار تھا کیونکہ اس کے زخم سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ چنانچہ سی ہامبا نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اب وقت ہے کہ وہ سوراٹ پیٹ پر جوابی حملہ کر دیں۔ لیکن وہ لوگ تیار نہ ہوئے چنانچہ یہ مجلس مشاورت ختم ہو گئی لیکن مجلس کے ختم ہوتے وقت سی ہامبا نے انہیں برا بھلا کہا اور کہا کہ چونکہ وہ لوگ بزدل ہیں اس لئے ان کا انجام بھی بزدلوں کا سا ہی ہو گا۔ امپونڈوانہ جانتے تھے کہ ان کی سردارن کی پیشن گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں اس لئے وہ اپنے دل میں خوف اور اداسی لئے دربار سے اٹھ گئے۔

بعد میں انہیں اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ سوراٹ پیٹ شاہ زوٹو ڈنگان سے ملنے زولو لینڈ کی طرف گیا ہے۔ سی ہامبا کے خیال میں یہ بڑی منحوس خبر تھی۔ اس کے نزدیک سوراٹ پیٹ کا یہ سفر بے مقصد نہ تھا۔ سی ہامبا نے سمجھ لیا کہ اب نیا خطرہ اور نئی مصیبت آنے والی تھی۔

دو مہینے امن و سکون سے گزر گئے اور پھر ایک صبح وہ چرواہا، جو سوزانے اور سی ہامبا کے مویشی چرایا کرتا تھا بھاگتا ہوا آیا اور فوراً سردارن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

"کہو کیا کہتا ہے۔" سی ہامبا نے پوچھا کیونکہ چرواہے کے بشرے پر کے جذبات سے اس نے سمجھ لیا تھا کہ کوئی حیرت انگیز بات ہوئی تھی۔

"سردارن۔" چرواہے نے کہا۔ آج صبح جب میں اس گھاٹی میں پہنچا جہاں تمہارے اور ابابیل کے مویشیوں کا کرال ہے تو ان مویشیوں میں مجھے نئے اور عجیب مویشی نظر آئے جو سو کے قریب ہیں۔ ایسے مویشی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے کیونکہ ان میں کا ایک جانور دودھ کی طرح سفید ہے۔ اتنا سفید

کہ دیکھنے سے اس کا رنگ میلا ہو۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ یہ مویشی ہمارے مویشیوں میں کیسے آ گئے کیونکہ کرال کا دروازہ بند تھا اور کمال ہے کہ آج صبح میں گیا تو اس وقت بھی میں نے دروازہ بند پایا۔"

یہ سنتے ہی سی ہامبا کا دل سرد ہو گیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بے داغ مویشی شاہ زولو ڈنگان کے ریوڑ کے ہی ہو سکتے تھے کیونکہ ڈنگان کے علاوہ کسی اور کے پاس ایسے مویشی نہ تھے اس کے علاوہ اسے یہ بھی یقین تھا کہ یہ مویشی سوراٹ پیٹ چرا کر تا تھا۔ اور اس نے ڈنگان کے مویشی سی ہامبا اور سوزا نے کے مویشیوں میں چھوڑ دیئے تھے تاکہ وہ ڈنگان کا خوفناک غصہ سی ہامبا اور اس قبیلے پر نازل کر دے۔ شاہی مویشیوں کو دوسرے مویشیوں میں ملا کر ڈنگان کی فوجوں کے ذریعہ دوسرے قبائل کو مٹانے کی ترکیب کئی دفعہ آزمائی جا چکی تھی اور بڑی کامیاب ترکیب تھی یہ لیکن اس نے چرواہے سے صرف یہ کہا کہ یہ شاید کسی امیر کے مویشی ہوں گے جو بھٹک کر اس طرف آ گئے ہیں اور یہ کہ وہ تحقیقات کر کے ان کے مالک کا پتہ لگائے گی اور چرواہے کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ سے ہوشیاری سے پہرہ دے۔

اس چرواہے کو رخصت ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے کافر سے ہوئی جو پہاڑ کی دوسری طرف سے آ رہا تھا اس کافر نے اسے بتایا کہ سفید فاموں کا ایک گروہ، جس میں عورتیں اور بچے بھی ہیں کوہ کاتھ عبور کر کے دریائے ٹوگیلا کے کنارے پر پڑاؤ ڈال چکے ہیں۔ سی ہامبا کے لئے یہ عجیب خبر نہ تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مہاجر بوئیر کس طرف گئے تھے۔ بہر حال اس نے اس کا ذکر بھی سوزانے سے نہ کیا کیونکہ اسے خوف تھا کہ سوزانے کے دل میں غلط اور جھوٹی امیدیں سر ہلانے لگیں گی۔ البتہ اس نے زنٹی کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ وہ اس چھوٹے سے درے میں سے جس سے صرف سی ہامبا واقف تھی اور جس کا پتہ اس نے زنٹی کو بتا دیا، گزر کر کوہ کاتھ کے دوسری طرف پہنچ جائے اور پھر دریائے ٹوگیلا کے کنارے کنارے سفر کر کے اس خبر کی تحقیق کرے کہ کیا واقعی سفید فاموں کا کوئی گروہ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ سی ہامبا نے کہا کہ یہ تحقیق کرنے اور جتنی معلومات حاصل کر سکتا ہے اتنی حاصل کرنے کے بعد وہ فوراً آ جائے۔

زنٹی اس سفر کے لئے بھی خوشی سے تیار ہو گیا۔ اول تو اس لئے کہ اس نے بڑی سیلانی طبیعت پائی تھی اور پھر اس پہاڑ پر بیٹھے بیٹھے وہ بری طرح سے بیزار ہو رہا تھا۔

زنٹی روانہ ہو گیا تو سی ہامبا نے دوسرے پیغامبروں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ فوراً زولوں کے بادشاہ ڈنگان کے شاہی کرال کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس سے سی ہامبا کا سلام کہیں اور اس سے دریافت کریں کہ کیا اس کے شاہی مویشیوں میں سے چند مویشی کم تو نہیں ہیں کیونکہ سی ہامبا کے ریوڑ میں چند سفید مویشی آ گئے ہیں حالانکہ خود اسے حیرت ہے کہ یہ مویشی اس کے ریوڑ میں کہاں سے اور کیسے آ گئے۔

یہ پیغامبر بھی روانہ ہو گئے لیکن وہ خوفزدہ تھے اور کانپ رہے تھے کیونکہ اس زمانے میں ڈنگان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ شاہی مویشیوں کی خبر لے کر "شیر زولو" کے دربار

میں جائے۔ بہر حال وہ لوگ ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ ہو گئے اور سی ہامبا اپنے دل میں شک، خوف اور امید لئے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔

سی ہامبا کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اپنی روانگی کے ٹھیک پانچویں دن پیغامبر واپس آ گئے۔ وہ بگولے کی طرح امپونڈوانہ کی بستی میں داخل ہوئے۔ انہوں نے یہ سفر بھاگ کر طے کیا تھا اور یوں بے تحاشہ بھاگے تھے کہ سانس ان کے نتھنوں میں نہ سما رہا تھا اور وہ بول نہ سکتے تھے۔

جب ان کا دم ذرا درست ہوا تو انہوں نے بتایا کہ زولو اپنی، فوج جو تین ہزار سے زائد سپاہیوں پر مشتمل ہے، امپونڈوانہ کو کچل دینے کے لئے بڑھی چلی آ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جب شاہی مویشی سی ہامبا کے مویشیوں میں پائے گئے تھے اس سے بہت دنوں پہلے ڈنگان کو خبر کی گئی تھی کہ اس کے مویشی سی ہامبا نے چروائے ہیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کہ وہ دیواروں کو عبور کر کے یہاں آ سکیں۔

"آنے دو زولوؤں کو اور اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں کہوں گی تو پھر یہ زولو جو اتنی بھاری تعداد میں آ رہے ہیں جب یہاں سے لوٹیں گے اور ڈنگان کے پاس جائیں گے تو بہت کم تعداد میں ہوں گے۔"

چنانچہ امپونڈوانہ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اس لئے نہیں کہ انہیں جنگ پسند تھی بلکہ اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کتنے ہی کیوں نہ گڑگڑائیں ڈنگان کی فوج کے بھالے انہیں نہ بخشیں گے۔

مویشیوں کو چوٹی پر کے کرال میں لے آیا گیا اور ان کے لئے گھاس اور دانے کا ذخیرہ کر لیا گیا۔ وہ درہ، جو پہاڑ کی چوٹی پر آنے کا راستہ تھا، بند کر دیا گیا البتہ اس میں ایک چھوٹا سا راستہ جس میں سے صرف ایک آدمی نکل سکے، کھلا چھوڑ دیا گیا اس دیوار کو اور زیادہ مضبوط کر دیا گیا جو پانی روکنے کے لئے دریا پر بنائی گئی تھی۔ سی ہامبا جانتی تھی کہ یہ ان کی کمزور ترین جگہ تھی کیونکہ یہ دریا بلند، مضبوط اور ناقابل تسخیر چٹانوں کے نیچے سے ہو کر بہتا تھا اور محاصرے کے زمانے میں پیاس بجھانے کے لئے یہی ایک دریا ان کا سہارا تھا۔ بے شک سطح مرتفع کا چشمہ بھی قبیلے کے لئے پانی مہیا کر سکتا تھا اگر اس کا پانی بھی روک لیا جائے لیکن اس کا پانی مویشیوں کے لئے کافی نہ تھا یہی وجہ تھی کہ سی ہامبا مویشیوں کو نیچے ہی چھوڑ دینا چاہتی تھی کہ زولو انہیں اپنے قبضے میں کر لیں اور یہ تو جانتی ہی تھی کہ زولو کبھی پہاڑ پر قبضہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی قبیلے والوں میں سے کسی ایک کا بال بھی بیکا کر سکتے تھے لیکن امپونڈوانہ والے بڑے حریص تھے اور اپنی دولت کو یعنی مویشیوں کو جانے دینا نہ چاہتے تھے حالانکہ یہ فیصلہ کرتے وقت، وہ بھول گئے تھے کہ اگر وہ مارے گئے تو پھر مویشی ان کے کسی کام نہ آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ دریا پر بنائی ہوئی دیوار کی اچھی طرح حفاظت کر سکتے اور اس سے مویشیوں کے لئے پانی لا سکتے ہیں اور یہ کہ اگر محاصرے نے زیادہ طول کھینچا تب بھی پرواہ نہیں۔

سی ہامبا کا خیال تھا سورات پیٹ نے ڈنگان کے مویشی اپنے آدمیوں کے ذریعہ چروائے تھے اور اب ان کی چوری کا الزام اس نے سی ہامبا کے سر تھوپ دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ڈنگان امپونڈوانہ قبیلے کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے بہانہ تلاش کر رہا ہے کیونکہ اس قبیلے سے زولوؤں کا مدت سے جھگڑا چلا آ رہا تھا۔

اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کرلی جائے چنانچہ سی ہامبا نے فوراً اپنے مشیروں کو طلب کیا اور انہیں بتایا کہ زولو فوج انہیں کچل دینے کے لئے بڑھی چلی آ رہی ہے اور ان پر یہ چڑھائی اس لئے کی جا رہی ہے کہ ڈنگان کے سفید مویشی سی ہامبا اور ابابیل کے مویشیوں کے ساتھ کرال میں پائے گئے تھے یہ سنتے ہی مشیر ہاتھ ملنے لگے اور کئی ایک تو رونے لگے کیونکہ زولوؤں کا خوف ان کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا اور زولوؤں کی آمد کا مطلب ان کی اور ان کی بیویوں کی اور ان کی اولاد کی موت تھی زولوؤں سے رحم کی امید رکھنا ہی فضول تھا۔

"اب بھی وقت ہے چنانچہ مناسب ہوگا کہ ہم فرار ہو جائیں" ایک بوڑھے نے کہا جو رو رہا تھا۔

"نہیں وقت نہیں ہے" سی ہامبا نے جواب دیا "کیونکہ صبح فوج یہاں پہنچ جائے گی اور ہم سب کو نیچے میدان میں ہی کاٹ کر رکھ دے گی۔"

"تو پھر ہم کیا کریں؟" مشیروں نے کہا "ہم تو اب مر ہی گئے ہیں سمجھو"

سی ہامبا نے چیخ کر کہا۔ "جنگ کریں گے جس طرح کہ ہمارے باپ دادا نے کی تھی اور ڈنگان کے ان کتوں کو مار بھگائیں گے اگر تم ہمت سے کام لو' ذرا بہادری کا ثبوت دو تو پھر ان کتوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تمہارے پاس پانی کا ذخیرہ ہے غلّے کا ذخیرہ ہے اور تمہارے پاس بھالے بھی ہیں اور زولوؤں کے پر نہیں ہیں کہ وہ پرواز کر کے اور چٹانیں پھلانگ کر اندر آ جائیں تو اس وقت بھی تمہیں اس دیوار کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمہاری جانیں بھی جائیں گی اور مویشی بھی"

ادھر امپونڈوانہ جنگ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اپنے بچاؤ کی تیاریاں کر رہے تھے اور ادھر سوزانے بلند ترین چٹان پر بنی موئی قدرتی کرسی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسے دور غبار اڑتا نظر آیا جس میں بھالوں کے پھل بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے سوزانے اپنی کرسی پر سے اتر آئی اور سی ہامبا کی تلاش میں بھاگ پڑی اس وقت سی ہامبا اپنے مشیروں کے درمیان گھری بیٹھی تھی۔

"کیا بات ہے ابابیل؟" سی ہامبا نے پوچھا اس نے سمجھ لیا تھا کہ بات کیا ہو سکتی ہے۔

سوزانے نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کرنے کے بعد پوچھا۔

"کون ہوگا وہ جو ایسی زبردست فوج لے کر پہاڑ کی طرف آ رہا ہے؟"

"ابابیل!" سی ہامبا نے سنجیدگی سے جواب دیا "یہ زولوؤں کی فوج ہے جسے ڈنگان نے بھیجا ہے ہمیں بتاہ کرنے کے لئے اور اسی فوج کے ساتھ ہمارا پرانا دشمن بل ہیڈ بھی آ رہا ہے"

اور اب سی ہامبا نے اسے بتایا کہ سوراٹ پیٹ نے کس طرح ڈنگان کے مویشی ان کے مویشیوں میں چھوڑ دیئے تھے اور یہ کہ سی ہامبا نے جو پیغام برڈنگان کے کرال کی طرف زولنہ کئے تھے وہ بری خبر لائے تھے۔

سوزانے نے یہ سنا تو اس کا رنگ بکری کے کھال کے اس چغے کی طرح سفید ہو گیا جو وہ پہنے ہوئے تھی۔

"تو یوں کہو کہ آخر کار یہ طویل داستان قریب الختم ہے" وہ بولی۔ "کیونکہ وہ زولوؤں کی قوت سے واقف اچھی طرح تھی اور جانتی تھی ان کے بھالے کسی میں تمیز نہیں کرتے۔" "ہاں" ابابیل اس اپنی کی داستان ختم ہونے والی ہے جو یہاں آ رہی ہے" سی ہامبا نے بڑے فخر اور یقین سے کہا" بشرطیکہ میرے قبیلے والوں نے ہمت نہ ہار دی اور اسی طرح جنگ کی جس طرح کہ ان کے باپ دادا نے کی تھی گھبراؤ نہیں ابابیل وہ جاندار امپونڈ ولنہ کے پہاڑ پر آ ہی نہیں سکتا جس کے پر و بازو نہ ہوں۔"

سی ہامبا کی ان تسلی آمیز باتوں کے باوجود سوزانے خوفزدہ تھی کیونکہ جانتی تھی کہ سی ہامبا کے قبیلے کے لوگ ہمت ہار بیٹھے تھے اور یہ بھی جانتی تھی کہ زولو فوج پسپا ہونا جانتی ہی نہیں چنانچہ وہ یا تو بہر طور پر پہاڑ کو تسخیر کرے گی یا اس وقت تک یہ فوج جنگ کرتی رہے گی جب تک کہ اس کا آخری سپاہی بھی مارا نہیں جاتا۔

امپونڈ ولنہ پہاڑ پر اک عام ہلچل مچی ہوئی تھی قرنے پھونکے گئے اور عورتیں رونے پیٹنے لگیں امپونڈ ولنہ کے فوجی افسروں نے احکامات جاری کئے اور سپاہی اور عام لوگ بھی بڑے بڑے پتھر لا کر چوٹی کے کنارے پر رکھنے لگے کہ بہ وقت ضرورت انہیں دشمنوں پر لڑھکایا جا سکے اور چرواہے اور رکھوالے مویشیوں کے ریوڑ اندرونی کرال میں ہنکا لائے۔

زولو اپنی تیزی سے کوچ کرتی ہوئی قریب آ گئی اور امپونڈ ولنہ والوں نے دیکھا کہ اپنی چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی اور دور رجمنٹوں میں بٹی ہوئی تھی ایک میل دور اپنی رک گئی اور اس نے دو زبردست بازوؤں کی طرح پھیل کر پہاڑ کو محاصرے میں لے لیا اور یوں ایک پتلا سا دائرہ چوٹی کے قریب آتا جا رہا تھا جو موٹا بنتا جا رہا تھا کیونکہ جگہ کی تنگی کے باعث سپاہی ہٹ کر ایک دوسرے کے قریب آتے جا رہے تھے لیکن اب کہیں کہیں اس دائرے میں رخنے تھے ضرور۔

کچھ ہی دیر بعد امپونڈ ولنہ نے دیکھا کہ ان میں کے ایک رخنے میں سے ایک شخص بجلی کی سی تیزی سے نکلا اور اتنی تیزی سے ڈھلان چڑھنے لگا زولو سپاہی اسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن یہ زولوؤں سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا اس کے علاوہ وہ راستے سے بھی واقف تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ زولو اسے آ لیتے' وہ پتھر کی اس دیوار کے قریب پہنچ چکا تھا جو دریا کا پانی روکنے کے لئے بنائی گئی تھی وہاں کھڑے ہوئے امپونڈ ولنہ نے اسے دیوار پر کھینچ لیا۔

یہ آنے والا چوٹی پر آیا تو پتہ چلا کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ زنٹی تھا جو چونکہ اہم خبر لے کر آیا تھا اس

لئے اپنی جان کی پروانہ کر کے زولو فوج کے درمیان سے نکل کر آ گیا تھا سی ہامابا نے اس سے کہا کہ وہ جو خبر لایا ہے اسے مختصراً بیان کر دے کیونکہ لمبی داستان سننے کے لئے اس کے پاس وقت نہ تھا۔

"میں مختصراً لفظوں میں ہی کہوں گا۔" زنٹی نے جواب دیا' سردار ن جیسا تم نے کہا تھا اسی طرح سے اور جو راستہ تم نے بتایا تھا اسی راستے سے میں نے پہاڑ عبور کیا پیدل یا گھوڑوں پر سفر کرتے ہوئے لوگوں کے لئے تو یہ راستہ بے حد اچھا ہے لیکن چھکڑے اس راستے پر نہیں چل سکتے دوسری طرف کے میدان میں پہنچنے کے بعد دریا کے کنارے کنارے چل پڑا یہاں تک کہ مجھے دفعتاً تیس چھکڑے نظر آ گئے جو ایک چھوٹے سے میدان میں اور لاگر کی صورت میں کھڑے ہوئے تھے اور ان چھکڑوں میں بوئیر تھے اور ان کی بیویاں بھی تھیں اور بچے بھی تھے میں آگے بڑھا کہ ان لوگوں سے باتیں کروں لیکن ایک نوجوان بوئیر نے میری طرف گولی چلا دی چنانچہ مجھے اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ چھپ کر رہوں لیکن جب رات کا اندھیرا اتر آیا تو میں ایک چھکڑا ہانکنے والے سے ملا یہ کافر تھا اور لاگر سے کچھ دور اس کھڈ کے قریب بیٹھا ہوا تھا جو شکار پھانسنے کے لئے کھودا گیا تھا میں اس سے باتوں میں جت گیا معلوم ہوا کہ یہ ان بوئیروں کا گروہ تھا جو کہ ہجرت کر کے آ رہا تھا اور یہ کہ وہ ناٹال پر قبضہ جمانے والے تھے اس نے یہ بھی بتایا کہ ایسے ہی اور بہت سے گروہ افریقہ کے اس حصے میں کھڑے ہوئے تھے اور سفر کر رہے تھے اس نے بتایا کہ اس گروہ میں پچیس آدمی اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھے لیکن افسوس ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا نام بھی نہ جانتا تھا اس نے کہا کہ وہ فرار ہونے کا موقع تلاش کر رہا تھا کیونکہ اس نے سنا تھا کہ ڈنگان ان پر حملہ کرنے والا ہے اور اگر ایسا ہوا تو ڈنگان یقیناً ان لوگوں کو کھا لے گا کیونکہ یہ بوئیر اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر بے پروا بن گئے تھے اور نہ تو مضبوط لاگر بنائے تھے اور نہ ہی سنتری بٹھائے تھے یہ معلوم کرنے کے بعد میں تمہیں رپورٹ سنانے کے لئے تیزی سے روانہ ہو گیا لیکن اس کے باوجود مجھے یہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی کیونکہ جب میں زولوؤں کی صفوں میں سے گزر رہا تھا تو انہوں نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی اور جب میں ان کی صفوں میں بھاگ کر گزر رہا تھا تو میں نے بل ہیڈ کو دیکھا وہ ایک بھورے رنگ کے گھوڑے پر سوار اور تندرست تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زخم پوری طرح سے مندمل ہو گئے ہیں۔"

اور اس سے پہلے کہ سوزانے کچھ کہتی سی ہامابا نے پوچھا۔

"بوئیروں کا لاگر یہاں سے کتنی دور ہے!"

"سردار ن! اگر آدمی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو تو سات گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتا ہے اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ راستہ بھول جائے میدان عبور کرنے کے بعد ایک دندانے دار چٹان آتی ہے جس میں ایک شگاف ہے بس اس شگاف میں گھس جاؤ اور اوپر پہنچ کر درے میں چلتے رہو اور تم دوسری طرف دریا کے کنارے پر نکل آؤ گے پھر دریا کے کنارے کنارے چلتے رہو جس طرح کہ میں چلتا رہا تھا اور اگر تمہیں وہاں جلدی پہنچنا ہے تو پھر اس بڑے ٹیلے کا رخ کرو جس کی چوٹی سفید ہے اور جسے پہاڑوں پر سے

دیکھا جاسکتا ہے اور جب تم اس ٹیلے پر چڑھو گے اس کے قدموں میں تمہیں بوئیروں کا ٹھکانہ نظر آئے گا۔"

"تو پھر چلو خدا کے لئے جلدی چلو۔" سوزانے نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ابابیل!" سی ہامبانے اداسی سے کہا "ایک گھنٹے پہلے ہم بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ تم اپنے شامیل پر سوار ہو کر بوئیروں کی لاگر کی طرف روانہ ہو سکتی تھیں لیکن اب دیکھو" اس نے زولوؤں کی طرف اشارہ کیا جو دریا کے کناروں پر، جہاں سے راستہ اوپر آتا تھا بھڑوں کی طرح جمع ہو رہے تھے"

"دیکھو" سی ہامبانے کہا "اس قلعہ کوہ کا بس یہی ایک راستہ ہے اور دوسرے کسی بھی طرف سے کوئی بھی انسان نیچے نہیں اتر سکتا کیونکہ ہر طرف چٹانیں عمودی ہیں ہاں رستے سے لٹک کر اترنا بھی ممکن ہے اور جو ایک راستہ ہے وہ زولوؤں نے روک رکھا ہے اور پھر بل ہیڈ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تمہیں پکڑ لے گا"

سوزانے نے زولوؤں کی طرف دیکھا اور کراہ کر بولی۔

"ہائے اب وقت گزر گیا ہائے میرا خدا ہی مجھے بھول گیا ہے۔"

اور وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

"ایسا نہ کہو ابابیل" سی ہامبانے کہا" مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں بچائے گا جس کی تم عبادت کرتی ہو۔"

ابھی یہ الفاظ سی ہامبانے کہے ہی تھے کہ ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ زولوؤں نے اپنے سفیر بھیجے ہیں جو سی ہامبا سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

"چلو میں آ رہی ہوں" سی ہامبانے کہا۔

اور وہ اسی وقت اٹھ کر چل دی بستی سے باہر آئی اور جھک کر ان سوراخوں میں سے گزرنے لگی جو دریا میں بنائے ہوئے بندھ میں آمدورفت کے لئے چھوڑے گئے تھے اس نے سوزانے کو اپنے ساتھ آنے کی اجازت نہ دی حالانکہ وہ اصرار کرتی رہی۔

بیرونی دیوار کے قریب پہنچ کر وہ اس پر چڑھ گئی اور اب وہ اس کی چوٹی پر کھڑی ہوئی تھی اور سی ہامبادہ عورت تھی جو خوف کے نام سے واقف نہ تھی اور اس نے دیکھا کہ دیوار سے کوئی چالیس قدم دور تین دیو ہیکل زولو کھڑے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ وہ شخص بھی تھا جس سے سی ہامبا اتنا ڈرتی تھی کہ زولوؤں کی کل فوج بھی اسے اتنا خوفزدہ نہ کر سکتی تھی اور یہ تھا سورات پیٹ۔ زولو افسروں نے سی ہامبا کو دیوار پر دیکھا تو وہ اس کا مذاق اڑانے اور فقرے چست کرنے لگے اور انہوں نے کہا کہ یہ واقعی سی ہامبانگ یانگا ہے یا امپونڈوانہ نے ان سے گفتگو کرنے کے لئے ایک بندریا کو بھیج دیا ہے۔

"میں سی ہامبا ہوں" اس نے جواب دیا "یا بندریا ہوں جو جی چاہے سو کہو البتہ تمہارے ساتھ جو سفید فام ہے اس سے پوچھو تو وہ بتادے گا کہ میں کون ہوں۔"

"میں بتاتا ہوں" سوراٹ پیٹ نے کہا۔ "تم چڑیل اور چور ہو اور میں نے برسوں پہلے کہا تھا کہ تم پر موت نازل کر دوں گا اور دیکھو میں وہ موت لے آیا ہوں۔"

"خونی بدمعاش" سی ہامبا نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "موت تو میں تیرے پیچھے کھڑی دیکھ رہی ہوں لیکن میں تجھ جیسے دوغلی نسل کے ذلیل کتے سے نہیں بلکہ ان زولوؤں سے گفتگو کرنے آئی ہوں۔ کہو اے افسرو کہ تم ایسی زبردست فوج کے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو۔؟"

اس عظیم ہاتھی نے جس کے پیروں کی دھمک سے زمین لرزتی ہے اور جو ہمارا آقا ہے اور جس کا نام ڈنگان ہے ہمیں بھیجا ہے" افسروں کے ترجمان نے کہا۔

"کیوں بھیجا ہے؟۔"

"تمہارے مویشیوں پر قبضہ کرنے، تمہارے کرالوں کو جلا کر خاک کرنے اور تمہارے قبیلے کے ایک ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے البتہ ہم ان لڑکیوں کو ختم نہ کریں گے جو شادی کے قابل ہوں گی اور ان بچوں کو بھی قتل نہ کریں گے جو سفر کر سکتے ہوں گے ان لڑکیوں اور ان بچوں کو مویشیوں کے ساتھ عظیم ہاتھی ڈنگان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا کہ وہ جیسا چاہے تمہارے ساتھ سلوک کرے کیونکہ بل ہیڈ اور ڈنگان کے درمیان یہی طے پایا ہے۔"

"اور یہ فوج کشی کیوں کی گئی ہے ہم پر حالانکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔؟"

"چھوٹی عورت! تم بادشاہ کے کرال سے خاص شاہی مویشی چرا لائی ہو اور ان مویشیوں کو تمہارے مویشیوں میں دیکھا گیا ہے۔"

"یہ سچ ہے کہ بادشاہ کے مویشی یہاں ہیں" سی ہامبا نے کہا۔ "لیکن یہ سچ نہیں ہے کہ ہم نے انہیں چرایا ہے انہیں بل ہیڈ نے چرایا ہے اور بل ہیڈ نے ہمارے مویشیوں میں چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ ڈنگان کی فوج ہم پر چڑھا لائے۔"

"بادشاہ کے کانوں کے لئے یہ بیحد مناسب اور موزوں بات ہے" افسر نے ہنس کر کہا خود بل ہیڈ نے بادشاہ کو ان کے مویشیوں کے متعلق بتایا تھا کہ وہ کہاں ہیں لیکن چھوڑو اس ذکر کو بادشاہ ڈنگان رحم دل ہے چنانچہ میری زبانی وہ ایک شرط پیش کر رہا ہے اگر تم نے بادشاہ کے مویشی لوٹا دیئے اور جرمانے کے طور پر اپنے سارے مویشی ہمارے حوالے کر دیئے اور ان کے ساتھ اپنے سارے مشیروں اور قبیلے کے کل بزرگوں کو بھی قتل کر دینے کے لئے ہمارے سپرد کر دیا تو بادشاہ بقیہ لوگوں کو بخش دے گا لیکن قبیلے کے سارے جوان لڑکے اور جوان لڑکیاں میرے ساتھ آئیں گی کہ میں انہیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا البتہ شادی شدہ عورتیں اور بچے جس طرف چاہیں نکل جائیں ممکن ہے بل ہیڈ تمہارے اور سفید فام ابابیل کے ساتھ ان عورتوں اور بچوں کو بھی رکھ لے اب کہو چھوٹی سردارن کیا کہتی ہو؟۔"

"سنو افسر ہمیں ڈنگان کی اس رحم دلی کی ضرورت نہیں ہے اس سے تو اچھا ہے کہ ہم سب ایک

ساتھ رہیں اور مر جائیں لیکن ایک بات سن لو ڈنگان کے افسر و کہ اس سے پہلے کہ تم ہمارے مویشی اور لڑکیوں اور جوانوں کو ڈنگان کے پاس لے جاؤ اس پہاڑ کی ڈھلانیں تمہاری ہڈیوں سے سفید نظر آئیں گی ہاں ڈھلان پر زولوؤں کے پنجر بکھرے پڑے ہوں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی سر دارن ہم زولوافسروں نے ایسے تکبر کے الفاظ پہلے بھی سنے ہیں لیکن کہو سر دارن اب کہاں ہیں وہ لوگ، گدھوں لومڑیوں اور لکڑ بھگوں نے جن کی لاشوں کو کھالیا ہے"

جب سی ہاماباڈنگان کے افسروں سے گفتگو ختم کر چکی تو اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا اس کے باوجود امپونڈوانہ نے سوچا کہ زولو فوراً ہی حملہ کر دیں گے لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ زولوؤں نے چیخ کر کہا کہ امپونڈوانہ آج رات آرام کر لیں اور یہ کہ وہ کل حملہ کریں گے تاکہ دن کی روشنی میں مال غنیمت سمیٹ اور تقسیم کر سکیں۔

اور دوسرے دن صبح حملہ آور زولوؤں نے سوراٹ پیٹ کے آدمیوں کو اپنے آگے رکھا۔ یہ لوگ آگے رہنے کے لئے بلکہ اسی جنگ میں حصہ لینے کے لئے بھی تیار نہ تھے لیکن کیا کرتے مجبور تھے اور چونکہ نہ ان لوگوں کی بزدلی سے واقف تھے اسی لئے وہ ان کا مذاق اڑانا چاہتے تھے اور اس طرح زولو حملہ آور ہوئے ایک سیلاب بے پناہ کی طرح وہ دیوار سے ٹکرائے بہت سے مارے گئے اور بہت سے پیچھے ہٹ گئے اس کے باوجود امپونڈوانہ ہنس کر اور نعرے لگا لگا کر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں بھالے مارتے مارتے امپونڈوانہ کے بازو شل ہو گئے اس کے باوجود وہ سی ہاماباکی زیر نگرانی جنگ کرتے رہے کیونکہ وہ اپنی سر دارن کی تلخ باتوں اور زہریلی سرزنش سے ڈرتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ قدرتی اور چٹانی قلعہ واقعی ناقابل تسخیر تھا خصوصاً اس فوج کے لئے جو صرف بھالوں سے مسلح ہوا اور اگر اس کا بچاؤ زولو کر رہے ہوتے تو یہ پہاڑ کبھی فتح نہ ہوتا۔

ایک گھنٹے تک جنگ اسی طرح جاری رہی اور تب زولوافسروں نے اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹایا اور خود سوراٹ پیٹ سے مشورہ کرنے لگے کیونکہ بہت سے زولو سپاہی مارے گئے تھے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اس طرح دریا پر کبھی قبضہ نہ کر سکیں گے چنانچہ کوئی دوسری تجویز سوچی جائے اور یہ تجویز سوراٹ پیٹ کو سوجھ گئی۔

دریا پہاڑ کے پہلو سے نکل رہا تھا لیکن ایک چشمے کی صورت میں نہیں بلکہ ایک پر شور چادر آب کی صورت میں یہاں دریا اتنا گہرا اور اس کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ امپونڈانہ اپنی بچاؤ دیوار میں اس کے کنارے پر ہی بنا سکتے تھے کیونکہ پانی ایک تنگ گہری گھاٹی میں سے گذر رہا تھا اور بہت سے درختوں سے تنوں کو آپس میں کاٹ کر پشتہ بنایا گیا جو دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلا گیا تھا اس دریا کے

عین بیچ میں ایک لمبی چٹان تھی جس پر پانی اچھل اچھل کر کف اچھال رہا تھا اور اس پر سے گذر رہا تھا لیکن جہاں پانی تین فٹ سے زیادہ گہرا نہ تھا یہ چٹان آخری دیوار کے ذرا دوسری طرف سے شروع ہوتی تھی اور پہلوئے دیوار کے کوئی پچیس فٹ قریب تک چلی گئی تھی سوراٹ پیٹ نے یہ چٹان پہلے ہی سے دیکھ رکھی تھی۔

"دیکھو وہ ہے وہ زمین جس پر سوار ہو کر تم فتح کی منزل تک پہنچ سکتے ہو" سوراٹ پیٹ نے اس چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ کیسے بل ہیڈ۔؟" سپہ سالا نے پوچھا۔

"وہ اس طرح کہ وہ سامنے جو درخت اُگے ہوئے ہیں انہیں کاٹ دو اور ان کے ذریعے کنارے سے چٹان تک ایک پل بناؤ پھر اس چٹان پر پہنچ کر اس پر چل پڑو.......... وہ پانی بس کمر تک گہرا ہے یہاں تک کہ تم تیسری دیوار اور اندرونی کنارے تک پہنچ جاؤ گے"

حالانکہ سپہ سالار بہادر آدمی تھا.......... اور اس زمانے میں ہر زولو بہادر ہی ہوا کرتا تھا.......... ہم اس نے مشکوک نظروں سے شور مچاتے اور کف اڑاتے ہوئے پانی کی طرف دیکھا۔

"بل ہیڈ! اس پانی میں موت ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں چند آدمیوں کے لئے موت ہے لیکن بقیہ کے لئے فتح ہے۔" سوراٹ پیٹ نے جواب دیا۔ "لیکن اگر تم موت سے ڈرتے ہو تو واپس جاؤ اور ڈنگان کے سامنے اس کا اقرار کر لو تم جانو پہاڑ نا قابل تسخیر ہے اور اسے فتح کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے امپونڈولنہ کو پیاسا مار کر ہی اس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔"

"سفید فام! میں نہ موت سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی اور چیز سے" زولو سپہ سالار نے کہا۔ "لیکن اگر تم واقعی بہادر ہو تو ہمیں یہ راستہ کیوں بتاتے ہو؟ تم خود کیوں نہیں جاتے؟۔"

سوراٹ پیٹ نے شانے اچکائے۔

"چند وجوہات کی بناء پر میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ میں ڈنگان کا سپاہی نہیں ہوں۔ اس نے جواب دیا۔

چنانچہ سپہ سالار نے ان زولوؤں کو جن کے پاس جنگی کلہاڑے تھے تین سب سے بلند درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا ان زولوؤں کے کلہاڑے ہلکے تھے۔

بہر حال جب درخت کٹ گئے تو وہ انہیں لڑھکا کر اس جگہ لے آئے جہاں سے وہ زیر آب چٹان شروع ہوتی تھی سی ہامباز ولوؤں کی یہ کاروائی دیکھ رہی تھی پہلے تو سمجھی کہ زولو دیوار توڑنے کے لئے درخت کاٹ رہے ہیں کہ ان کے تنوں کو ٹکرا ٹکرا کر گرا دیں جب وہ لوگ تنوں کو لڑھکا کر ڈھلان پر لائے تو وہ ان کا ارادہ بھانپ گئی۔

"زولو ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

چنانچہ امپونڈوانہ پہلے دیوار کے پیچھے ہی کھڑے رہے اور وہاں سے ان زولوؤں کی طرف بھالے پھینکتے رہے جو صرف تین قدم دور پل بنا رہے تھے زنٹی ان پر گولیاں چلا رہا تھا اور اس نے کئی ایک زولوؤں کو مار گرایا لیکن دوسرے بہت سے زولوؤں نے آگے بڑھ کر پل بناتے ہوئے زولوؤں اور امپونڈوانہ کے درمیان اپنی ڈھالوں کی روک بنا دی چنانچہ اب امپونڈوانہ کے بھالے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا رہے تھے اور زنٹی کی بندوق کی گولیاں انہیں جو تھوڑا بہت نقصان پہنچا رہی تھیں اس کی انہوں نے کوئی پروا نہ کی۔

کچھ ہی دیر بعد درختوں کے تنوں کا پل بن چکا تھا اب سپہ سالار نے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو اس پل پر سے لے جائے یہاں میں یہ بتا دوں کہ کافر پانی میں ڈوب کر مرنے سے ڈرتے ہیں حالانکہ یہ افسر، جسے سپہ سالار نے حکم دیا تھا بہادر اور نڈر تھا اگر اس کو حکم دیا جاتا تو وہ تن تنہا دیوار گرا دیتا لیکن وہ خوف بھری نظروں سے غصیلے دریا کی طرف دیکھ رہا تھا اور خاموش تھا لیکن سپہ سالار بھی وہ شخص تھا جو شاکا کے ماتحت رہا تھا چنانچہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کو کس طرح سیدھا کیا جاتا ہے جو خوف کا اظہار کرتے اور کسی حکم کی تعمیل کرتے ہچکچاتے ہیں چنانچہ اس نے اپنا بھالا بلند کیا اور چشم زدن میں اس کے بھالے کی نوک اس افسر کی پیٹھ کے دوسری طرف نکلی ہوئی تھی۔

"یہ انجام ہوتا ہے بزدلوں کا۔" سپہ سالار نے چیخ کر کہا۔

اب اس نے سپاہیوں کو آواز دی اور خود ہی تنوں کے پل پر بے دھڑک بھاگتا ہوا زیر آب چٹان پر کود پڑا پانی اس کی کمر تک آیا پانی کا بہاؤ بہت زیادہ تیز تھا اور اگر دوسرے سپاہی پل عبور کر کے اس کے پاس نہ آگئے ہوتے تو یہ زولو سپہ سالار دوسرے ہی لمحہ بہہ گیا ہوتا چٹان پر پہنچنے والوں نے کوشش کر کے اس وقت تک اپنے قدم جمائے رکھے جب تک کہ دوسرے سپاہی وہاں نہ پہنچ گئے جب بہت سے زولو چٹان پر پہنچ گئے تو انہوں نے دوسری قطار بنائی پیچھے والے زولوؤں نے آگے والے کی کمر پکڑ لی پانی کا بہاؤ بہت زیادہ تیز تھا چنانچہ چند زولو اس زنجیر سے ٹوٹ کر گہرے پانی میں جا پڑے اور غرق ہو گئے اس کے باوجود یہ قطار بڑی ہمت اور احتیاط سے آگے بڑھتی رہی، اور اب وہ پہلی دیواروں کے قریب تھے امپونڈوانہ نے ان پر بھالوں کی بوچھاڑ کر دی بہت سے زولو مارے گئے لیکن اگر کوئی زولو مارا جاتا یا زخمی ہو جاتا تو اس کی کمر پیچھے والا چھوڑ کر اسے گہرے پانی میں دھکیل دیتا اور جلدی سے آگے بڑھ کر دوسرے سپاہی کو جو اس کے آگے ہوتا کمر پکڑ لیتا۔

امپونڈوانہ برابر بھالے پھینک رہے تھے لیکن زولوؤں کی یہ لمبی قطار ان کی پروا کئے بغیر سانپ کی طرح آگے رینگتی رہی اور تب افسر نے جسے حیرت ہے کہ اب تک کوئی بھالا نہ لگا تھا سپاہیوں کو حکم دیا فوراً ہی سپاہی گہرے پانی میں کود پڑے اور بدستور ایک دوسرے کی کمر پکڑے اپنے پیروں سے تیرنے لگے اور اس کنارے کی طرف گھوم گئے جو بیس گز دور تھا یہاں چند چٹانیں باہر نکلی ہوئی تھیں ان سپاہیوں نے بڑی کوششوں کے بعد یہ چٹانیں پکڑ لیں۔

اور پھر سوزانے نے جو بلندی پر کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی ایک حیرت انگیز اور عجیب منظر دیکھا اس نے بعد میں مجھے بتایا کہ ایسا منظر نہ تو اس نے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی پھر کبھی جب تک وہ زندہ رہی دیکھ سکی اور جو کچھ اس نے دیکھا وہ کسی کو بھی حیرت زدہ کرنے کے لئے کافی تھا۔

اس نے دیکھا کہ زولوؤں کی وہ زنجیر جو گہرے پانی میں اتر گئی تھی اور پانی کا تیز بہاؤ اسے بہا کر لے جا رہا تھا ایک دم سے یوں جم گئی جیسے ان لوگوں نے لنگر ڈال دیا ہو اور پھر ان لوگوں نے اپنے جسموں سے کنارے چٹان تک ایک پل بنا دیا جی ہاں یہ انسانی جسموں کا ایک پل تھا جس پر سے دوسرے سپاہی بھاگتے ہوئے گذر رہے تھے سپاہی ان لوگوں کے ایک سے دوسرے کے کندھوں پر اور ایک سے دوسرے سروں پر کود رہے تھے اور اس طرح ان زولوں میں سے جنہوں نے پل بنا رکھا تھا کئی ایک غرق ہو گئے لیکن بقیہ نے اپنے پیر اس وقت تک جمائے رکھے تھے جب تک کہ کافی سے زیادہ سپاہی دوسری طرف نہ پہنچ گئے۔

جب امپونڈوانہ نے دیکھا کہ زولو کنارے پر آگئے ہیں تو وہ ان پر حملہ کرنے کے لئے نہ بچے اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو وہ بہت سے زولوؤں کو خاک وخون میں لٹا دیتے اس کے برخلاف وہ سی ہامبا کو اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے اس گھاٹی میں بھاگ پڑے جو پہاڑ کی چپٹی چوٹی تک جاتی تھی انہوں نے بڑے بڑے پتھر پہلے ہی سے تیار رکھے تھے چنانچہ ان پتھروں سے امپونڈوانہ سے گھاٹی کا راستہ بند کر دیا چنانچہ یوں ہوا کہ زولوؤں نے کافی جانی نقصان اٹھانے کے بعد یہ عجیب جنگ جیت لی اور امپونڈوانہ کے پینے کے پانی کا ذخیرہ اپنے قبضے میں کر لیا تو امپونڈوانہ کے لئے پانی بند ہو چکا تھا۔

حالانکہ زولوؤں نے یہ جنگ جیت لی تھی لیکن وہ پہاڑ فتح نہ کر سکے تھے چنانچہ انہوں نے اب ان دیواروں پر حملے شروع کئے جو گھاٹی کو بند کئے ہوئے تھی وہ ان دیواروں کو گرانے یا ان پر چڑھ جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ کوششوں میں کامیاب نہ رہے کیونکہ اوپر سے ان پر بڑے بڑے پتھر لڑھکائے گئے جنہوں نے بہت سے زولوؤں کو کچل کر رکھ دیا اور بہت سے سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے چنانچہ یہ لوگ پسپا ہو کر دریا کے دہانے پر آگئے اس کے بعد زولوؤں نے ہر طرف اور ہر جگہ تلاش کیا لیکن انہیں پہاڑ پر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ملا کیونکہ دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔

چنانچہ وہ انتظار کرنے لگے اور انہوں نے چوٹی کے چاروں طرف اپنے سپاہی متعین کر دیئے کہ شاید نیچے آنے کا کوئی خفیہ راستہ ہو جس سے امپونڈوانہ والے ان پر بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔

جب اموپونڈوانہ چوٹی پر پہنچ گئے تو سی ہامبا نے انہیں سخت سست کہا اور اپنے مشیروں اور افسروں سے ایسے تلخ الفاظ کہے کہ ان میں سے اکثر نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے کہ یہ الفاظ سن نہ سکیں لیکن دوسروں نے جواب دیا کہ وہ ان "بھوتوں" کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"اب بے شک تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے" سی ہامبا نے چیخ کر کہا کیونکہ اب وہ اطمینان سے بیٹھ رہیں گے اور ان کی طرف سے پیاس جنگ کرے گی اور پیاس ان کی بہترین دوست ہے تمہاری بزدلی کی وجہ سے ہم سب مر جائیں گے اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم ابابیل کو ان کے حوالے کر دو گے تو میں بڑی خوشی سے آج ہی مر جاتی۔"

اور پھر اس نے اپنا چہرہ زمین میں چھپالیا اور پھر کچھ نہ بولی اس نے اس وقت بھی کچھ نہ کہا جب اس سے کہا گیا کہ زولوؤں پر بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر انہیں کافی جانی نقصان پہنچایا گیا اور یہ کہ وہ پسپا ہو گئے۔

چوٹی پر کا چھوٹا چشمہ ان ہزاروں آدمیوں کی پیاس بجھاتا رہا جو ڈھلان پر کے کرال خالی کر کے اوپر آگئے تھے لیکن پانی اتنا تھا کہ مویشیوں کو نہ دیا جاسکتا تھا تیسری رات کو مویشی پیاس سے ایسے بیتاب ہوئے کہ وہ کرال توڑ کر بھاگ نکلے اور چشمے میں اتر کر اپنے کھروں سے اسے اس بری طرح روندھ دیا کہ چشمہ پتھروں میں تبدیل ہو گیا اب وہاں پانی نہ تھا اموپونڈوانہ نے چشمے کے کنارے پر اور خود چشمے کے پیندے میں بھی پانی حاصل کرنے کے لئے کھڈ کھودے لیکن ان میں سے بھی زیادہ پانی نہ نکلا کیونکہ ذرا سا کھودنے کے بعد ہی چٹان نکل آتی تھی اور معلوم ایسا ہوتا تھا کہ چشمے کا منبع بھی یا تو بند ہو گیا تھا یا اندر ہی اندر کسی اور طرف پلٹ گیا تھا۔

چھٹا دن طلوع ہوا تو اموپونڈوانہ کا بڑا کرال جہنم کا نمونہ پیش کر رہا تھا جس میں عذاب میں پھنسی ہوئی رُوحیں بھٹک تڑپ اور چیخ رہی تھیں سورج آگ برسا رہا تھا اور اس برستی ہوئی آگ میں مرد عورتیں اور بچے یہاں وہاں پڑے ہوئے تھے وہ پیاس سے نڈھال تھے اور جو نڈھال نہ تھے وہ تڑپ رہے تھے یا دیوانے کتوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور اپنے بال نوچ رہے تھے عورتوں کی چھاتیاں خشک ہو گئیں اور شیر خوار بچے مر گئے لیکن بچوں کی یہ لاشیں اب بھی بے سدھ عورتوں کے سینے پر پڑی ہوئی تھیں اور ان کی بے جان اور سرد ہونٹوں میں اب بھی ماؤں کی خشک چھاتیاں دبی ہوئی تھیں ایک طرف تین مرد ایک بڑھیا کو جھونپڑی میں سے باہر گھسیٹ لائے تھے اور اسے بڑی بے دردی سے پیٹ رہے تھے کہ وہ انہیں پانی کا وہ ذخیرہ بتا دے جو اس نے چھپا رکھا ہے بڑھیا رو رہی تھی ہاتھ جوڑ رہی تھی اور سارے دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہہ رہی تھی کہ اس نے کہیں پانی نہیں چھپایا ہے ادھر چند آدمی ایک

گائے کو ذبح کر رہے تھے کہ اس کا خون پی کر اپنی پیاس بجھائیں اور ایک طرف ایک لڑکی پتھر لڑھکا کر ان کے نیچے لگی ہوئی نمی چاٹ رہی تھی۔

ان دل خراش مناظر کے درمیان جو اس جھونپڑی کے باہر دیکھے جا سکتے تھے سی ہامبا سر جھکائے بیٹھی تھی وہ چونکہ سردارن تھی اسی لئے اس کے پاس اب بھی تھوڑا سا پانی تھا جو ایک تونبی میں بھرا ہوا تھا اس تونبی میں سے اس نے سوزانے کو تو پانی پلایا تھا لیکن خود نہ پیا تھا کیونکہ اس کی رعایا پیاسی تھی دفعتہ سی ہامبا کی نظر اس لڑکی پر پڑی جو پتھروں پر سے نمی چاٹ رہی تھی سی ہامبا کا دل رو اٹھا اس نے جھونپڑی میں جا کر تونبی میں سے تھوڑا سا پانی ایک آبخورے میں انڈیلا اور پھر اس لڑکی کو آواز دی لڑکی لڑکھڑاتی ٹانگوں سے چلتی ہوئی اپنی سردارن کے سامنے آ کھڑی ہوئی سی ہامبا نے اسے آبخورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ تھوڑا تھوڑا پانی پیئے۔

چشم زدن میں لڑکی پیالا خالی کر چکی تھی فوراً ہی اس کی بے نور آنکھوں میں حیات کی چمک آ گئی اور اس کی زبان کھل گئی اور سی ہامبا کو دعائیں دینے لگی اس نے اشارے سے لڑکی کو کہا کہ اب وہ جائے اور خود جھونپڑی میں آ گئی کہ رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے لیکن وہ رو بھی نہ کر سکی کیونکہ اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔

"تین دن اور" وہ دل میں بولی "اور اگر ان تین دنوں میں بارش آ گئی تب تو ٹھیک ہے ورنہ یہ سب کے سب مر جائیں گے ہاں یہ لوگ جو بزدل ہیں اور وہ لوگ بھی جو ان کی بزدلی کا خمیازہ بے قصور ہی بھگت رہے ہیں۔

اور عین اسی وقت سوزانے جھونپڑی میں داخل ہوئی سی ہامبا نے دیکھا کہ وہ کوئی خبر لے کر آئی تھی۔

"کیا بات ہے ابابیل؟" اس نے پوچھا "اور کہاں سے آ رہی ہو تم؟"

میں اس بلند چوٹی پر سے آ رہی ہوں جس کی چٹانی کرسی میں میں بیٹھا کرتی ہوں" سوزانے نے جواب دیا' میں لوگوں کو پیاس سے تڑپتے نہیں دیکھ سکتی" چنانچہ میں دن بھر وہیں بیٹھی رہتی ہوں اور سنو سی ہامبا وہ واپس جا رہے ہیں میں نے انہیں نیچے کے میدان میں سے گذرتے دیکھا ہے۔

سوزانے کے اس انکشاف نے پہلے تو سی ہامبا کو چونکا دیا اور پھر اس کی آنکھوں میں امید کی چمک آ گئی۔

"یہ کوئی فریب ہے" وہ بولی" ہو سکتا ہے آج تک نہ ایسا دیکھا اور نہ سنا کہ زولوؤں نے اپنے ہاتھ میں یا ہوا شکار چھوڑ دیا ہو سپہ سالار اپنی فوج بادشاہ کے حکم کے بغیر یہاں سے ہٹا ہی نہیں سکتا۔"

سی ہامبا اسی وقت اٹھ کر جھونپڑی سے باہر آئی تو اس کی مڈبھیڑ کئی دوسرے آدمیوں سے ہوئی وہی خبر لے کر اور بھاگتے ہوئے آئے تھے۔

"سرارن" ان لوگوں نے جواب دیا" ڈنگان کا حکم آیا اور زولو چلے گئے ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں گئے

ہیں لیکن بل ہیڈ اپنے ان آدمیوں کے ساتھ جو زندہ بچ گئے ہیں راستہ روکے ہوئے ہے۔

"اس سفید فام سے تم نے بات چیت کی۔؟" سی ہامبانے پوچھا۔

"سناؤ کیا کہا تم نے اور کیا جواب دیا اس نے"

اس پر وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جیسے شرمندہ ہوں چند لمحوں بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"سردارن! بل ہیڈ نے ایک شرط پیش کی ہے اور یہ ہیں اس کے الفاظ اے امپونڈولنہ! تم پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہو اور میں جانتا ہوں بے شک زولو چلے گئے ہیں اور میرے ساتھ بہت کم آدمی ہیں اس کے باوجود تم اس گھاٹی میں آ کر نہ تو ہمارا مقابلہ کر سکتے ہو اور نہ ہی باہر نکل سکتے ہو چنانچہ اب مجھے صرف یہ کرنا ہے کہ مزید چند دنوں تک یہاں بیٹھ رہوں یہاں تک کہ تم سب کے سب اور تمہارے مویشی بھی پیاس سے مر جائیں لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مر جاؤ کیونکہ تمہارے ساتھ میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اگر تم مر گئے تو تمہارے ساتھ وہ بھی مر جائے گی۔ چنانچہ میں ایک شرط پیش کرتا ہوں' اپنی سردارن سی ہامبا کو اور اس کے ساتھ ابابیل کو میرے حوالے کر دو میں تم سب کو آزاد کر دوں گا۔

اپنے لوگوں کی یہ شرمناک اور ذلیل باتیں سنیں تو سی ہامبا غصے سے کانپنے لگی اس کا غصہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ چند لمحوں تک تو اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا آخر کار اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

'لعنت ہے تم لوگوں پر بزدلو یہ باتیں میرے سامنے بیان کرنے کی اس کے گنے چنے آدمیوں پر حملہ کر کے دریا پر قبضہ کیوں نہیں کر لیتے۔"

سی ہامبا اس بڑی جھونپڑی میں پہنچی جہاں وہ سوزا نے کے ساتھ سویا کرتی تھی سوزانے ایک اسٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بشرے سے اور پھیلی ہوئی آنکھوں سے انتہائی مایوسی عیاں تھی۔

سی ہامبا قریب آئی اور اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"افسوس ابابیل جو نہ ہونا چاہیے تھا وہ ہو گیا۔" سی ہامبا نے کہا اور پھر اس نے امپونڈولنہ کے ہتھیار ڈال دینے کے متعلق اور ان کے اور سوراٹ پیٹ کے درمیان جو کچھ طے ہوا تھا وہ سب کچھ سوزانے کو بتا دیا۔

سوزانے خاموشی سے سنتی رہی اس کے دل میں غم اور مایوسی اس طرح بھر گئی تھی کہ اب اس میں مزید گنجائش نہیں تھی چنانچہ اس کے بشرے سے اب کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔

جب سی ہامبا خاموش ہوئی تو سوزانے نے کہا۔

"تو قصہ آخر کار ختم ہوا اور یہ سارے مصائب' غموں اور قسمت سے طویل جنگ کا بھی خاتمہ ہے۔ تو یہ انجام ہے۔ یعنی ہماری موت بلکہ میری موت کیونکہ اس سے پہلے کہ سورلٹ پیٹ مجھے اُنگلی بھی لگائے میں مر جاؤں گی اگر کچھ عرصے پہلے ایسا ہوا ہوتا تو میں خوشی سے مر جاتی۔"

اور اس نے سی ہامبا کے شانے پر سر رکھ دیا اور رونے لگی۔

چنانچہ اس کے بعد وہ دونوں کام میں معروف ہو گئیں کیونکہ سورج طلوع ہونے سے پہلے انہیں بہت کچھ کرنا تھا پہلے تو سی ہامبا نے ایک تیز چاقو سے سوزانے کے بال کاٹنے شروع کیئے اس نے اس کے بال چھوٹے کر دیئے چنانچہ وہ بال جواب سوزانے کے سر پر رہ گئے تھے آپ ہی آپ مڑ گئے لیکن سوزانے کے بال ایسے پتلے اور نرم تھے کہ وہ کافر عورتوں کے بالوں کی طرح معلوم ہوتے ہی نہ تھے اسی لئے سی ہامبا نے ان پر چربی کی چکنائی چپڑ دی اور پھر اس پر وہ سبز مٹی لگا دی جو کافر عورتیں لگایا کرتی تھیں بال بن چکے تو سوزانے نے اپنے سارے کپڑے اتار دیئے اور سی ہامبا نے وہ روشنائی جو سوزانے نے بنائی تھی چکنائی اور ایک قسم کی کالی مٹی میں حل کر کے سوزانے کے پورے جسم پر چپڑ دی۔ جب وہ خشک ہو گئی تو سوزانے کے پورے جسم کی رنگت کافر عورتوں کی سی ہو گئی اب سی ہامبا نے اس کی کمر سے لنگوٹ باندھ دیا جیسا کہ کافر عورتیں باندھتی تھیں۔ اس کے شانوں پر کھال نما ایک پرانا کمبل ڈال دیا اور پیروں میں تاروں اور دانوں کے بنے ہوئے پازیب پہنا دیئے اور اس کے بعد وہ کئی منٹوں تک سوزانے کی طرف غور سے دیکھتی رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی اصل رنگت کہیں سے بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے تو وہ سر ہلا کر دروازے کی طرف چلی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" سوزانے نے پوچھا۔

"زنٹی کو بلانے" سی ہامبا نے جواب دیا "کیونکہ ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"نہیں نہیں" سوزانے نے کہا "میں تقریباً برہنہ ہوں اور نہیں چاہتی کہ کوئی مرد مجھے اس حالت میں دیکھے شرم آتی ہے مجھے۔"

"ابابیل! اب تم ایک کافر عورت ہو اور کافر عورتیں اس لباس سے شرمایا نہیں کرتیں اگر تم نے کبھی شرم یا گھبراہٹ کا اظہار کیا تو تم خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دو گی۔"

"ہائے قسمت میں یہ بھی لکھا تھا خیر جو خدا کی مرضی۔" سوزانے نے کہا اور پھر وہ کافروں کی طرح فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی سی ہامبا کی واپسی کا انتظار کرنے لگی جو کچھ ہی دیر بعد زنٹی کو لے کر آ گئی۔

"زنٹی" سی ہامبا نے کہا۔ "اور اب اس کی نظر سوزانے پر پڑی جو چراغ کی روشنی میں فرش پر بیٹھی ہوئی تھی "لیکن یہاں تو ایک اجنبی عورت موجود ہے"

"یہ کوئی اجنبی عورت نہیں ہے زنٹی" سی ہامبا نے کہا۔ "بلکہ وہ ہے جسے تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"نہیں میں اسے نہیں جانتا ایسی عورت کو میں نے پہلے کبھی دیکھا نہیں کیا میں اسے بھول سکتا تھا؟ لیکن...... ایں...... لیکن" اس نے آنکھیں مل کر سوزانے کی طرف دیکھا" یہ نہیں ہو سکتا میری

آنکھیں یقیناً دھوکا دے رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے زنٹی............ تمہاری آنکھیں تمہیں دھوکا نہیں دے رہی ہیں۔ یہ ہماری "ابابیل" ہے۔"

پھر اس نے سوزانے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابابیل! میں کہ تمہارے احسان کا کچھ بدلہ ادا کر رہی ہوں کیونکہ پورا بدلہ تو میں کبھی چکا نہیں سکتی۔ ابابیل! تم نے مجھے وہ محبت دی ہے جو مجھے کسی جگہ سے نہیں ملی دوسروں کے والدین ہیں بھائی ہیں بہنیں ہیں اور شوہر ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی نہیں ہے سوائے تمہارے اور تم میرے لئے سب کچھ ہو ماں بھی باپ بھی اور بہن بھی۔

پھر تم ہی کہو ابابیل کہ میں تمہارے احسان سے کس طرح سبکدوش ہو سکتی ہوں؟

تم نے مجھ سے............ ایک کالی بونی عورت سے محبت کی اور مجھے سکھلایا کہ کہ محبت کس طرح کی جاتی ہے اور ابابیل! محبت کبھی مرتی نہیں ہاں یہ مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اور رہے گی میں کافر عورت ہوں اور اس کے باوجود کبھی کبھی مجھے روشنی نظر آتی ہے دیکھتی ہوں ہاں میں دیکھتی ہوں کہ ہماری یہ زندگی صرف موت کے اندھیرے دروازے تک پہنچا دیتا ہے اور موت کے اس اندھیرے دروازے کے دوسری طرف خوبصورت باغات ہیں"

"پیاری سی ہامبا! تم ایسی باتیں کیوں کہہ رہی ہو؟" سوزانے نے کہا" تو پھر یہ ہماری آخری الوداع ہے؟ کیا تمہارا علم تمہیں بتا رہا ہے کہ ہم پھر کبھی نہ ملیں گے؟"

"یہ میں نہیں جانتی ابابیل۔" سی ہامبا نے جلدی سے کہا۔" اور اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے کبھی فراموش نہ کرو گی اور یہ کہ جب اس دنیا میں تمہارے دن ختم ہوں گے تو پھر کسی دوسری دنیا میں ہماری ملاقات ہو گی یا ممکن ہے کہ تم اس وقت مجھے اپنے قدموں میں کھڑی دیکھو گی جب تم بستر مرگ پر ہو گی۔ نہیں رو نہیں ابابیل بس اب جاؤ کیونکہ وقت آگیا ہے اور اپنے شوہر سے محبت کرو تو یہ یاد کر لینا کہ عورت بھی محبت کر سکتی ہے پھر وہ ایک بونی اور کافر ڈاکٹریس ہی کیوں نہ ہو ابابیل میری بہن خدا حافظ۔"

اور سوزانے کے گلے لگ کر وہ اسے بار بار چومنے لگی اور پھر اس نے سوزانے کو جھونپڑی سے باہر دھکیل دیا اور زنٹی کو بلا کر اس سے کہا کہ اب ابابیل اس کے حوالے ہے وہ اس کی حفاظت کرے اور ایسا ہی کرے جیسا اس سے کہا گیا ہے۔ سی ہامبا نے زنٹی سے کہا کہ اگر اس نے اپنے فرض سے کوتاہی کی تو سی ہامبا بھوت بن کر عمر بھر پریشان کرتی رہے گی۔"

اور اس طرح وچ ڈاکٹریس سی ہامبا اور سوزانے ایک دوسرے سے جدا ہوئیں۔ سی ہامبا نے پورے تین سال تک سوزانے کو اپنے ساتھ محفوظ رکھا اور آخر میں خود اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی جان بچائی۔ سی ہامبا اور سوزانے ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئیں اور اس دنیا میں پھر ان کی

ملاقات نہ ہوئی۔ سی ہاماہا ایک کافر عورت تھی لیکن ہزاروں سفید فاموں سے زیادہ شریف اور بہادر تھی یہ کہانی ختم کرنے سے پہلے خود قارئین میرے اس بیان کی تائید کر دیں گے۔

زنٹی نے سوزانے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کرال کے تنگ راستوں اور گلیوں میں گذرتا ہوا میدان میں لے آیا جو کرال اور نیچے جاتے ہوئے ڈھلانی درے کے درمیان چھٹا ہوا تھا۔

یہاں امپونڈوانہ کی پوری آبادی بھیڑ لگائے کھڑی تھی یہ لوگ ابھی درے میں داخل نہ ہو سکتے تھے کیونکہ وہ صرف دو فٹ چوڑا تھا اور مویشیوں سے بھرا ہوا تھا اور ان مویشیوں میں چند زندہ تھے اور چند مردہ یہ مویشی بھی پانی کی بو پا کر اس طرف ہجوم کر آئے تھے لیکن درے کے دہانے پر بنی ہوئی دیوار نے ان کا راستہ روک دیا تھا چنانچہ چند مویشی وہیں گر کر مر گئے تھے۔

زنٹی اور سوزانے اس بھیڑ میں گھس کر ان میں مل گئے تھے اور زنٹی اپنی کہنیوں سے راستہ بناتا ہوا سوزانے کو بھیڑ کے تقریباً بیچ میں لے آیا کیوں کہ وہ ان بھگوڑوں میں نہ تو سب کے آگے اور نہ ہی سب کے پیچھے رہنا چاہتا تھا حالانکہ سوزانے اب سیاہ فام تھی اس کے باوجود بھی کسی قسم کا خطرہ مول لینا نہ چاہتی تھی۔

اور وہاں پہنچ کر زنٹی اور سوزانے انتظار کرنے لگے اور کسی نے ان کی طرف نہ دیکھا کیونکہ امپونڈوانہ پیاس سے بے تاب اور خود اپنے حالوں پریشان تھے عجب نفسا نفسی کا عالم تھا کہ شوہروں نے اپنی پیاری بیویوں کو چھوڑ دیا اور ماؤں نے اپنے ان بچوں کو چھوڑ دیا تھا جنہیں وہ اٹھا نہ سکتی تھیں تاکہ مویشی انہیں روندیں یا پھر فاتح انہیں بھالوں سے چھید دیں کسی کو کسی کی پروا نہ تھی ان میں سے ہر ایک جلد از جلد دریا پر پہنچ کر اپنی پیاس بجھانا چاہتا تھا۔

اور اب افق مشرق پر روشنی پھیلنے لگی حالانکہ سورج اب تک طلوع نہ ہوا تھا لیکن روشنی ضرور تھی کہ آدمی اپنے ہاتھ کی پشت پر کی رگیں اور اپنی انگلیوں کے ناخنوں پر سفید چاند دیکھ سکتے تھے صبح ہو گئی تھی چنانچہ سینکڑوں خشک گلوں سے ایک آواز نکلی اور ہزاروں آوازوں نے ایک ساتھ چیخ کر کہا۔

"صبح ہو گئی راستہ کھول دو۔"

لیکن معلوم ایسا ہوتا تھا کہ دیوار اب تک موجود ہے کیونکہ مویشی جہاں تھے وہاں سے ایک انچ آگے نہ بڑھے تھے اور وہ یوں ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے تھے کہ آدمی ان کی پشتوں اور سروں پر چل کر گذر سکتے تھے اور چند بے تاب اور بے صبر امپونڈوانہ نے ایسا کرنے کی کوشش کی بھی لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر کار سورج طلوع ہوا اور اس کی کرنیں مشرقی افق پر ایک آتشی پنکھے کی طرح پھیل گئیں سوزانے نے سر گھما کر پیچھے دیکھا وہ دیکھ رہی تھی کہ سورج کی کرنیں چٹانی کرسی پر جو اس پہاڑ کی بلند ترین چوٹی تھی اتر آئیں۔

اور اس نے دیکھا کہ اس بلند کرسی پر ایک سفید شبیہ بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے قریب جیسے ایک

سیاہ فام بچہ کھڑا ہوا تھا یہ سی ہامبا تھی۔
نیچے سے بہت نیچے سے گہرائیوں میں سے دوسری آنکھیں بھی کرسی پر بیٹھی ہوئی اس سفید شبیہ اوراس کے قریب کھڑی ہوئی سیاہ فام بونی کو دیکھ رہی تھیں اور یہ سوراٹ پیٹ کی آنکھیں تھیں جو سر پیچھے کی طرف جھکائے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ لوگوں کو اس وقت تک جانے نہ دینا چاہتا تھا جب تک کہ اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ سوزانے اور سی ہامبا ان کے ساتھ نہیں جارہی اور اب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دونوں امپونڈ ولنہ کے ساتھ جارہی تھیں سوزانے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور سی ہامبا اس کے قریب کھڑی تھی۔
"دیوار گرادو" سوراٹ پیٹ نے چیخ کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ راستہ جلد از جلد مویشیوں اور انسانوں سے صاف ہو جائے اور پھر وہ خود اوپر اپنی منزل کے پاس پہنچ جائے۔
سوراٹ پیٹ کے آدمی دیوار کے پتھر گرانے لگے ابھی وہ آدمی دیوار ہی اتار سکے تھے کہ پیاس سے باؤلے مویشیوں نے دھکیل کر بقیہ دیوار گرادی اور پانی کی طرف یوں اندھا دھند بھاگے کہ سوراٹ پیٹ کے کئی آدمی ان کے کھروں تلے کچلے گئے۔
"دیوار گر گئی راستہ کھل گیا۔" مویشیوں کی لمبی قطار کو آگے بڑھتے دیکھ کر امپونڈ ولنہ والے چلائے اور پھر وہ بھی دیوانہ وار آگے بڑھے
سوزانے کے قریب ایک جوان عورت تھی جو پیاس کی شدت کی وجہ سے ایسی نڈھال تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی وہ اپنی گود میں ایک سال کی عمر کا لڑکا لئے ہوئے تھی یہ لڑکا زندہ تھا لیکن بے ہوش تھا اور اس کے منہ سے کف کے سرخ بلبلے نکل رہے تھے ایک شخص نے اس عورت کو دھکیل دیا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی سوزانے نے دیکھا کہ عورت کو گرانے والا وہ بوڑھا مشیر تھا جو گذشتہ کل امپونڈ ولنہ کے ہتھیار ڈال دینے کی خبر لے کر سی ہامبا کے پاس آیا تھا۔
عورت نے اٹھنے کی کوشش کی تو دوسرے بھاگتے ہوئے لوگوں نے اسے روند دیا۔
"بہن............ بہن" اس عورت نے کہا اور اس کمبل کا کونہ پکڑ لیا جو سوزانے اوڑھے ہوئے تھی، میں تو مر چکی لیکن ہائے میرے بچے کو بچالو۔"
سوزانے کو اس عورت پر رحم آگیا وہ عورت کی اس التجا کو نہ ٹھکرا سکی جو اس کی طرف ملتجی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی چنانچہ آگے بڑھتے وقت سوزانے نے جھک کر بچے کو عورت کی گود سے گھسیٹ لیا اور اپنے کولھوں پر بٹھالیا اور آگے بڑھ گئی دوسروں پر رحم کیا جائے تو خدا ہم پر رحم کرتا ہے کہ اس بچے کی وجہ سے سوزانے آخر کار اپنے آپ کو بچا سکی بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اس کی وجہ سے وہ بچ گئی اس کے علاوہ یہ بچہ بھی زندہ رہا ہمارا بے حد وفادار خدمت گار ثابت ہوا آج بھی وہ ہماری خدمت کرتا ہے حالانکہ اب اس کی داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ تنگ درے میں انسانوں کا سیلاب گزرنے لگا وہ لڑکھڑا رہے تھے ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے اور پتھروں اور مردہ مویشیوں پر سے گذر رہے تھے اور عورتوں

اور بچوں کو جو گر جاتے تھے کچل رہے تھے اور اس بھیڑ میں دھکے کھاتی ہوئی سوزانے آخر کار درے کے دوسرے دہانے پر پہنچ گئی اور وہاں سوراٹ پیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا اس بھیڑ کو درے سے نکلتے دیکھ رہا تھا۔

"ابابیل!" زنٹی نے سوزانے کے کان میں کہا "اب میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے بل ہیڈ مجھے پہچان لے اگر میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو وادی میں تم سے آملوں گا یا پھر اس دندانے دار چٹان کے قریب پہنچ جاؤں گا اور اگر میں نہ آؤں تو اس بچے کو پھینک دینا اور اس راستے پر چل پڑنا جس کے متعلق میں تمہیں بتا چکا ہوں بس اب بے خوف ہو کر آگے بڑھو............ لیکن ٹھہرو کمبل سینے پر سے کھول دو............ امپونڈولنہ کی عورتیں اپنا سینہ کھلا رکھتی ہیں۔"

سوزانے نے شرم سے اپنا چہرہ تپتا محسوس کیا تاہم اس نے زنٹی کی اس ہدایت پر عمل کیا۔
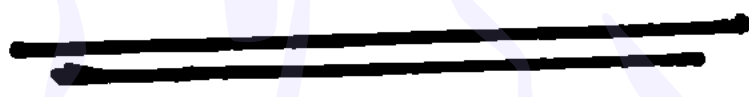
باڑے کی دیوار توڑ کر بھاگے ہوئے جانوروں کی طرح امپونڈوانہ کے لوگ دیوانہ وار آگے بڑھے اور دریا کے کنارے پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑے انہوں نے اپنے سر پانی میں ڈال دیئے اور بے تحاشہ پانی پینے لگے کئی لوگوں نے اتنا پانی پی لیا کہ ان کا معدہ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گئے کئی کو مویشیوں نے روند دیا اور کئی ایک پیچھے آنے والوں کے دھکے کھا کر دریا میں جا پڑے اور تیز دھارا انہیں اپنے ساتھ گھسیٹ لے گیا۔

سوزانے درہ عبور کر چکی تھی کہ عین اس کے دہانے پر بھیڑ نے اسے دھکیل دیا اور سوزانے جس کی گود میں بچہ تھا' سنبھل نہ سکی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی وہاں کھڑے ہوئے سوراٹ پیٹ کے آدمیوں میں سے ایک کو شاید اس پر رحم آ گیا یا شاید راستہ صاف کرنے کی غرض سے اس شخص نے سوزانے کو اٹھا دیا اور بھوکی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ! تم تو بہت خوبصورت ہو۔" اس کی نظریں سوزانے کی عریاں سینے پر پڑ رہی تھیں۔ وہ بولا حیرت ہے کہ امپونڈوانہ میں ایسی حسین عورتیں ہوتی ہیں بہر حال میں تمہیں اپنی بیوی بناؤں گا اگر بل ہیڈ نے مجھے ایک سو تگڑے بیل دیئے تو میں انہیں قبول نہ کر کے تمہیں قبول کر لوں گا" یہ سن کر سوزانے کا خون خشک ہو گیا۔

"پانی پانی" اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے پانی پینے دو میں ہاتھ جوڑتی ہوں" اس نے سوزانے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اب تو سوزانے خوف زدہ ہو گئی چنانچہ وہ چیخنے اور اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی اس کی چیخیں سن کر سوراٹ پیٹ' جو قریب ہی تھا وہاں آ گیا۔

"کیا ہے؟" اس نے اپنے آدمی سے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے بل ہیڈ اس شخص نے جواب دیا۔ "ایک عورت ہاتھ لگی ہے جسے میں اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں کیونکہ بے حد خوبصورت ہے یہ عورت۔"

سوراٹ پیٹ نے سوزانے کی طرف دیکھا لیکن کچھ زیادہ غور سے نہیں کیونکہ اس کا دھیان تو اس میں پھنسا ہوا تھا جو بلند چٹانی کرسی میں بیٹھی ہوئی تھی سوزانے نے سوراٹ کی نگاہیں اپنے جسم پر محسوس کیں اس کا دل خوف سے سرد ہو گیا "واقعی یہ خوبصورت عورت ہے۔" وہ بولا۔ "لیکن شادی شدہ اور بچے والی ہے اور میں امپونڈوانہ کے جنگلی تو پوں کو اپنے لوگوں میں نہیں چاہتا جانے دو اسے اور اپنے لئے کوئی کنواری لڑکی پسند کر لو۔"

"شادی شدہ ہو یا بچے والی بہر حال میں تو اس کو اپنی بیوی بناؤں گا۔" اس شخص نے کہا اب تو سوراٹ

پیٹ کو غصہ آگیا کیونکہ وہ اس بات کو برداشت کر ہی نہ سکتا تھا کہ کوئی اور خصوصاً خود اس کا آدمی اس کا حکم نہ مانے۔

"کتے۔" وہ گرجا چھوڑ دے اسے ورنہ میں اسی وقت تجھے گولی مار دوں گا" یہ شخص اپنے آقا کے غصے سے واقف تھا اور اس سے ڈرتا تھا چنانچہ اس نے سوزانے کا ہاتھ چھوڑ دیا سوزانے دریا کی طرف بھاگی اور جب وہاں پہنچی تو یہ دیکھ کر کانپ گئی کہ جہاں سے اس شخص نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا وہاں سے کالا رنگ اکھڑ گیا تھا اور اس کی جلد سفید سی نظر آ رہی تھی۔ سوراٹ پیٹ نے دور سے اس کے بازو پر یہ سفیدی دیکھی تو سمجھا کہ سوزانے نے ہاتھی دانت کی چوڑیاں پہن رکھی ہیں جو اکثر کافر عورتیں پہنا کرتی ہیں لیکن خدا کی مہربانی یہ بھی ہوئی کہ سوزانے کے بازو پر سفید حلقہ دیکھ کر اسے وہ سفید لڑکی کی یاد آ گئی جو پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کی کرسی میں بیٹھی ہوئی تھی چنانچہ وہ گھوم کر اور سر اٹھا کر اس چوٹی کی طرف اس کالی لڑکی کو دیکھنے لگا جس کی گود میں بچہ تھا۔

بھیڑ میں سے راستہ بناتی خوفزدہ سوزانے آگے بڑھتی رہی اس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتی تھی لیکن وہ بھی پیاسی تھی اس کا حلق بھی خشک ہو رہا تھا چنانچہ وہ لب آب پہنچی اور ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر پانی پینے لگی جب وہ اپنی پیاس بجھا چکی تو اس نے بچے کے منہ میں پانی ٹپکایا اور پھر اسے دریا میں جھکونے دینے لگی۔

لڑکے کے تقریباً مردہ جسم میں جان پڑ گیا وہ ہاتھ پاؤں چلانے اور کمزور آواز میں رونے لگا عین اس وقت سوزانے کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں اور یہ دیکھ کر اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا کہ وہی شخص جو اس کو اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا دریا کے کنارے پر ادھر ادھر خود سوزانے کو تلاش کر رہا تھا۔

خوش قسمتی سے سوزانے پتھر کی اوٹ میں تھی چنانچہ وہ شخص اسے دیکھ تو نہ سکا البتہ وہ صرف تیس قدم دور کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور ادھر بچہ جو رونے لگا تھا اس خوف سے کہ وہ شخص بچے کی آواز سن کر اس کی طرف نہ آ جائے سوزانے نے اسے زیر آب کر دیا عین اسی وقت اس شخص کی نظر ایک دوسری عورت پر پڑی جو کوئی سو گز دور بیٹھی پانی پی رہی تھی وہ اس طرف بھاگا تو سوزانے نے فوراً بچے کو پانی میں سے گھسیٹ لیا جس کا دم گھٹ چلا تھا وہ تیزی سے کنارے کی ڈھلان چڑھنے لگی وہ پتھروں اور مویشیوں اور ان لوگوں کے پیچھے چھپ رہی تھی۔

اور اب وہ سوراٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں سے اور ان کی نظر سے باہر آ چکی تھی اور کئی برسوں کے بعد اس نے پہلی دفعہ آزادی کا سانس لیا بہت دیر تک وہ پہاڑ کی ڈھلان اترتی رہی اور پھر میدان میں آ گئی اور تب اس نے دندانے دار چٹان کا رخ کیا جو اس درے کا پتہ دیتی تھی جو سلسلہ کاتھ لامبا میں تھا اور یہ چٹان دس میل دور تھی۔

سوزانے بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی لیکن کوئی اس کے پیچھے نہ آ رہا تھا اس کی نگاہیں زنٹی کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اس کا بھی کہیں پتہ نہ تھا چنانچہ اس کے دل میں الٹے سیدھے اندیشے سر اٹھانے لگے

البتہ ایک چیز وہ صاف طور سے دیکھ رہی تھی وہ سفید رنگی ہوئی لاش چٹانی کرسی میں اب بھی بیٹھی ہوئی تھی اس نے دوفعہ گھوم کر اس چٹان کی طرف دیکھا لیکن دوسری طرف وہ کالا داغ اتنا چھوٹا نظر آیا کہ وہ غور سے دیکھنے کے بعد ہی اسے دیکھ سکی وہ بہت دیر تک اس کالے داغ کی طرف دیکھتی رہی اور دہیں سے اس کے دل نے سی ہامبا کو الوداع کہا اور اسے دعائیں دیں سی ہامبا جو اس کی بہترین دوست اور اس کی نجات ہندہ تھی۔

سوزانے آگے بڑھ گئی اس نے اپنا سفر جاری رکھا وہ سوچ رہی تھی کہ سی ہامبا نے خود اپنے فرار کی کیا تجویز سوچی تھی اور کیا وجہ تھی کہ وہ اپنی تجویز کو عمل پہنانے کے بجائے اب تک لاش کے قریب کھڑی ہوئی تھی تیسری دفعہ گھوم کر اس نے دیکھا وہ سفید رنگی ہوئی لاش اب ایک ننھا سا نقطہ دکھائی دے رہی تھی اور پھر وہ نقطہ بھی افق کی نیلاہٹوں میں غائب ہو گیا۔

اس کے بعد سوزانے کسی بھی جگہ رکے بغیر چلتی رہی اور پھر دوپہر کے بارہ بجے دندانے دار چٹان کے سائے میں تھی دس میل کا یہ سفر طے کرنے میں اس نے کافی سے زیادہ وقت لیا تھا کیونکہ راستے میں لمبی لمبی گھاس کھڑی تھی جس میں کوئی پگڈنڈی سی نہ تھی پھر سورج آگ اگل رہا تھا پیاس اور اداسی نے خود سوزانے کو کمزور کر رکھا تھا اور پھر وہ بچے کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھے چنانچہ اس کی رفتار بے حد سست رہی بہر حال اب وہ دندانے دار چٹان کے سائے میں کھڑی ہانپ رہی تھی اور پہاڑوں کے عظیم الشان سلسلے اور اس کی بلند اور عمودی چوٹیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میرے خدا! اس بچے کو گود میں لے کر اور اشیائے خورد و نوش کے بغیر میں کبھی اس پہاڑ کو عبور نہ کر سکوں گی چنانچہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گی آخر کار میں موت سے بھاگ کر موت کی طرف آئی ہوں۔" سوزانے نے سوچا۔

اور پھر وہ اس چشمے کے کنارے بیٹھ گئی جو سلسلہ کوہ کی طرف سے بہتا ہوا آ رہا تھا اس نے اپنے تھکے ہوئے پیر نرمل چشمے کے ٹھنڈے پانی میں لٹکا دیئے اور ایک عجیب طرح کا سکون محسوس کرنے لگی۔

وہ بہت دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی اور بے تحاشہ روتے ہوئے بچے کو چپ کرانے کی کوشش کرتی رہی دفعتاً ایک انسانی سایہ پیچھے سے رینگ کر اس کے سامنے آیا سوزانے خوف کی ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی لیکن پھر اس نے دیکھا کہ یہ کوئی اور نہیں زنٹی تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے میں تو اس خوف سے گزر رہی تھی کہ کہیں سوراٹ پیٹ یا اس کے آدمیوں نے تمہیں پکڑ نہ لیا ہو۔" سوزانے نے کہا۔

"نہیں ابابیل انہوں نے مجھے پکڑا نہ تھا لیکن پہاڑ پر سے اترنے کے بعد میں نے میدان کو بائیں کنارے پر سے عبور کیا کیونکہ اگر ہم ساتھ ساتھ سفر کرتے تو پہاڑ پر سے لوگ ہمیں دیکھ سکتے اور شک کر سکتے تھے یہ بات یقیناً ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوتی اچھا اب آؤ ہم کھانا کھالیں کیونکہ کئی دنوں

سے ہم نے پیٹ بھر کر کھانا ہی نہیں کھایا۔" اور زنٹی کے اس بڑے چری تھیلے میں جو اس کی بغل سے لٹک رہا تھا خشک گوشت اور بھونی ہوئی مکئی نکالی سوزا نے بے شک بھوکی تھی لیکن اس سے پہلے کہ خود کھاتی اس نے مکئی کے تھوڑے سے دانے اٹھائے پتھر سے کوٹ کران کا آٹا سا بنالیا پھر اس میں تھوڑا سا پانی ملا کر بچے کو کھلانے لگی وہ بڑی رغبت سے کھاتا رہا اور جب شکم سیر ہو گیا تو سو گیا پھر سوزا نے اور زنٹی نے کھانا کھایا اور سوزا نے کو یہ خشک گوشت اتنا لذیذ معلوم ہوا کہ پہلے کبھی نہ معلوم ہوا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ لوگ فوراً ہی آگے روانہ ہو گئے حالانکہ سوزا نے کی آنکھیں نیند سے بند ہوئی جا رہی تھیں لیکن زنٹی نے کہا وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ جب سورلٹ پیٹ کو معلوم ہو گیا کہ سوزا نے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے تو پھر وہ ہر چار طرف اسے تلاش کرے گا اور چونکہ وہ گھوڑے پر سوار ہو گا اس لئے ظاہر ہے کہ ایک گھنٹے میں اتنا فاصلہ طے کرے گا جتنا کہ ہم چار گھنٹوں میں بھی طے نہ کر سکیں کیونکہ ہم پیدل ہیں۔"

چنانچہ وہ دونوں درے کی طرف بڑھے سوزا نے اب تیزی سے چل سکتی تھی اول تو اس لئے کہ اس نے کھانا کھایا تھا اور دوم اس لئے کہ بچے کو زنٹی نے اٹھا رکھا تھا۔

وہ دونوں دن بھر اس طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وہ درے کی چوٹی پر پہنچ گئے اور اب ناٹال کے میدان ان کے قدموں میں نقشے کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور ان میدانوں میں اور دریا کے کنارے پر جو زیادہ دور نہ تھا ایک سفید چوٹی والی چٹان کھڑی تھی زنٹی نے دیکھا کہ اس چٹان کے قدموں میں بوئیر کیمپ تھا۔

سوزا نے وہیں بیٹھ گئی اور اس چٹان کے قدموں کی طرف دیکھنے لگی اور وہاں دن کی ختم ہوتی ہوئی روشنی میں اسے چھکڑوں کے سفید سفید خیمے نظر آ گئے اور اس کا دل اچھل کر جیسے اس کے حلق میں پھنس گیا کیونکہ ان چھکڑوں میں سفید فام مرد اور عورتیں تھیں جنہیں اس نے کئی برسوں سے نہ دیکھا تھا اور ان کے پاس پہنچنے کے بعد وہ آخر کار محفوظ ہو گی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دفعتہً اس نے اپنے جسم میں ایک عجیب طرح کی برفیلی ہوا محسوس کی ہوا کا یہ جھونکا اتنا ہلکا تھا کہ اس کا ایک بال بھی نہ ہلا ساتھ ہی اس نے اپنے قریب ہی سی ہامابا کی موجودگی محسوس کی ایک لمحے کے لئے صرف ایک لمحے کے لئے یہ احساس ابھر کر ڈوب گیا۔

"ہائے سی ہامابا مر گئی" سوزا نے ایک دم سے چیخ اٹھی۔

زنٹی نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اداسی سے بولا۔ "شاید ایسا ہی ہوا ہو لیکن کاش وہ مری ہو کیونکہ وہ ایک بہترین عورت اور سردارن تھی بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور ہمیں اپنی زندگیاں بچانی ہیں چنانچہ اب چلو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی اندھیرا گہرا ہو گیا اور اگر زنٹی کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا راہبر ہوتا تو وہ ٹھہر جاتی اور چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کرتی جو آدھی رات کو طلوع ہونے والا تھا لیکن زنٹی اندھیرے میں

بھی اس راستہ پر چل سکتا تھا جس پر سے ایک دفعہ وہ گذر چکا ہو چنانچہ وہ پتھروں کے انباروں پر سے اور پہاڑی نالوں میں سے بڑے یقین کے ساتھ گذر رہا تھا۔

اور اس طرح وہ آگے بڑھتے رہے اور ایک کے بعد دوسرا گھنٹہ گذر تا رہا اور صرف تارے انہیں روشنی دکھانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت چاند طلوع ہوا اور ان تھکے ہوئے مسافروں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ سے زیادہ دُور نہ تھے اور تب وہ دونوں ستانے کے لئے ٹھہر گئے لیکن جب انہوں نے اپنے اعضا اکڑتے محسوس کئے تو پھر اٹھ کر چل پڑے اب سوزانے بُری طرح سے لنگڑا رہی تھی کیونکہ اس کا گھٹنا سوج کر درد کرنے لگا تھا۔

اور اب وہ ڈھلان اتر کر میدان میں پہنچ گئے اور اس سفید چوٹی والی چٹان کی طرف بڑھے جس کے قدموں میں بوئیروں کا کیمپ تھا اور جواب بھی ان سے چھ میل دور تھا سوزانے اب چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگ رہی تھی کیونکہ اب زنٹی کی طاقت بھی جواب دے چکی تھی اور وہ اسے اٹھا نہ سکتا تھا اور اس طرح انہوں نے تین میل کا فاصلہ اتنے ہی گھنٹوں میں طے کیا اور تب سوزانے ایک بار پھر کراہ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

"زنٹی! اب میں نہیں چل سکتی" اس نے کہا۔ "اگر میں نے آرام نہ کیا تو مر جاؤں گی زنٹی نے سوزانے کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ واقعی وہ پوری طرح سے تھک گئی تھی اگر ایسا ہی ہے تو پھر صبح تک اسی جگہ آرام کرتے ہیں۔" زنٹی نے کہا۔ "اور میں سمجھتا ہوں کہ صبح تک تو ہم یہاں محفوظ ہیں کیونکہ بل ہیڈ رات کے وقت درہ عبور کرنے کی جرأت شاید ہی کرے۔"

سوزانے نے نفی سے سر ہلایا۔ تم بوئیروں کے کیمپ تک پہنچ کر میرا حال بیان کرو وہ فوراً مجھے بچانے کے لئے آجائیں گے۔

"خیال برا نہیں۔" زنٹی نے کہا۔ لیکن ابابیل! یہاں تمہیں اکیلی چھوڑ کر میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ یہاں تمہارے چھپنے کی کوئی جگہ ہے ہی نہیں۔"

"اگر تم یہاں ٹھہر بھی گئے زنٹی تو میری کوئی مدد نہ کر سکو گے اس لئے جاؤ کیونکہ جتنی جلد تم کیمپ میں پہنچ گئے اتنی ہی جلد وہ لوگ مجھے بچانے آجائیں گے۔"

"میں نے تمہارا حکم سنا۔" زنٹی نے کہا۔

چنانچہ اس نے بچے ہوئے کھانے میں سے نصف سے زیادہ سوزانے کے قریب رکھا بچے کو اپنی کمر پر باندھا اور سوزانے سے رخصت ہو کر کیمپ کی طرف چل دیا ایک گھنٹے یا اس سے کچھ کم وقت میں وہ کیمپ کے قریب پہنچ گیا کیمپ چھکڑوں اور چند خیموں پر مشتمل تھا اور چھکڑوں کا لاگر نہ بنایا گیا تھا کیمپ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا دریا بہہ رہا تھا ایک چھکڑا کیمپ سے الگ اور اس سے کوئی پچیس گز آگے اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اس کے سامنے بنے ہوئے چولہے میں اب بھی انگارے جل رہے تھے۔

"اب اگر میں نے اس چھکڑے کے قریب سے نکلنے کی کوشش کی تو وہ لوگ مجھے گولی مار دیں گے

زنٹی نے سوچا حالانکہ اسے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہاں کیمپ کے کافر گہری نیند سو رہے تھے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ زنٹی جانتا نہ تھا کہ اس چھکڑے کے قریب کافر سو رہے تھے چنانچہ وہ اس سے دور کھڑا آوازیں دینے لگا یہاں تک کہ ایک کافر جاگ گیا اور ہاتھ میں بندوق لے کر زنٹی کے قریب آیا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں کیمپ کے باس سے ملنا چاہتا ہوں۔" زنٹی نے جواب دیا کیونکہ میری سردارن جو سفید فام ہے یہاں سے کچھ دور نڈھال پڑی ہے اور اس سے مدد طلب کر رہی ہے۔

"اگر تمہیں باس سے ملنا ہے" کافر نے ایک جمائی لی تو پھر صبح تک انتظار کرو تب باس بیدار ہو گا اور تم اس سے مل سکو گے۔!"

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

اور زنٹی نے کیمپ کی طرف قدم بڑھایا لیکن فوراً ہی کافر نے بندوق کی نال اس کے سینے کی طرف کر دی۔

"اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا" وہ بولا۔

"تو پھر اب میں کیا کروں؟" زنٹی نے اداس آواز میں کہا۔

"واپس جاؤ اگر باس سے ملنا ہی ہے تو صبح تک انتظار کرو تم یہاں چھکڑے کے قریب بیٹھ سکتے ہو۔ صبح باس سے اپنی کہانی کہنا جو میرے خیال میں جھوٹ ہے۔

چنانچہ زنٹی چھکڑے کے قریب بیٹھ گیا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور وہ بندوق والا کافر اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا حالانکہ ظاہر یوں کر رہا تھا جیسے سو گیا ہو۔

سوزا نے اس زبردست میدان میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی اور ایک خوف تھا جو اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا اول تو میدان میں موت کی خاموشی تھی پھر سوزا نے شدت سے تنہائی محسوس کر رہی تھی اور پھر یہ دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کہ وہ شیر جو کہیں دور دھاڑ رہے تھے قریب نہ آ جائیں اور پھر یہ خوف بھی کہ سورات پیٹ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ نہ جائے وہ خوفزدہ اور سہمی ہوئی تھی ساتھ ہی اتنی تھکی ہوئی بھی تھی کہ قریبی چشمے میں منہ ہاتھ دھونے کے بعد سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو افق مشرق پر سے اندھیرا سمٹنے اور سفیدی ابھرنے لگی تھی اور سوزا نے

یوں محسوس کر رہی تھی جیسے خوف کے سرد ہاتھ نے اسے اپنی مٹھی میں دبا لیا ہو کچھ آواز اس کے کانوں میں آئی اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا اس کے عین سامنے اور ڈھلان کی چوٹی پر سیاہ جسموں کا ایک سیلاب سا دکھائی دیا جس میں بھالوں کے پھل بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

"تو قصہ ختم ہوا" سوزانے نے دل میں کہا۔

کیونکہ یہ سامنے زولو پسی ہے اور وہی ہے جس نے امپونڈوانہ پر چڑھائی کی تھی کیونکہ ان کے سروں میں اڑسے ہوئے سارسوں کے پر میں دیکھ رہی ہوں" وہ انتہائی خوف کے عالم میں زمین پر لیٹ گئی۔

اب میں پھر اس شام کا ذکر کر رہی ہوں جب گاشانے وہ خبر سنائی تھی کہ اس کا قبیلہ انسانی ہاتھ والے پہاڑ پر رہتا ہے قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ گاشا وہ کافر لڑکا تھا جسے ہمارے لاگر پر کافروں کے حملے کے بعد رالف نے بچایا تھا۔

گاشا فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور حیرت زدہ آنکھوں سے ہماری صورت تک رہا تھا اور ایک طرف رالف بے ہوش پڑا ہوا تھا اور میں اور جان ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے خود خدا کی طرف سے ہمیں ایک نشانی مل گئی ہو۔

ایسا تو میرے الفاظ میں کون سا بڑا جادو تھا کہ اس طرح ہماری ملاقات ہو گئی باس کہاں ہیں؟" گاشا۔"

"باس میرے ساتھ نہیں ہیں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تمہارے یہ باس پچھلے کئی برسوں سے امپونڈوانہ کے اس پہاڑ کو تلاش کر رہے تھے جس کا ذکر تم نے کیا ہے گاشا! اب یہ بتاؤ کہ تم نے کسی سفید فام عورت کے متعلق بھی کچھ سنا ہے جو سہی ہامابا کے ساتھ اس پہاڑ پر رہی ہے۔"

"نہیں میں نے ایسی کسی عورت کے متعلق کچھ نہیں سنا۔"

"اس کے اس جواب نے مجھے مایوس کر دیا کیونکہ اگر کوئی سفید فام عورت اس پہاڑ پر ہوتی تو یہ ایک عجیب بات ہوتی کہ اس کا چرچا ہر کافر قبیلے میں ہوتا۔"

اس پر رالف نے جواب دیا چونکہ خود خدا نے اس کے خواب کے پہاڑ کا پتہ اتنے عجیب ڈھنگ سے بتا دیا ہے اس لئے اسے یقین ہو گیا کہ وہ سوزانے کو اسی پہاڑ پر پائے گا۔

میں نے جواب دیا کہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو لیکن خدا کا راز خدا ہی جانتا ہے اور جبکہ پہلے سے اندازے لگا لینا اور پھر ان پر یقین بھی کر لینا پاگل پن ہے لیکن رالف نے میری بات سنی ان سنی کر دی وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"چلو ابا امپونڈوانہ پہاڑ کی طرف چلا جائے۔"

"پہلے ہمیں اپنے گروہ کے لیڈر سے مشورہ کر کے اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے" جان نے کہا "کیونکہ تم جانو ان جنگلوں میں اور انجانی جگہوں میں اکیلے بھٹکنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ چاروں

طرف کافر بکھرے ہوئے ہیں جو ہمیں قتل کردیں گے"

لیکن رالف اتنا بے چین تھا کہ یہ بات بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا لیکن میں نے اسے یاد دلایا کہ ہمارے پاس گھوڑے نہ تھا کیونکہ وہ سب کے سب وہاں میں جتلا ہو کر مر گئے تھے جان گروہ کے لیڈر سے مشورہ کر رہا تھا۔

"ہمارا خیال ہے کہ سوزانے کوہ امپونڈولنہ پر اور کافروں میں رہتی ہے ور ہم اسے بچانا چاہتے ہیں ہمیں ابھی گاشا کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ سی ہامبا سوزانے کی دوست ہے اور ہمارے خیال میں وہ اس کے ساتھ تھی اب اس قبیلے کی سردارن ہے اور ان پر حکومت کرتی ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" لیڈر نے کہا۔ "لیکن کیا گاشا نے یہ بھی کہا ہے کہ تمہاری بیٹی بھی وہیں ہے؟"

رالف نے کہا۔ "دوستو یہ کہانی تمہیں بہت احمقانہ معلوم ہو گی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ میں تم لوگوں میں اور کافروں میں کس نام سے مشہور ہو گیا ہوں؟ اس لئے کہ مجھے اس پہاڑ کی تلاش تھی اور میں نے ہر شخص سے اس پہاڑ کے متعلق پوچھا ہے جس کے ایک پہلو پر ایسے نالے ہیں جو دور سے انسانی پنجے کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور سچ کہتا ہوں یہ آپ ہی لوگ تھے نا کہ جنھوں نے میرے اس خواب اور ان تحقیقات کی وجہ سے مجھے پاگل سمجھ لیا تھا؟ لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس قسم کا پہاڑ موجود ہے اور میں نے یہ بھی سن لیا ہے کہ سی ہامبا جو میری بیوی کے ساتھ تھی اس پہاڑ پر بسنے والے قبیلے کی سردارن ہے چنانچہ اگر میں کوہ امپونڈولنہ کی طرف جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا جانا چاہتا ہوں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ میری بیوی وہیں ہے۔"

اس کے بعد بوئیر ہم پر نہ ہنسے بلکہ وہ چند قدم دور ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور پھر ہمارے لیڈر سیلرس نے کہا۔

"رالف کانزی تمہارے اس خواب کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ممکن ہے تمہارا خواب سچا ہو اور اگر سچا ہے تو پھر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ جادو ہے اور جادو سے ہمارا کوئی تعلق نہیں تمہیں اکیلا ہی جانا ہو گا کیونکہ ہم صرف تمہاری ہی وجہ سے اپنے سفر کے نقشے میں تبدیلی نہیں کر سکتے لیکن ہمارا مشورہ تو یہی ہے کہ تم بھی اس طرف نہ جاؤ کیونکہ خوابوں اور جادو کا اثر برابر ہوتا ہے۔"

سلیرس کا یہ جواب سنا تو میں اس پر برس پڑی اور اسے بُرا بھلا کہنے لگی لیکن جان اور رالف وہاں سے اٹھ گئے جب میں ان کے قریب پہنچی ہو تو وہ لاگر سے باہر کھڑے باتیں کر رہے تھے اور رالف کہہ رہا تھا۔

"مجھے اکیلا ہی جانے دیجئے۔"

"نہیں" جان نے کہا۔ "میں بھی چلوں گا تمہارے ساتھ ساتھ کیونکہ ایک سے دو بھلے ہی اس لئے جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ سوزانے زندہ ہے یا مر گئی تب تک میں راتوں کو سو نہ سکوں

گا۔"

"اور میرا کیا ہو گا۔؟" میں نے پوچھا۔
"تم اسی گروہ کے ساتھ رہو بیوی اور ان ہی کے ساتھ کوچ کرو ہم فرصت پانے کے بعد وہاں ناٹال میں تم سے آملیں گے"
"ایسی کوئی بات نہ ہو گی جان بو ئمار" میں نے کہا۔ "کیونکہ جہاں تم دونوں جاؤ گے میں بھی جاؤں گی تم سمجھتے ہو مجھے اپنی بیٹی سے محبت نہیں اور کیا میں اس کے متعلق حقیقت معلوم کرنا نہیں چاہتی۔؟"
"جیسی تمہاری مرضی بیوی" جان نے کہا۔ "خدا کی مرضی بھی شاید یہی ہے کہ ہم تینوں شروع سے ساتھ ہیں تو اب بھی ساتھ ہی رہیں" اور وہ چھکڑے کو سفر کے لئے تیار کرنے چلا گیا۔
گیارہ بجے چاند طلوع ہوا تو ہمارے چھکڑے میں بیل جوتے گئے ہماری روانگی سے کچھ دیر پہلے ہمارے کئی دوست ہمارے پاس آئے اور ہم سے درخواست کی کہ ہم اس خطرناک سفر پر روانہ نہ ہوں لیکن جب ہم نے ایک نہ سنی تو وہ دھمکانے لگے کہ ہمیں جبراً روک لیں گے اور اگر جان نے کڑک کر نہ کہا ہوتا کہ ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں اور جہاں چاہیں جاسکتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں ان لوگوں نے ہمیں جبراً روک لیا ہوتا۔
چنانچہ وہ لوگ ہماری ضد پر افسوس کرتے رخصت ہوئے اور وہ نہ جانتے تھے کہ ہم سے زیادہ انہیں خطرہ تھا کیونکہ جب وہ لوگ سفر کرتے ہوئے جوں ہی درے میں پہنچے تو زولو اپی جودانین کا خاتمہ کر کے لوٹ رہی تھی اُن پر ٹوٹ پڑی اور اس گروہ کے نصف سے زیادہ آدمیوں کاٹ کر رکھ دیا۔
خیر تو چاند کے طلوع ہوتے ہی ہم روانہ ہو گئے گاشا ہماری رہبری کر رہا تھا ہم لوگ رات بھر سفر کرتے رہے اور صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ایک جگہ ٹھہر گئے جیسا کہ میں نے کہا ہمارے پاس گھوڑے نہ تھے اور اس سفر میں مجھے پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ بیل کس قدر سست رفتار ہوتے ہیں یہ غالباً اس لئے تھا کہ میں جلد از جلد کوہ امپونڈوانہ پر پہنچ جانا چاہتی تھی لیکن بیل غریب ایک گھنٹے میں دو میل سے زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکتے تھے کیونکہ آپ جانئے افریقہ کے جنگلوں اور گھاس کے میدانوں میں ظاہر ہے کہ نہ راستے تھے اور نہ سڑکیں رالف کی بے چینی دیکھنے کے قابل تھی وہ بار بار چھکڑے سے آگے نکل جاتا اور پھر واپس آجاتا تھا اور سچ تو ہے کہ اگر ہم نے اجازت دے دی ہوتی تو ہمیں چھکڑے میں آتا چھوڑ کر خود پیدل ہی آگے بڑھ جاتا۔
تیسرے دن سورج بلند ہو گیا تو ہم سب معمول آگے روانہ ہوئے چاروں طرف گاڑھی گاڑھی دھند تھی رفتہ رفتہ دھند چھٹ گئی اور تب گاشا نے جو چھکڑے کے بکس پر رالف کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا رالف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سامنے کی طرف اشارہ کیا رالف نے دیکھا کہ میدان کے سرے پر اور بہت دور ایک سفید بادل سا تھا اور اس کے اوپر سرخ پتھروں والے پہاڑ کی چپٹی چوٹی نظر آرہی تھی۔
دوپہر کے ایک بجے، جب امپونڈوانہ پہاڑ کی سرسبز ڈھلانیں بہت قریب معلوم ہوئیں تھیں،

ہمیں زمین پر ننگے قدموں کے بے شمار نشانات نظر آئے۔ رالف تو چھکڑے میں ہی بیٹھا رہا لیکن جان اور گاشا نیچے اتر آئے۔

"دیکھو ہاس۔ دیکھو" اس نے ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

جان نے جھاڑی میں دیکھا تو وہاں ایک زولو سپاہی پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب اس کا بھالا پڑا ہوا تھا۔ یہ زولو سپاہی تھا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ تھی کیونکہ اس کے بالوں میں اب بھی بھورا اور لمبا پر اڑسا ہوا تھا۔ گاشا کی آواز سن کر زولو اٹھ کر بیٹھ گیا کیونکہ اب تک وہ زندہ تھا حالانکہ سخت پیچش نے اسے موت کے بے حد قریب پہنچا دیا تھا۔

زولو نے کہا۔ "پانی............ سفید فام پانی۔"

"پانی لاؤ۔ یہاں ایک بیمار کافر پڑا ہوا ہے" جان نے رالف سے کہا جو بدستور چھکڑے کے بکس پر بیٹھا پہاڑ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رالف پانی لے آیا اور وہ شخص بہت سا پانی غٹا غٹ پی گیا۔

"کون ہو تم اور یہاں کیسے آئے۔؟" جان نے پوچھا۔

"میں شاہِ زولو ڈنگان کا سپاہی ہوں۔" زولو نے جواب دیا۔ "لیکن جب ہم پہاڑ والوں پر حملہ کر رہے تھے تو میں بیمار ہو گیا لیکن پھر بھی میں اپنی کے ساتھ رہا لیکن اس جگہ پہنچ کر میری قوت جواب دے گئی اور میں کل سے یہاں پڑا ہوا ہوں۔ میں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ میرا خاتمہ کر دیں۔" "وہ لوگ ناتال کی طرف بوئیروں کا مقابلہ کرنے گئے ہیں۔" زولو نے خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔" یہ بادشاہ کا حکم ہے اور یہ حکم ہمیں اس وقت ملا جب ہم امپونڈولنہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ کل صبح میرے ساتھی ان بوئیروں پر حملہ کر دیں گے جو ایک چھوٹے سے ٹیلے کے قدموں میں دریائے ٹیگولا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور اس وقت تک مجھے ان کے پاس بہر حال پہنچ جانا ہے۔ ہاں۔ اب ایک بار پھر میرے جسم میں طاقت آگئی ہے اور کل صبح میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بوئیروں پر حملہ کروں گا۔ الوداع سفید فام میں تمہیں قتل نہ کروں گا کیونکہ تم نے مجھے پانی پلایا ہے جس نے میرے بدن میں طاقت کی رہ دوڑا دی ہے۔"

اور وہ اٹھا، اپنا بھالا اٹھایا اور کوہ کلاتھ لامبا کی طرف بھاگنے لگا۔

"ٹھہرو۔ رالف نے کہا" یہ بتاتے جاؤ کہ اس پہاڑ پر کیا ہوا؟"

لیکن معلوم ہوتا ہے زولو نے اس کی آواز نہ سنی یا اگر سنی تو اس کی طرف دھیان نہ دیا۔ وہ کوئی تیس قدم تک بھاگتا چلا گیا۔ دفعتہً اس نے مکار اور اپنا بھالا بلند کر کے جیسے کسی کو سلام کیا اور چیخ کر کہا۔

"سردار! میں حاضر ہوں"

پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اوندھے منہ گرا، جان، رالف اور گاشا جب اس کے قریب پہنچے تو وہ مر چکا تھا۔

"زولو اور ناٹال کے بوئیروں کے متعلق یہ عجیب بات بتائی ہے مرنے والے نے" جان نے اپنا ماتھا رگڑ کر کہا۔

"شاید یہ زولو ہذیان بک رہا تھا۔" رالف نے جواب دیا۔ "تاہم ممکن ہے اس میں کچھ سچائی ہو۔" دفعتہً اس نے جان کا بازو پکڑ لیا۔ "کیا واقعہ ہوا کہ امپونڈوانہ پر زولوؤں نے حملہ کیا تھا وہاں کیا واقعہ ہوا؟"

جان نے نفی میں سر ہلایا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے جہاد زولو فوج جاتی ہے۔

رالف آگے بڑھنے کے لئے بہت زیادہ بے چین تھا اس کے باوجود ہم نے صورت حال پر غور اور مشورہ کرنے کی غرض سے چند منٹوں کے لئے چھکڑا روک لیا اور آخر میں فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنے کے لئے چھکڑا چلانے والے کو واپس ناٹال کے بوئیروں کے پاس نہ پہنچ سکا یا تو وہ راستے میں سے بھاگ گیا یا شیر نے اسے پھاڑ کھایا یا پھر بوئیروں کو نہ پا سکا جو اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی آگے روانہ ہو گئے تھے۔ وجہ کچھ بھی ہو ہمارا پیغام بوئیروں تک نہ پہنچا اور نہ ہی پھر کبھی ہم نے اپنے اس چھکڑا چلانے والے کو دیکھا۔

اس کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے اور پوری سہ پہر تک سفر کرتے رہے اور ہمارے دل خوف سے دھڑک رہے تھے۔ راستے میں ہمیں کوئی انسان نہ ملا البتہ ایک دو دفعہ مویشی ادھر ادھر بھٹکتے نظر آئے جن کے ساتھ چرواہے نہ تھے۔ اس سے ہمیں حیرت بھی ہوئی اور ہمارے دلوں میں امید کی شعاع بھی روشن ہو گئی کیونکہ فاتح اپنے مفتوح قبیلے کے مویشی پیچھے نہ چھوڑ جاتی تھی اور اگر فتح امپونڈوانہ کی ہوئی تھی تو پھر مویشیوں کے ساتھ رکھوالے کیوں نہ تھے اور سورج غروب ہونے سے کوئی دو گھنٹے پہلے ہم لوگ پہاڑ کے شانے کے قریب سے گذرے اور اب اس کا مشرقی پہلو ہماری نظروں کے سامنے تھا۔

"خدا کی قسم یہی ہے میرے خواب کا پہاڑ۔" رالف ایک دم سے چیخ اٹھا اور واقعی اس ڈھلان پر ایسے نالے تھے کہ وہ انسانی ہاتھ کی چار انگلیاں اور انگوٹھا معلوم ہوتے تھے۔ اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلیوں کے درمیان ایک دریا بہہ رہا تھا جس کے کنارے پر سائے کی شکل کے درخت اگ رہے تھے۔

"آگے بڑھو۔ آگے بڑھو" رالف چلایا۔

اور چابک اٹھا کر بیلوں پر برسانے لگا اور اتنی بے دردی سے کہ بیل آخر کار تکلیف سے ڈکرانے لگے۔ لیکن میں چھکڑے کے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے گھوم کر پیچھے دیکھا تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی کہ کہیں سے رکھوالے آ گئے تھے جو مویشیوں کو ہنکا کر پہاڑ کی طرف لے جا رہے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ وقت گذر گیا۔" میں دل میں بولی۔ "زولوؤں یا کوئی اور بہر حال انہوں نے پہاڑ پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ فاتح ہیں جو مویشیوں کو ہنکا کر لے جا رہے ہیں اب یہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں گے اور ہم بھی مارے جائیں گے خیر جو خدا کی مرضی اگر سوزانے مر گئی ہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے اور

رالف کے لئے تو موت زندگی سے بہتر ثابت ہوگی کیونکہ اگر سوزانے کے بعد وہ زندہ رہا تو پاگل ہو جائے گا۔"

اب ہم دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے اور اس طرف بڑھ رہے تھے جہاں سے یہ دریا نکلتا تھا۔ ہر طرف قدموں کے نشان ضرور تھے لیکن کہیں کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا، البتہ گدھ کثرت سے تھے جو کسی انسان یا جانور کی لاش پر جھگڑ رہے تھے۔

"یہاں جنگ ہوئی ہے" جان سرگوشی سے بولا "اور اب یہاں موت کی خاموشی کا رخ ہے۔ لیکن رالف کچھ کہے بغیر تھکے ہوئے بیلوں پر سڑاسٹر چابک برسا رہا تھا۔

آخر کار بیل بالکل ہی بے بس ہو گئے۔ اب وہ چھکڑے کو نہ کھینچ سکتے تھے کیونکہ راستہ عمودی ہو گیا تھا۔ چنانچہ رالف نے وہ ہتھیار اٹھا لیا جو اس کے ہاتھ میں آ گیا اور یہ وہ بھالا تھا جو گاشانے پیچش میں مبتلا ہو کر مرے ہوئے زولو کے ہاتھ سے چھڑا کر چھکڑے میں رکھ لیا تھا۔ رالف بھالا اٹھا کر چھکڑے پر سے کود پڑا اور بھاگ کر ڈھلان پر چڑھنے لگا میں جان اس کے پیچھے تھے۔ دو سو گز آگے بڑھ کر راستہ ایک موڑ مڑا اور ہم پہلی دیوار کے سامنے تھے یہ وہی دیوار تھی جس پر زولوگوں نے دریا کا پانی روک کر قبضہ کر لیا تھا۔ دروازہ کھلا تھا چنانچہ رالف اس میں گھس گیا۔ پہلے تو رالف کو کچھ نظر نہ آیا لیکن پھر فوراً ہی اس نے آوازیں سنیں۔

"اب بھی نہ بتائے گی جب کہ موت تیرے سر پر کھڑی ہے؟ پی لے اور بتا"

"بے وقوف" دوسری آواز نے جواب دیا۔ "میں کہتی ہوں کہ موت ہم دونوں کے سر پر کھڑی ہے اور اب چونکہ وہ بچ گئی ہے اس لئے میں خوشی سے جان دوں گی اور اپنا راز اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"چڑیل کہیں کی، اب میں ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔"

اور اب رالف نے اس پتھر کے دوسری طرف، جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں دیکھا۔ ایک پست قامت عورت لب آب ایک پتھر سے بندھی ہوئی تھی اور اس پر ایک شخص جھکا ہوا تھا جو سفید فام تھا۔ اس شخص کے ایک ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا اور دوسرے میں پانی کی بوتل وہ یہ تو بنی عورت کے ہونٹوں کے قریب لے جاتا اور جب وہ پانی پینے کے لئے منہ کھولتی تو اسے ہٹا لیتا۔

رالف نے اس بندھی ہوئی عورت کو پہچان لیا۔ وہ سی ہاما تھی عین اس وقت اس شخص نے اوپر نظر کی اور اس سے رالف کی نظر ٹکرائیں اور اب رالف نے اسے بھی پہچان لیا۔

"یہ سوراٹ پیٹ تھا"

چند لمحوں تک وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر ان دونوں کو پتھر میں تبدیل کر دیا ہو اور یہ سی ہاما کی آواز تھی جس نے یہ جادو توڑ دیا۔ اس کا گلا خشک تھا اور پیاس سے زبان پھول گئی تھی اس لئے اس کی آواز عجیب سی تھی۔"

"ظالم اور شیطان" وہ بولی۔ "نہیں کہا تھا میں نے کہ تیری موت قریب ہے؟ خوش آمدید ابابیل

کے شوہر رالف کانزی۔"

ایک لمحے تک سورات پیٹ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا لیکن سی ہامبا کے الفاظ نے اس کے دل پر ایسا خوف طاری کر دیا تھا کہ رالف کی صورت میں اسے واقعی اپنی موت دکھائی دی۔ چنانچہ وہ خوف زدہ انٹیلوپ کی طرح پلٹ کر بھاگا لیکن بھاگتے بھاگتے بھی اپنا کام کر گیا۔ سی ہامبا کے قریب سے گزرتے وقت اس نے اپنا چاقو سی ہامبا کے بدن میں اتار دیا۔ ایک بار اس نے گردن گھما کر پیچھے بھی دیکھا کہ شاید اسے کچھ مدد مل جائے لیکن وہاں کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا اس کے تمام ساتھی جب سورات پیٹ سی ہامبا کو اذیت دے رہا تھا۔ وہاں سے ٹل گئے تھے۔ اول تو اس لئے کہ وہ سی ہامبا کے جادو سے ڈرتے تھے اور دوم اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ ان کے دوسرے ساتھی چرائے ہوئے مویشیوں پر قبضہ نہ کر لیں۔

سورات پیٹ اس راستے پر بھاگ رہا تھا جو اوپر جا رہا تھا اور اتنی تیزی سے کہ میں نے پہلے کبھی کسی آدمی کو اس طرح بھاگتے نہ دیکھا تھا اور نہ ہی کسی اور نے دیکھا ہوگا اور رالف اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے تھے اور دل میں غصے کا لاوا۔

وہ دونوں جانوروں اور انسانوں کی لاشوں کو پھلانگتے بھاگتے رہے یہاں تک کہ پہاڑ کی چوٹی یعنی سطح مرتفع پر پہنچ کر سورات پیٹ گھڑی بھر کے لئے رک گیا اس کا خیال تھا کہ یہاں وہ شاید اپنا تعاقب کرنے والے کو روک لے گا اور کامیابی سے اس کا مقابلہ کر سکے گا کیونکہ یہاں درے کا راستہ جس پر وہ دونوں بھاگتے آئے ہیں۔ دہانہ تنگ تھا۔ چونکہ ظالم بزدل ہوتے ہیں چنانچہ سورات پیٹ بھی بزدل تھا وہ ایک بار پھر پلٹ کر بھاگ پڑا اور اب وہ اس بلند چٹانی کرسی کی طرف بھاگا جا رہا تھا جس پر اب وہ سفید رنگی ہوئی لاش بیٹھی ہوئی تھی۔ سورات پیٹ کا خیال تھا کہ وہاں وہ اپنا بچاؤ کر سکے گا۔ رالف بدستور اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ لیکن اب اس کی رفتار بہت کم تھی کیونکہ دفعتہً وہ پرسکون ہو گیا تھا غالباً اس لئے کہ جانتا تھا کہ اس کا دشمن اب اس سے بچ نہ سکے گا چنانچہ وہ تیز بھاگ کر اپنا سانس پھلانا اور قوت زائل کرنا نہ چاہتا تھا۔

دونوں کوئی چھ سو گز تک اسی طرح بھاگتے رہے اور جب سورات پیٹ چٹان کی کرسی پر چڑھ رہا تھا تو رالف اس سے پچاس قدم پیچھے تھا۔ چند ثانیوں بعد وہ بھی چٹان کے قدموں میں پہنچ گیا اور رک کر اوپر دیکھا۔ سورات پیٹ چوٹی پر پہنچ چکا تھا اور اس بلند کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا لیکن وہ رالف کی طرف نہیں بلکہ کرسی میں بیٹھی ہوئی لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے پہلی دفعہ دیکھا کہ یہ لاش بندھی ہوئی تھی۔ لاش کو سفید چغہ پہنایا گیا تھا اور اب وہ سیدھی بیٹھی ہوئی نہ تھی بلکہ جھک گئی تھی۔ اور کرسی کی ہتھی پر لٹک سی گئی تھی اور جیسے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا چغہ سینے پر سے کھل گیا تھا اور لاش کی ایک کالی چھاتی عریاں ہو گئی تھی۔ رالف حیرت سے اس لاش کی طرف دیکھ اور سوچ رہا تھا کہ کیا مطلب تھا اس کا؟ دفعتہً اس نے یہ معمہ حل کر لیا اور ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ بے شک یہ سی

ہامبا کا کام تھا اور اس جھکی ہوئی لاش نے اسے یہ بھی بتادیا کہ سوزانے، رالف کی بیوی زندہ تھی اور یہ کہ صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ سوزانے کہاں تھی سوراٹ پیٹ سی ہامبا کو اذیت دے رہا تھا۔

رالف نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور پھر اوپر چڑھنے لگا اسے چاہیے تھا کہ جان کا انتظار کرتا جو ہاتھ میں بندوق لئے پیچھے آرہا تھا لیکن رالف کو اب انتظار کی تاب نہ تھی۔ وہ سوراٹ پیٹ سے ڈرتا نہ تھا اور یقین تھا کہ فتح اس کی ہو گی۔ کیونکہ وہ حق پر تھا اور خدا اس کے ساتھ تھا۔ رہا سورلٹ پیٹ تو وہ کچھ ایسا خوف زدہ تھا کہ کرسی میں جھکی ہوئی لاش کے قریب کھڑا کچھ بکنے اور چیخنے لگا۔

"سوراٹ پیٹ" رالف نے کہا۔ "تمہارے مظالم کا دور ختم ہوا اور موت قریب آگئی اور جب تم مر جاؤ گے تو دوسری دنیا کا عذاب کہیں گیا نہیں۔ سوزانے آخر دم تک میری ہو گی جیسی کہ وہ شروع سے میری تھی۔ لیکن دیکھو یہ کرسی میں بیٹھی ہوئی جو تم نے حاصل کی ہے تمہاری یہ موت ہے۔"

سوراٹ پیٹ نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور رالف کی طرف پوری قوت سے پھینکا لیکن اس کا نشانہ خطا کر گیا۔ پتھر رالف کے بہت قریب سے گذرتا ہوا نیچے جا پڑا۔ اب سوراٹ پیٹ نے اپنے بائیں ہاتھ سے لاش کی کلائی پکڑی کہ اپنے آپ کو اس بلندی پر سنبھال سکے اور دوسرے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو گھسیٹ لیا کہ جب رالف اوپر پلیٹ فارم پر پہنچے تو اس پر وار کر سکے۔

رالف نے اس کا ارادہ بھانپ لیا چنانچہ وہ اوپر چڑھتے ہوئے کچھ دیر کے لئے ٹھہر گیا، اپنا کوٹ اتار کر اپنی بائیں کلائی پر لپٹا کر ڈھال کا کام دے سکے، پھر اپنا بھالا آگے بڑھایا اور آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ پلیٹ فارم کے قریب پہنچ کر وہ ایک دم سے چھلانگ لگا کر چھوٹے سے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ سوراٹ پیٹ نے اس پر چاقو سے وار کر دیا لیکن رالف نے کوٹ کی لپٹی ہوئی کلائی پر وار روک لیا۔

اور اب کون کہہ سکتا ہے کہ کیا ہوا؟ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے اس چٹانی کرسی کے چکر کاٹتے رہے اور سوراٹ پیٹ بدستور لاش کی کلائی پکڑے ہوئے تھا اور میں پانچ سو فٹ نیچے کھڑی چاقو اور بھالے کے پھل کو بار بار چمکتے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے پر مسلسل وار کر رہے تھے۔

اور پھر رالف کا ایک وار کام کر گیا۔ زولو بھالے کا پھل سوراٹ پیٹ کے سینے میں اتر گیا۔ وہ لڑکھڑایا، پیچھے ہٹا اور پیچھے چلتا چلا گیا تھا اور وہ لاش کی کلائی دونوں ہاتھوں سے پکڑے لٹک رہا تھا اور پھر اس کے نیچے گہرائیاں تھیں، موت کی گہرائیاں۔

رالف نے ایک دفعہ پھر قہقہہ لگایا اور کہا۔

"سوراٹ پیٹ! تم نے جس خدا کا مذاق اڑایا تھا اس کا غضب تم پر نازل ہو گیا، اور اس نے بھالے کا پھل لاش کے جسم اور پٹیوں کے، جن سے وہ بندھی ہوئی تھی، درمیان داخل کر دیا اور انہیں کاٹنے لگا۔ ایک ایک کر کے پٹیاں کٹ گئیں اور سوراٹ پیٹ لاش سمیت سینکڑوں فٹ کی گہرائیوں میں گرا۔ اس کی ایک فلک شگاف چیخ چٹانوں سے ٹکرائی اور پھر ایک دھماکا گونج گیا اور اب نیچے کے پتھروں

پر سوراٹ پیٹ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ یوں گٹھڑی بن گیا تھا کہ کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ سوراٹ پیٹ تھا اور یوں اس شیطان کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو گئی جس کا نام سوراٹ پیٹ تھا۔

جب رالف پہلی دیوار کے دروازے میں داخل ہوا ہے تو ہم دونوں، یعنی میں اور جان، اس کے پیچھے تھے اور جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ سوراٹ پیٹ اور اس کے پیچھے رالف اس راستے پر بھاگے جا رہے تھے جو چٹانی کرسی تک جاتا تھا۔ سوراٹ پیٹ کی پشت ہماری طرف تھی اور میں اسے کئی برسوں کے بعد دیکھ رہی تھی اس کے باوجود میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ "ہم نے شیر کا بھٹ تلاش کر لیا ہے جان۔ میں نے دیکھا" اور دیکھو وہ بھاگا جا رہا تھا وہ خونخوار شیر۔"

"ہاں۔ اور دیکھو وہ پڑا ہے اس ظالم شیر کا شکار" جان نے کہا اور پڑی ہوئی سی ہامبا کی طرف اشارہ کر کے وہ بھی ان دونوں کے پیچھے بھاگ پڑا۔

ادھر میں سی ہامبا کی طرف چلی جو ایک چپٹے پتھر پر پڑی تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی بے شک یہ سی ہامبا ہی تھی لیکن میرے خدا کیا حالت ہو رہی تھی اس کی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اس کی ایک ٹانگ اب یہ مجھے یاد نہیں کہ وہ کونسی ٹانگ تھی، بندوق کی گولی نے توڑ دی تھی اور اس کی کمر کے اس زخم سے خون بہہ رہا تھا جہاں بھاگتے وقت سوراٹ پیٹ نے اپنے چاقو سے وار کیا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے اس کا چھوٹا سا جسم اور بھی سکڑ گیا تھا۔

میں اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اس کے سینے پر اپنا ایک ہاتھ رکھ دیا۔ اس کا دل اب بھی دھڑک رہا تھا لیکن بے حد کمزوری سے میں نے اپنے چلو میں پانی لے کر منہ پر چھنکا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"پانی پلاؤ مجھے۔" سی ہامبا نے کہا۔

میں نے اس کے خشک حلق میں پانی ٹپکایا تو سی ہامبا کے چھوٹے سے جسم میں جان پڑ گئی۔

"اے ابابیل کی ماں! خوش آمدید۔" اس نے کہا۔ "عین وقت پر آئی ہو تم کیونکہ مرنے سے پہلے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی اور میں خوش ہوں کہ اتنے گھنٹوں تک میں پیاس کی شدت برداشت کر سکی۔ اور زندہ رہ سکی۔"

"سی ہامبا" میں نے کہا "پہلے صرف ایک بات مجھے بتا دو کیا سوزا نے زندہ ہے اور کیا وہ محفوظ ہے؟"

"ہاں۔ ابابیل زندہ ہے اور میں سمجھتی ہوں آج تک وہ تمہارے لوگوں میں بوئیروں میں پہنچ جائے گی اور پھر محفوظ رہے گی کیونکہ وہ پہاڑ عبور کر کے ان بوئیروں میں پناہ حاصل کرنے گئی ہے جو سفید چھوٹی والی چٹان کے قدموں میں اور دریائے ٹیگولا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔"

"سفید چوٹی والی چٹان کے قدموں میں؟" میں نے چونک کر کہا "میرے خدا تب تو یہ وہی کیمپ ہے جس پر زولو کل صبح حملہ کرنے والے ہیں۔"

"کیا کہا تم نے؟" سی ہامبا نے پوچھا۔
میں نے مختصر لفظوں میں اسے وہ باتیں سنادیں جو مرتے ہوئے زولو سپاہی نے ہمیں بتائیں تھیں وہ غور سے سنتی رہی۔

"بے شک یہ سچ ہو سکتا ہے۔" جب میں خاموش ہوئی تو سی ہامبا نے کہا" کیونکہ جب بل ہیڈ مجھے عذاب دے رہا تھا تو اس نے کہا تھا کہ زولو فوج بادشاہ ڈنگان کے حکم سے یہاں سے چلی گئی ہے کہ بوئیروں پر حملہ کرے لیکن میں نے سوچا تھا کہ بل ہیڈ جھوٹ کہہ رہا ہے۔"
"بہر حال" کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا" ممکن ہے زولوؤں کو شکست ہو جائے لیکن...... ٹھہرو...... وہاں گھاس کے میدان میں گھوڑا شامیل موجود ہے۔ بل ہیڈ کے آدمی اسے بل ہیڈ کے لئے یہاں لے آئے ہیں میں جانتی ہوں کہ وہ تازہ دم ہے اور اسے خوب کھلایا پلایا گیا ہے اگر ابابیل کا شوہر سورج غروب ہونے سے پہلے اس پر سوار ہو گیا تو کل صبح ہونے سے پہلے وہ بوئیروں کے لاگر میں اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے گا اور لاگر والوں کو خبر دار کر دے گا۔ جب وہ بل ہیڈ کا خاتمہ کرنے کے بعد یہاں آئے گا تو میں اسے راستہ بتادوں گی کیونکہ سورج غروب ہونے تک تو میں رہوں گی۔ مجھے تھوڑا سا پانی اور پلادو۔"

میں نے دیکھا کہ جب تک رالف اور جان واپس نہیں آجاتے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں نے سی ہامبا سے درخواست کی کہ وہ مجھے سارے واقعات کو سنادے کیونکہ میں نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے گی۔ چنانچہ اس نے رک رک کر لیکن بڑی تفصیل سے سارے واقعات بیان کر دیئے اور میں اس کافر عورت کی محبت، وفاداری اور جرأت پر دل ہی دل میں حیرت کرتی رہی اور آخر میں اس نے بتایا کہ اس نے کس طرح سوزانے کو ایک کافر عورت بنادیا اور کس طرح ایک کافر عورت کی لاش کو سفید رنگ کر چٹان کی ایک کرسی میں بٹھادیا۔
"دائیں طرف چند قدم ہٹ جاؤ" اس نے کہا" اور تمہیں وہ لاش دکھائی دے گی۔" چنانچہ میں نے چند قدم دائیں طرف ہٹ کر اوپر دیکھا اور مجھے سوراٹ پیٹ اور رالف ایک دوسرے پر وار کرتے دکھائی دیئے۔ وہ اتنی بلندی پر تھے کہ چھوٹے نظر آرہے تھے اور بھالے اور چاقو کے پھل بار بار چمک جاتے تھے۔ میں جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ سی ہامبا کو بتایا تو وہ بولی۔
"گھبراؤ نہیں۔ بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا کیونکہ کچھ دیر بعد میں نے کافر عورت کی لاش اور اس کے ساتھ سوراٹ پیٹ کو بلندیوں پر سے گرتے دیکھا۔ اب صرف رالف خالی چٹانی کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔
"سی ہامبا۔ قصہ ختم ہوا" میں نے اس کے قریب آکر کہا۔
"ہاں میں جانتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔" بل ہیڈ کی آخری چیخ میں نے بھی سنی تھی اب تم یہ بھی سن لو کہ سوزانے کے چلے جانے کے بعد کیا ہوا۔ میں چٹان پر چڑھ کر کرسی میں بیٹھی ہوئی لاش

کے قریب کھڑی ہو گئی اور جیسی کہ توقع تھی بل ہیڈ اپنا شکار دبوچنے آیا اور اس نے ہم سے نیچے اترنے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر اس نے ابابیل کو...... کیونکہ وہ کرسی میں بندھی ہوئی لاش کو ابابیل ہی سمجھے ہوئے تھا...... حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ یقیناً ان بلندیوں پر سے نیچے پھاند پڑے گی اور اس طرح مجھے وہ وقت مل گیا جس کی مجھے اشد ضرورت تھی کیونکہ میں نے اوپر سے ابابیل کو دیکھا جو میدان عبور کر کے دندانے دار چٹان کی طرف جا رہی تھی۔ البتہ ایک بات نے مجھے الجھا دیا اور وہ یہ کہ سوزانے اپنی کمر پر ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔ اتنی بلندی پر سے اور اتنے فاصلے سے ظاہر ہے کہ میں ٹھیک طرح سے دیکھ نہ سکی تھی چنانچہ ممکن ہے وہ گٹھڑی ہو جسے میں نے بچہ سمجھ لیا تھا۔"

آخر بل ہیڈ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اچانک اس نے بندوق اٹھا کر گولی چلا دی۔ نشانہ اس نے ذرا نیچے لیا تھا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں گولی کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت کے نہ لگ جائے۔ گولی میری ٹانگ میں لگی اور نیچے لڑھک گئی کاش کہ میں نیچے لڑھکنے کے بجائے پیچھے گر کر گہرائیوں میں جا پڑی ہوتی۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب بل ہیڈ اوپر پہنچے گا تو میں گہرائیوں میں چھلانگ لگا دوں گی اور اس طرح اس کے ہاتھ نہ آؤں گی لیکن افسوس اب میں ایسا نہ کر سکتی تھی۔

مجھے یوں زخمی کرنے کے بعد بل ہیڈ چٹان پر چڑھنے اور ابابیل کو پیارے ناموں سے پکارنے لگا۔ میں نیچے پڑی پڑی دیکھ رہی تھی اور حالانکہ مجھے سخت تکلیف تھی اس کے باوجود ہنس رہی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ کیا ہونے والا تھا۔

ابابیل نے چونکہ کوئی جواب نہ دیا اس لئے بل ہیڈ نے کرسی کے پیچھے سے رینگ کر دفعتہً اس کا چغہ اور بازو پکڑ لیا کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں ابابیل واقعی نیچے نہ پھاند پڑے جیسا کہ میں نے کہا تھا۔

اور تب لاش ایک طرف جھک گئی اور بل ہیڈ نے اس کا سفید رنگا ہوا چہرہ اور اس کے نیچے کالا سینہ دیکھا۔ ہائے۔ کاش کہ اس وقت تم موجود ہوتیں اور بل ہیڈ کا غصہ اور صورت دیکھ سکتیں وہ زخمی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا میرے قریب آیا۔

"کہو بل ہیڈ کیا خیال ہے تمہارا اپنی دلہن کے متعلق۔؟" میں نے کہا۔

"یہ سب کچھ تیرا کیا دھرا ہے۔" وہ بولا۔ "اور اب میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"میں کہاں ڈرتی ہوں مرنے سے۔؟" میں نے کہا۔ "اور اب چونکہ میں نے تجھے شکست دے دی ہے۔ اس لئے میں سکون سے مروں گی۔ اٹھا بندوق اور مجھے گولیاں مار دے۔"

"نہیں ابھی نہیں" وہ بولا۔ "اگر موت نے تیری زبان بند کر دی تو پھر میں کیسے معلوم کر سکوں گا کہ سوزانے بوئمار کہاں ہے۔"

"سوزانے بوئمار نہیں سوزانے کانزی کہہ بدمعاش کیونکہ وہ اس انگریز کی بیوی ہے" میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ" اس نے دانت پیسے "میں تجھے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں"

پھر اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی اور مجھے اٹھا کر یہاں اس نے پتھر سے باندھ دیا وہ جانتا تھا کہ

میرے جسم سے بہت سا خون نکل گیا تھا اور پیاس مجھے تڑپا رہی تھی چنانچہ وہ پانی کی تونبی میرے منہ کے قریب رکھ کر مجھے روحانی تکلیف دیتا رہا۔

آگ اگلتے سورج میں میں دن بھر اسی طرح پڑی موت کی آرزو کرتی رہی اور وہ مجھے اذیت دیتا رہا۔ لیکن میں نے اسے نہ بتایا کہ ابابیل کہاں تھی اور کس طرف گئی تھی۔ بل ہیڈ کا خیال تھا کہ وہ پہاڑ پر ہی کہیں چھپی ہوئی ہے چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو اسے تلاش کرنے کا حکم دیا اور وہ اسے تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے اور آخر کار مویشیوں پر قبضہ جمانے کی غرض سے بھاگ گئے۔ بل ہیڈ کے فرشتوں کے خیال میں بھی یہ بات نہ آئی کہ ابابیل ایک کافر عورت کا بھیس بدل کر اس کی نظروں کے سامنے سے نکل گئی تھی۔

یہاں میں یہ بتادوں کہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا جیسا کہ سی ہامابا نے بتایا اور میں نے اپنی کہانی میں بیان کیا کیونکہ بعد میں سوزانے کے اس حیرت انگیز فرار کی کہانی پورے افریقہ میں مشہور ہوگئی تو اس کافر کے ،جو سوزانے کو اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا جب وہ کافر عورت کے بھیس میں تھی بتایا کہ بے شک اس نے اور بل ہیڈ نے بھی سوزانے کے بازو پر وہ سفید نشان دیکھا تھا اور اس وقت سوزانے ان دونوں سے چونکہ ذرا دور تھی اس لئے ان دونوں نے ہی اس سفید نشان کو ہاتھی دانت کا وہ کڑا سمجھا جو کافر عورتیں پہنا کرتی تھیں۔

"اے ابابیل کی ماں!" سی ہامابا نے کہا۔ "ابابیل بخیر و خوبی یہاں سے نکل گئی اور بازی میں نے جیت لی۔"

اور اب اس پانی کا اثر، جس نے اسے عارضی قوت بخشی تھی، زائل ہونے لگا اور سی ہاماباً نڈھال ہوگئی عین اس وقت میں نے رالف اور اس کے ساتھ جان کو بھی واپس آتے دیکھا اور میں ان سے ملنے کے لئے آگے بڑھی۔

"معاملہ ختم ہوگیا" رالف نے پرسکون آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جانتی ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن بیٹے! اگر تم اپنی بیوی کو بچانا چاہتے ہو تو ابھی ایک اور کام کرنا باقی ہے۔"

"میں نے اسے وہ ساری باتیں بتادیں جو سی ہامابا سے سنی تھیں۔

"شامیل" رالف کا رنگ فق ہوگیا۔ "شامیل کہاں ہے؟"

اور وہ اسے تلاش کرنے کے لئے جانے لگا۔

"ٹھہرو۔ جان لے آئے گا اسے" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا "تم سی ہاماباکے قریب آؤ تاکہ وہ تمہیں راستہ بتادے"

چنانچہ جان گھوڑے کو لانے اس میدان کی طرف گیا جس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا تھا اور میں رالف کو سی ہاماباکے قریب لے آئی۔ سی ہامابا نے اسے آتے سن کر اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"اے ابابیل کے شوہر! خوش آمدید" وہ بولی۔ "تم نے اچھا کیا کہ بل ہیڈ کا خاتمہ کر دیا لیکن اچھا۔ اب غور سے سنو۔"

اور اس نے رالف کو وہ راستہ بتایا جو کوہِ کلا تھ لامبا میں سے جاتا تھا اور جس راستے سے سوزانے گئی تھی۔

عین اسی وقت جان شامیل کو لے کر آ گیا اس پر زین کسی ہوئی تھی اور وہ سفر کے لئے تیار تھا۔ یہ زین سوراٹ پیٹ کی تھی اور گھوڑا اسی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

لیکن شامیل خود ہی اس کے قریب جا کھڑا ہوا کیونکہ وہ سی ہامبا کو پہنچانتا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ سی ہامبا نے دونوں ہاتھوں سے گھوڑے کی ایال پکڑ کر اپنے آپ کو اوپر اٹھایا اور اس کے کان میں کچھ کہنے لگی اور میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے گھوڑا اس کی باتیں سمجھ رہا تھا۔

"نہیں۔ میں نہیں" سی ہامبا نے اونچی آواز میں کہا "میں نہیں بلکہ رالف کا نزی۔ لیکن اطمینان رکھو شامیل بہت جلد میں بھی تم پر سوار ہوں گی لیکن اس دنیا میں نہیں بلکہ اس دوسری دنیا میں جو قبر کے اندھیرے کے اس پار ہے دیکھو شامیل۔ رکنا نہیں، لڑکھڑانا نہیں کیونکہ یہ تمہاری آخری اور سب سے زیادہ طویل دوڑ ہے۔ جاؤ رالف اب جاؤ۔"

اور تب رالف نے جھک کر سی ہامبا کا ماتھا چوم لیا، وہ پست قامت وچ ڈاکٹریس مسکرائی اور اس نے رالف اور سوزانے کی آئندہ خوشگوار زندگی کی پیشن گوئی کی۔ رالف اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور شامیل شام کے سرخ دھندلکے میں ہوا ہو گیا۔

سی ہامبا ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھی دن کی روشنی کو ختم ہوتے دیکھتی رہی اور جب آخری کرن نے اس کے چہرے کو چھوا تو سی ہامبا اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے چلائی۔

"ابابیل! میں نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ میں نے تمہاری خدمت کی اور اپنی جان دے کر تمہاری جان بچائی! مجھے بھولنا نہیں۔"

تب دن کی روشنی ختم ہو گئی اور اسی وقت سی ہامبا کی روح بھی پرواز کر گئی۔ اور میں اور جان اس کے قریب کھڑے رو رہے تھے۔

رالف شامیل کو بھگاتا ہوا پہاڑ کی ڈھلان طے کر گیا اور پھر ایک ہی میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اندھیرا اترنے لگا اور پھر تھوڑی سی دیر بعد ہی اندھیری رات نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ اب اسے آہستہ آہستہ اور احتیاط سے آگے بڑھنا، تاروں کی ناکافی روشنی میں راستہ دیکھنا اور پہاڑ کو تلاش کرنا تھا۔

اندھیرے میں اس کی نگاہیں تلاش کرتی رہیں لیکن اسے دندانے دار چٹان نظر نہ آئی۔ وہ سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا اور کئی گھنٹوں تک شامیل کو ادھر ادھر دوڑاتا رہا۔ اس کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہا تھا، وہ جلد از جلد پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن اسے وہ چٹان نہ ملی۔ آخر کار وہ گھوڑے

پر سے اتر آیا اور چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ چاند نے طلوع ہونے میں کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ وہ بے تابی سے انتظار کر رہا تھا لیکن چاند تھا کہ کسی طرح طلوع ہوتا ہی نہ تھا۔

آخر کار وہ طلوع ہوا اور چاندنی آہستہ آہستہ پہاڑ کی چوٹیوں سے نیچے رینگ آئی۔ رالف نے ادھر اُدھر دیکھا اور اسے چٹان نظر آگئی جس کی اسے تلاش تھی۔ دندانے دار چٹان جو اس سے نصف میل دور سایوں میں تھی۔

"وقت بہت کم ہے"

رالف نے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے بھگاتے ہوئے سوچا "تین گھنٹوں بعد سویرا ہو جائے گا اور یہ پہاڑ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور عمودی ہیں۔ خدایا!"

اب وہ درے میں تھا۔ شامیل اس کی سنگاخ ڈھلان جتنی تیزی سے چڑھ سکتا تھا۔ چڑھ رہا تھا۔ رات کی خاموشی اور چاندنی میں ،وہ اوپر ہی اوپر چڑھتا رہا۔ کہیں دور ایک شیر دھاڑ رہا تھا اور خاموشی لرز لرز جاتی تھی۔

دو گھنٹوں کی مسلسل چڑھائی کے بعد وہ چوٹی پر تھا اور دُور کئی میل دور نیچے گھاس کا میدان تھا اور اس سے بھی دور چاند کی ٹھنڈی کرنیں سفید چوٹی والی چٹان پر چمک رہی تھیں اور اس کے قدموں میں بہتے ہوئے دریا کی سطح پر جھلملا رہی تھیں۔ میلوں دور سے اسے صرف ایک گھنٹے میں یہ فاصلہ طے کرنا تھا۔ صرف ایک مختصر سا گھنٹہ اور اگر اس نے ایک گھنٹے میں یہ فاصلہ طے نہ کر لیا تو پھر زولوؤں کے بھالے سوزانے اور ان لوگوں کو چھید کر رکھ دیں گے جن میں وہ پناہ گزین تھی ایک لمحے تک رالف نے گھوڑے کی لگامیں کھینچ رکھیں کہ وہ اپنا دم درست کر لے۔ پھر اس نے ایک ایڑ مار کر لگاموں کو ایک جھٹکا دیا اور شامیل نے ہنہنا کر اپنی آخری دوڑ شروع کی۔

کبھی کسی گھوڑے نے ایسی برق رفتاری کا ثبوت نہ دیا ہو گا اور کبھی کسی سوار نے ایسا خطرناک اور گردن توڑ سفر نہ کیا ہو گا۔ شامیل رُکے بغیر اور لڑکھڑائے بغیر پتھروں کو پھلانگ رہا تھا، شگافوں کو صاف پھلانگ رہا تھا اور چشموں میں سے طوفان کی طرح گزر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ڈھلان طے کر چکا تھا۔ اب وہ گھاس کے میدان میں تھا اور دشوار گذار راستے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اب وہ پسینے میں شرابور تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور تنفس اس کے حلق میں سیٹی بجا رہی تھی۔

رالف نے رکابوں میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا۔ افق مشرق سے اندھیرا سمٹنے والا اور اجالا ابھرنے لگا تھا۔

اور اب شامیل ایک طویل ڈھلان چڑھ رہا تھا کیونکہ ۔ اس میدان کی حالت ایسی تھی جیسے سمندر کی کوہ پیکر موجیں منجمد ہو گئی ہوں۔

وہ اس ڈھلان کی چوٹی پر پہنچ گیا اور بجلی کی طرح اس سے پہلے کہ رالف انہیں دیکھ یا کچھ سمجھ سکتا۔

وہ زولواپسی کی صفوں میں سے گذر چکا تھا جو تین طویل صفوں میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ زولو حیرت سے چیخنے لگے لیکن اس سے پہلے کہ وہ رالف یا گھوڑے کو کوئی جانی نقصان پہنچا سکتے۔ وہ ان کے بھالوں کی زد سے نکل چکا تھا اور اب رالف نے اطمینان کا سانس لیا اور گھوڑا ابھی خوشی سے ہنہنایا کیونکہ ان کے خیال میں اب وہ خطرے سے باہر تھے۔

شامیل ڈھلان اترنے لگا اور اس کی ٹاپوں کی گرج سوزانے نے سنی جو خوفزدہ ہو کر گھاس میں لیٹ کر زمین سے لپٹ گئی تھی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی تو اس نے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو اسے کچھ نظر نہ آیا سوائے ایک گھوڑے کے جو حیرت انگیز رفتار سے اسی کی طرف بھاگا آرہا تھا اور اس پر ایک شخص سوار تھا۔ وہ گھوڑے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس نے اسے پہچان لیا۔ بے شک وہ شامیل تھا۔

اور اس کا سوار؟ کون تھا وہ؟ رالف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس شخص کے سنہری داڑھی تھی اور رالف کے داڑھی نہ تھی اور سوزانے نے جھکا ہوا سر اٹھایا جس پر سے ہیٹ کہیں راستے میں گر گئی تھی اور سوزانے نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور آنکھیں مل کر دیکھا۔ اسے یقین نہ آرہا تھا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ حقیقت تھی۔ گھوڑا سوار اس کا شوہر تھا۔ رالف کانزی۔ جس کی عمر کئی سال بڑھ گئی تھی اور جس نے داڑھی چھوڑ رکھی تھی...... داڑھی والا...... لیکن اس کا شوہر...... خوشی کی ایک تکلیف دہ ٹیس اس کے دل میں اٹھی اور اس ٹیس نے اس پر غشی طاری کر دی اور اس وقت تک کھڑی نہ ہو سکی جب تک کہ رالف اس کے سر پر نہ پہنچ گیا۔ اس نے سوزانے کو دیکھا اور اندھی روشنی میں اسے زولو سپاہی سمجھ کر جلدی سے اپنی بندوق اٹھا کر نالی سوزانے کی طرف جھکا دی۔ اس کی انگلی لبلبی دبانے ہی لگی تھی کہ سوزانے کی قوت گویائی عود کر آئی اور اس نے چیخ کر کہا۔

"رالف! رالف! یہ میں ہوں۔ سوزانے...... ابابیل...... تمہاری بیوی۔"

دفعتہً رالف نے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور یوں معلوم ہوا جیسے کسی زبردست قوت نے گھوڑے کو پیچھے کی طرف پھینک دیا ہو۔ وہ ایک دم سے اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا لیکن اتنی تیز رفتاری سے آیا تھا وہ کہ فوراً ہی رک نہ سکا اور سوزانے کو اپنے زبردست جسم سے رگڑتا اور اپنے کھروں سے زمین پر ہل چلاتا ہوا اس کے قریب سے نکلا چلا گیا اور پھر وہ یوں رک گیا جیسے اس کے سامنے آہنی دیوار آگئی ہو۔

"سوزانے! یہ تم ہو؟ خدایا! کیا واقعی میری بیوی مجھے مل گئی؟" رالف نے ایسی عجیب آواز میں کہا جو قطعی غیر انسانی معلوم ہوتی تھی۔ "جلدی سے سوار ہو جاؤ زولو آرہے ہیں پیچھے۔"

اور یوں رالف اور سوزانے کئی برسوں کی جدائی کے بعد آخر کار مل گئے لیکن انسانی ہاتھ کے پہاڑ پر نہیں، جیسا کہ رالف نے خواب میں دیکھا تھا بلکہ اس کے قریب ایک میدان میں۔

"نہیں" سوزانے نے کہا اور رالف نے جھک کر اسے گھوڑے پر گھسیٹ لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا۔

"نہیں کیا؟" رالف نے حیرت سے پوچھا۔

"زولو ہمارے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہیں" سوزانے نے جواب دیا "میں نے دیکھا تھا نہیں"
اور اب رالف نے دیکھا۔ واقعی سوزانے نے غلط نہ کہا تھا۔ بے شک زولو ان کے آگے تھے اور ان کے دائیں بائیں اور پیچھے تھے، ہاں وہ ان کے چاروں طرف تھے اور اپنا دائرہ تنگ کر رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔

"قتل کر دو سفید فاموں کو"

اور وہ بھاگتے ہوئے ان کے قریب آ رہے تھے۔

"حملہ کر دیں گے ان پر۔ آگے جو خدا کی مرضی" رالف نے جواب دیا۔

"ہاں جو خدا کی مرضی میرے سر تاج" سوزانے بولی۔

اور سوزانے نے زین پر گھوم کر اپنی باہیں رالف کی گردن میں ڈال دیں اور اس کے ہونٹ چوم کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہم مل گئے۔ اب ہم ساتھ مریں گے۔"

"سنبھل کر بیٹھو اور مضبوط پکڑے رہو" رالف نے کہا اور پھر ایک دم سے گھوڑے کو زولوؤں کی طرف دوڑا دیا۔

لیکن اب زولو سامنے کی ڈھلان پر سے بھاگ کر اتر رہے تھے اور صرف سو گز دور تھے اور یہ فاصلہ اتنا کم تھا کہ شامیل، جو اب دو آدمیوں کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا بڑی سست رفتاری سے ڈھلان چڑھ رہا تھا۔

جب ان کے اور زولوؤں کے درمیان صرف چند گز کا فاصلہ رہ گیا تو رالف نے بندوق اٹھا کر لبلبی دبا دی۔ ایک زولو لٹو کی طرح گھوم کر گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ بندوق اب بیکار تھی چنانچہ رالف نے اسے پھینک کر اپنا ایک ہاتھ سوزانے کی کمر میں ڈال دیا۔ اس پر جھک گیا کہ جہاں تک ممکن ہو اسے زولوؤں کے بھالوں سے بچا سکے اور پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔

اور اب وہ زولوؤں میں تھے اور گھوڑا زولوؤں کو یوں چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جس طرح کہ جہاز پانی کو کاٹتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ چاروں طرف بھالوں کے پھل چمک کر جھکے لیکن اب تک انہیں کوئی زخم نہ آیا تھا۔ گھوڑے کی تیز رفتاری انہیں بچائے ہوئے تھی حالانکہ شامیل کی ران میں ایک بھالا پیوست تھا اور وہ لرز رہا تھا۔

دفعتہً رالف کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے بائیں شانے کو دہکتے ہوئے لوہے سے داغ دیا گیا ہو اور اب ایک بھالا اس کے شانے میں بھی پیوست تھا اور سلگتا ہوا اس کے پورے بازو اور پھر پورے جسم میں دوڑ گیا۔ وہ سوزانے پر اور بھی زیادہ جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس کا سر شامیل کی ایال کے اڑتے ہوئے بالوں میں تقریباً چھپ گیا لیکن بہت سے کالے ہاتھوں نے آگے بڑھ کر رالف کی ٹانگیں اور گھوڑے کی لگامیں پکڑ لیں اور شامیل آخر کار رک گیا۔ ایک دیو قامت زولو نے بھالا بلند کر کے

گھوڑے کی پسلیوں میں مارا۔ کچاک کی آواز کے ساتھ بھالا بہت اندر تک اتر گیا۔

"معاملہ ختم ہوا" رالف بڑبڑایا۔

لیکن معاملہ ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ کیونکہ ایک اور گہرے زخم کی شدید تکلیف محسوس کر کے شامیل ایک دم سے پاگل ہو گیا۔ وہ چیخا جس طرح کہ صرف گھوڑا چیخ سکتا ہے، اس نے اپنے کان پیچھے کی طرف جھکائے یہاں تک کہ وہ بھیڑیئے کی طرح معلوم ہونے لگا پھر وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور اگلی دونوں ٹانگیں چلا کر زولوؤں کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں توڑ دیں، وہ پھر چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا تھا ایک بار پھر وہ چیخا اور پھر منہ کھول کر اس زولو کی طرف لپکا جس نے اسے زخمی کیا تھا۔ اس نے پسلیوں کے نیچے سے اس زولو کو اپنے بڑے بڑے دانتوں میں پکڑ لیا اور پھر لوگوں نے یہ بھیانک منظر دیکھا کہ ایک زبردست گھوڑا ایک زولو کو اپنے دانتوں میں لٹکائے بھاگا جا رہا ہے، وہ زولو بھیانک آواز میں چیخ رہا ہے اور گھوڑا اسے دائیں بائیں جھٹک رہا ہے جس طرح کہ کتا چوہے کو جھنجھوڑتا ہے۔

شامیل اس زولو کو اسی طرح جھنجھوڑتا رہا یہاں تک کہ گوشت اس زولو کے بدن سے الگ ہو گیا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک بار پھر شامیل منہ کھول کر دوسرے زولو کی طرف لپکا لیکن وہ اس کے سامنے سے بھاگ گیا اور اب سب اس کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ اس زمانے میں زولو گھوڑے کو ایک خوفناک اور خونخوار جانور سمجھتے تھے اور انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ یہ گھوڑا تو سب سے زیادہ خونخوار تھا۔

"یہ گھوڑا تو بھوت ہے اور اس پر بد روح سوار ہے۔" زولو چلائے اور اس کے سامنے سے کائی کی طرح ہٹ گئے۔

اور وہ اپنے سواروں کو لے کر زولوؤں میں سے نکل آیا اور ڈنگان کے جنگی کتے چیختے اور نعرے لگاتے ان کے پیچھے دوڑے۔ بے شک وہ زولو فوج کے درمیان سے نکل آئے تھے لیکن ایک بھالا رالف کے شانے میں اور ایک شامیل کی ران میں پیوست تھا۔

صرف دو میل دور وہ سفید چوٹی والی چٹان تھی۔

"گھوڑا راستے میں ہی مر جائے گا" رالف نے سوچا۔

اور واقعی وہ مر رہا تھا۔ رالف نے ایک ہاتھ سے زین پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے سوزانے کو اپنے اور قریب گھسیٹ لیا اور وہ اپنے شوہر سے لپٹ گئی۔ شامیل اتنی تیزی سے بھاگ رہا تھا کہ کبھی کوئی گھوڑا نہ بھاگا ہو گا۔ وہ دو میل کا فاصلہ بہت جلد طے کر گیا۔

لاگر کے بوئیروں کی نیند آخر کار ٹوٹ گئی تھی۔ انہوں نے بندوق کا دھماکا اور پھر زولوؤں کے جنگی نعروں کی آوازیں سنی تھیں جو بہت دور سے آ رہی تھیں اور صاف سنائی نہ دیتی تھیں نیم عریاں مرد اور عورتیں چھکڑوں پر کھڑی مغرب کی طرف دیکھ رہی تھیں ان کے پیچھے افق مشرق پر روشنی کی ایک لکیر سی آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی اور پھر اس دھندلی روشنی میں ان لوگوں نے ایک حیرت انگیز منظر

دیکھا۔
بجلی کی سی تیزی سے ایک گھوڑا ان کی لاگر کی طرف بھاگا آرہا تھا۔ اس کے سینے اور ران سے خون ٹپک رہا تھا اور اسی گھوڑے پر سنہری داڑھی والا ایک شخص سوار تھا جس کے ایک شانے میں بھالا لرز رہا تھا اور اس شخص نے اپنے ساتھ ایک عورت کو لپٹا رکھا تھا جس پر غشی طاری ہو رہی تھی۔
"کوئی دم میں شامیل گر پڑے گا اور ہم اس کے نیچے دب جائیں گے" رالف نے سوچا اور اگر اتنی حیرت انگیز رفتار سے بھاگتا ہوا گھوڑا گر پڑا ہوتا تو واقعی رالف اور سوزانے اس کے نیچے دب کر مر جاتے یا عمر بھر کے لئے اپاہج ہو جائے۔ لیکن وہ نہ گرا لاگر پچاس گز دور تھا جب شامیل لڑکھڑانے اور جھومنے لگا اور پھر تین چھلانگوں کے بعد رک گیا۔ رالف اس کی پیٹھ پر سے اتر آیا۔ اس نے سوزانے کو گھسیٹ لیا اور پھر حسرت سے گھوڑے کی طرف دیکھنے لگا۔
ایک لمحے تک شامیل اس طرح کھڑا رہا کہ اس کا سر زمین کو چھو رہا تھا، پھر اس کے منہ سے خون آلود کف ٹپکنے اور اس کی آنکھوں اور کانوں سے خون بہنے لگا اور اب اس نے آخری دفعہ اپنی گردن ہلا کر ایال جھٹکی، پھر وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ اپنی اگلی ٹانگیں ہوا میں چلائیں، الٹ کر پیٹھ کے بل گرا اور پھر نہ اٹھا۔
سوزانے بے ہوش ہو گئی تھی چنانچہ وہ اسے اٹھا کر کیمپ میں لے آیا اور وہاں بوئیروں نے اس کے شانے میں سے بھالا نکالا اور رالف سوائے ان چند الفاظ کے اور کچھ نہ کہہ سکا۔
"تیار ہو جاؤ۔ زولو قریب آ گئے ہیں۔"
"ہاں ان لوگوں نے زولوؤں کو شکست دے دی اور اس جنگ میں بوئیروں کا صرف ایک آدمی مارا گیا۔ اس جنگ میں ظاہر ہے کہ رالف نے کوئی حصہ نہ لیا۔ سی ہاما کو دفن کرنے کے بعد جب میں اور جان چار دنوں میں اس لاگر میں آئے تو رالف اور سوزانے اب بھی بستروں میں پڑے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔
ہاں ان لوگوں نے زولوؤں کو شکست دے دی تھی اور ان کا صرف ایک آدمی مارا گیا تھا۔ کیونکہ ان کے سامنے چھکڑوں کی روک تھی۔ پیچھے چٹان تھی اور ایک طرف دریا تھا اور پھر چونکہ رالف نے انہیں خبردار کر دیا تھا۔ اس لئے وہ مقابلے کے لئے تیار بھی ہو گئے تھے۔
لیکن موت کی اس رات میں بہت سے ایسے بوئیر گروہ اور لاگر تھے۔ جنہیں خبردار کرنے کے لئے کوئی شامیل اپنے سوار کو لے کر نہ پہنچا تھا اور اس رات چھ سو آدمی...... مرد، عورتیں، بوڑھے اور شیر خوار بچے ڈنگان کے سپاہیوں کے بھالوں میں چھد کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچ گئے اور تب سے اس علاقے کا نام "دانین...... سرزمین گریہ" پڑ گیا۔
بے شک ہم نے خونی دریا کے جنگ میں زولوؤں سے ان لوگوں کا انتقام لے لیا لیکن ہمارا یہ انتقام ظاہر ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ نہ کر سکا اور اسی وقت سے ڈنگان کا ستارہ غروب ہونے لگا۔

اور یہاں میری کہانی ختم ہوتی ہے اور جب میں کہانی ختم کر رہی ہوں اور سفید چوٹی والی چٹان کا سایہ ہمارے گھر پر پڑ رہا ہے اور میرے عین قدموں تلے وہ جگہ ہے جہاں شامیل نے گر کر جان دی تھی جان اور رالف کو اس جگہ سے کچھ ایسی انسیت ہو گئی تھی کہ وہ یہاں سے کہیں جانے کے لئے تیار نہ تھے اور اس وقت بھی وہ یہاں سے نہ گئے جب انگریزوں نے ناٹال میں اپنا جھنڈا لہرا کر ہمیں انگریزی رعایا بنادیا۔ ناٹال پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تو اس کا مجھے اور جان کو بہت دکھ ہوا لیکن ہم نے منہ سے کچھ نہ کہا البتہ رالف کو شاید اس کا کوئی دکھ نہ تھا کیونکہ وہ آخر کو انگریز ہی تھا اور اسے انگریزی حکومت اور انگریزی جھنڈے سے محبت ہو سکتی تھی لیکن میں اپنی بیٹی سوزانے سے آج تک خفا ہوں کہ وہ ایسی بدلی کہ اس نے انگریزوں اور ان کی لعنتی حکومت کے خلاف کبھی ایک لفظ تک نہ کہا۔

اس کے بعد رالف اور سوزانے میں کبھی جدائی نہ ہوئی اور وہ ہنسی خوشی زندگی کے دن گذارنے لگے۔ یہاں تک کہ خدا نے میری بیٹی سوزانے کو، جب وہ بوڑھی ہو گئی تھی۔ اپنے پاس بلالیا۔ سوزانے کی موت کے بعد رالف کو زندگی سے کوئی دلچسپی نہ رہ گئی اور اس نے انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر ایسا نڈھلوانہ میں کاٹووایو کی فوجوں سے جنگ کی اور اسی جنگ میں وہ اور اس کا بیٹا بھی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ رالف کے اس بیٹے کی بیوی ایک شریف خاندانی انگریزن تھی جو زچگی میں ایک بچے کو جنم دے کر مر گئی تھی۔

سوزانے مر گئی، رالف اور اس کا بیٹا مر گیا جان اور میرے لئے دنیا اندھیر ہو گئی لیکن اس بڑھاپے میں ایک بار پھر اسی اندھیرے میں خدا نے مجھے پھر روشنی دی اور وہ روشنی تمہاری وجہ سے ہے اور تمہارا نام بھی سوزانے ہی ہے اور اب میرے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو گیا ہے کیونکہ میں نے گزرے ہوئے زمانے کی داستان بیان کر دی ہے اور تم نے اپنی ٹپ ٹپ کرنے والی مشین پر انگلیاں مار کر یہ داستان لکھ لی ہے۔ اب میں بہت بوڑھی ہو گئی ہوں اور وہ دن قریب ہیں کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو کر دوسری دنیا میں اپنی بیٹی سوزانے اور رالف کے پاس پہنچ جاؤں گی۔

اس کو تقریباً تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے جب میری پرنانی، سوزانے بوئمار نے خود اپنے گزرے زمانے کی اور ایک پردادا رالف کانزی اور پردادی سوزانے بوئمار کی کہانی بیان کی اور مجھ سے لکھوائی تھی۔ وہ کہانی اپنے طور پر مکمل تھی لیکن قسمت کے کھیل نیارے ہیں یا یوں کہیئے کہ قدرت کے کرشمے نیارے ہیں کہ پرنانی کی کہانی میں مزید اضافہ کرنے کے لئے مجھے قلم اٹھانا پڑا۔

میں یہ سطور لکھ رہی ہوں تو میرے سامنے ناٹال کی سرزمین میدانی علاقہ پھیلا ہوا ہے اور سامنے دریائے ٹیگولا ہے بلکہ سامنے سرسبز اور خوبصورت پہاڑوں کا سلسلہ ہے جن کے قدموں میں ایک دوسرا ہی تاریخی دریا بہہ رہا ہے کیونکہ یہ افریقہ نہیں اسکاٹ لینڈ ہے میں گلے تھرسک کے قصر میں بیٹھی ہوئی ہوں اور میرے کمرے کی کھڑکی کے نیچے میرا چھوٹا لڑکا کھیلتا ہوا گزر رہا ہے جو ایک دن اس دفتر کا مالک بنے گا۔

لیکن میں شروع سے یہ داستان بیان کرتی ہوں جو واقعی بڑی عجیب ہے۔

اپنی کہانی میں میری پرنانی غالباً کسی جگہ یہ بتا چکی ہیں کہ میں نے ڈربن کے ایک اسکول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی حالانکہ میری پرنانی بوئمار اتنی تنگ نظر اور متعصب تھیں کہ دوسری باتوں کے علاوہ تعلیم میں بھی دوسری لڑکیوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان سے بڑھ کر رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ جانتی تھیں بلکہ انہیں یقین تھا کہ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو وہ خود بھی یہی چاہتے۔ میرے والد خود اپنے والد، یعنی ابابیل کی کہانی کے ہیرو رالف کانزی کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے۔ جو انگریزوں اور زولوؤں کے درمیان ہوئی تھی اور وہ دونوں اسی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے۔ رالف کانزی یعنی اپنے دادا کو میں نے اپنے بچپن میں دیکھا تھا جب وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے تھے۔

میرے والد سو فی صد انگریز تھے اور ان میں بوئیروں کی سی کوئی بات نہ تھی۔

اس کے علاوہ انہوں نے ناٹال کے نو آباد انگریزوں کے ایک گھرانے کی ایک انگریز خاتون سے شادی کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میرے والد اور میری پرنانی میں کبھی بنی نہیں۔

جب میں تعلیم سے فارغ ہو گئی تو ڈربن میں چند دوستوں کے ساتھ رہنے لگی۔ یہ دوست میری ایک ہم جماعت کے والد تھے۔ ان ہی کے گھر میں میری ملاقات اپنے شوہر رالف میکنزی سے ہوئی جو اس وقت لارڈ گلے تھرسک کے نام سے مشہور تھے۔ جب ہماری ملاقات ہوئی تو اس وقت رالف میکنزی کے والد کے انتقال کو چھ مہینے گذر چکے تھے۔

اس وقت میرے شوہر رالف کی عمر صرف تیئس سال کی تھی اور وہ اسکاچستانی رجمنٹ میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے جو ہندوستان سے ڈربن آئی تھی۔ خیر تو ہماری ملاقات ہوئی اور ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے حالانکہ خود میرے لئے یہ عجیب اور نا قابل یقین سی بات تھی کہ وہ خوبصورت اور جوان لارڈ جو امیر تھا اور جس کے سامنے ایک دنیا تھی، مجھ جیسی ایک عام سی ڈچ لڑکی سے محبت کرنے لگا جس کے پاس کچھ نہ تھا سوائے اس کے حسن کے (میری پرنانی کے نزدیک میں کچھ زیادہ حسین نہ تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے مجھ سے شادی کی درخواست کی اور اپنے گھٹنوں پر گر کر کہا کہ وہ مجھے اپنی بیوی بنانا چاہتے ہیں تو میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور میں نے ان کی یہ درخواست فوراً قبول کر لی تھی۔ لیکن نہیں مجھے بھی اپنے والدین کی ذہانت اور پیش بینی ورثے میں ملی تھی میں جانتی تھی کہ میں ایک زبردست خطرہ مول لے رہی ہوں۔ مجھے خوف تھا کہ میں رالف میکنزی کو شاید دوبارہ نہ دیکھ سکوں گی۔ اس کے باوجود میں نے ان سے کہا کہ میں اس وقت تک ان سے بات چیت نہ کروں گی جب تک کہ وہ اپنی والدہ اور دوسرے عزیزوں سے اس کی اجازت نہیں لے لیتے یا کم سے کم ایک سال تک اپنی اس درخواست پر غور نہیں کر لیتے۔

آپ پوچھیں گے کہ جب سب کچھ میرے ہاتھ میں تھا۔ جب رالف میکنزی فوراً میرے ساتھ شادی کرنے کو تیار تھے تو میں نے انہیں ایسا جواب کیوں دیا؟ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں بہت سی ایسی شادیوں کا انجام دیکھ چکی تھی جو عجلت اور جذبات کی رو میں کی گئی تھیں اور اس قسم کی شادیوں کا انجام ایک یا دوسرے واسطے سے براہی ہوا تھا اور اکثر و براہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ بعد میں لوگ میری طرف انگلیاں اٹھائیں اور کہیں کہ یہ ہے وہ لڑکی جس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک امیر لڑکے کو پھانس لیا اور اس کی دولت کی خاطر اس سے شادی کر لی۔

چنانچہ میں نے رالف میکنزی کو منع کر دیا کہ وہ ہماری نسبت کا ذکر کسی سے نہ کرے اور خود میں نے ابھی اپنی پرنانی سے اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ اس کے باوجود اس ایک مہینے میں جب تک کہ میں ڈربن میں رہی میں اور رالف ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ بہت اچھا اور بڑا شہر تھا ڈربن اور وہاں تقریباً ہر دن ایک نہ ایک پارٹی چلتی تھی اور جب کوئی پارٹی نہ ہوتی تو میں اور رالف گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کرنے چلے جاتے۔

اس قسم کی ایک سیر کے موقع پر میں نے رالف کو اپنے دادا اور دادی کی حیرت انگیز کہانی سنائی۔ میرا مطلب ہے میں جو کچھ جانتی تھی وہ میں نے اسے سنا دیا اور تفصیلات اس وقت تک مجھے معلوم نہ تھیں کیونکہ اس وقت تک پرنانی نے مجھ سے یہ کہانی لکھوائی نہ تھی اور پھر یہ بات بھی تھی کہ ہمارے گھر میں ان واقعات کا ذکر بہت کم ہوتا تھا۔

رالف غور سے سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوئی تو اس نے پوچھا کہ کیا وہ انگوٹھی اور لاکٹ، جس کا ذکر میں نے کیا تھا، اب بھی میرے پاس ہے۔

"ہاں ہیں کیوں نہیں۔ یہ لو" میں نے کہا۔

یہاں میں یہ بتا دوں کہ اپنے والد کی موت کے بعد سے یہ دونوں چیزیں پہنا کرتی تھی۔

رالف انگوٹھی کو اور اس کے گھسے ہوئے نگ کو اور اس پر کندہ مقولے کو دیکھتا رہا۔ نگ پر یہ دو لفظ کندہ تھے "پہلے عزت" جو دھندلائے تھے۔ رالف چند ثانیوں کی کوششوں کے بعد یہ دو لفظ پڑھنے میں کامیاب ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ چونکا اور جب اس نے لاکٹ کی تصویریں دیکھیں تو اس کا رنگ زرد ہو گیا۔

"سوزانے" وہ بولا۔ "جانتی ہو کہ ہم دونوں میں دور کا رشتہ ہونا چاہیے بلکہ شاید کم سے کم یہ تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اصل تصویر میں نے دیکھی ہے جس سے اس لاکٹ پر کی تصویریں نقل کی گئی ہیں اور اس انگوٹھی پر جو قول کندہ ہے وہ ہمارا خاندانی ہے "پہلے عزت" یہی ہمارے خاندان کا دستور العمل ہے۔"

اب تو میرا شوق تجسس ایک دم سے بیدار ہو گیا اور میں نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن اس نے میرے کسی سوال کا جواب نہ دیا بلکہ اس نے مجھے مجبور کیا کہ اپنے دادا رالف کانزی کے متعلق جو

کچھ جانتی ہوں بیان کر دوں۔ چنانچہ میں بیان کرنے لگی رالف غور سے سنتا اور وقتاً فوقتاً اپنی ڈائری میں کچھ نوٹ کرتا رہا۔ اس کے علاوہ بعد میں میں نے رالف کو وہ تحریر بھی دکھائی جو اس بائبل کے پہلے صفحے پر لکھی ہوئی تھی اور یہ بائبل اس خاتون کی لاش کے قریب سے ملی تھی جو رالف کا نزی کی والدہ تھیں۔ اس کے بعد اس نے انگوٹھی کا نشان لاکٹ کی تصویروں اور بائبل کے پہلے صفحے کی تحریر کا فوٹو لینے کی اجازت چاہی جو میں نے خوشی سے دے دی۔

اس واقعہ کے تین دن بعد میں اور رالف ایک عرصے کے لئے جدا ہو گئے اور اس جدائی کے خیال سے ہم دونوں اداس اور غم زدہ تھے اور ہم دونوں کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور میرا دل عجیب الٹی سیدھی طرح سے دھڑک رہا تھا کیونکہ مجھے خوف تھا کہ جب میں اس کی نظر سے دور ہو جاؤں گی اور جب وہ اپنے لوگوں میں پہنچ جائے گا تو مجھے بھول جائے گا اور چونکہ میں اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس لئے یہ خیال میرے دل کو نوچ رہا تھا۔ رالف نے میری دلی کیفیت غالباً بھانپ لی کیونکہ اس نے بڑی نرم آواز اور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"سوزانے! موت کے علاوہ صرف ایک چیز ہمارے درمیان جدائی کی خلیج حائل کر سکتی ہے"

"اور وہ کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خود تمہارا فیصلہ جو شاید انکار کی صورت میں ہو۔"

"اگر ایسا ہی ہے رالف تو پھر ہم کبھی جدا نہ ہوں گے" میں نے بڑے جوش اور یقین سے کہا۔

"میری پیاری سوزانے! یہ تم اس وقت کہہ رہی ہو اور اس وقت تمہارا خیال بھی یہی ہے" وہ بولا "لیکن وقت بتا دے گا۔ فرض کرو اگر میں وہ نہ ہوا جو......" اور وہ خاموش ہو گیا اور پھر اس نے اپنا یہ جملہ کبھی پورا نہ کیا اور اس کے ان الفاظ نے میرے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر دی اور میں کئی ہفتوں تک پریشان رہی اور سوچتی رہی کہ رالف آخر کہنا کیا چاہتا تھا اور میں نے سینکڑوں طریقوں سے یہ جملہ اپنے طور پر مکمل کیا اور ہر مکمل جملہ میرے لئے زیادہ سے زیادہ فکر و پریشانی کا باعث بنا گیا۔

خیر تو میں بھی ڈربن سے فارم پر واپس آگئی اور اس کے فوراً بعد ہی میری نانی نے وہ داستان لکھانی شروع کر دی جو آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ میری پرنانی نے یہ داستان لکھانے کی وجہ جو بتائی ہے اس کے علاوہ میرے خیال میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتی تھیں کہ میں اپنے آباء واجداد سے واقف ہو جاؤں۔ بہر حال جب میں نے اپنی پرنانی کی بیان کردہ داستان کا مقابلہ اپنے محبوب رالف کے کہے ہوئے الفاظ سے کیا تو میں ایک سوچ میں پڑ گئی اور اپنے طور پر الٹے سیدھے نتیجے اخذ کرتی رہی لیکن اس کے متعلق میں نے اپنی پرنانی سے ایک لفظ بھی نہ کہا کیونکہ معاملہ نازک تھا۔

ہر ہفتے رالف کا خط مجھے ملتا اور حالانکہ اس کے خطوط پیار و محبت سے بھرے ہوئے ہوتے لیکن اس کے کسی خط میں اس بات کا اشارہ تک بھی نہ ہوتا کہ وہ کب مجھ سے ملنے آ رہا ہے میں جانتی تھی کہ چند ہفتوں کی چھٹی لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا سچ تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں اس کی خاموشی پر مجھے غصہ

بھی آیا اور اپنے خطوط میں، میں نے اپنے غصے کا اظہار بھی کیا لیکن پھر بھی وہ خاموش رہا حالانکہ میں نے اسے لکھ دیا کہ وہ آکر مجھے سے میرے بوئیر گھر اور بوئیر ماحول میں دیکھے اور پھر فیصلہ کرے کہ مجھ سے شادی کرنا اس کے لئے مناسب ہوگا یا نہیں۔ ہماری جدائی کو چھ مہینے گذر چکے تھے کہ میں نے سنا کہ سپاہیوں کی ایک چھوٹی رجمنٹ قریبی بستی میں وہاں مقیم دوسری رجمنٹ کی جگہ لینے آرہی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ یہ آنے والی رجمنٹ "ہائی لینڈر" ہے۔ لیکن اس پر میں نے یقین نہ کیا چونکہ میں جانتی تھی کہ نو آبادی میں ہائی لینڈر صرف ایک رجمنٹ تھی اور وہ رالف کی رجمنٹ تھی اور رالف نے اپنے خطوط میں، جو اس نے ڈربن سے لکھے تھے قریبی بستی میں آنے کا ذکر نہ کیا تھا۔

ایک صبح میری پرنانی نے اپنی داستان لکھانی ختم کر دی۔ اس کے انجام کا اثر ان کے دل پر، معلوم ہوتا ہے، خاص طور سے ہوا کیونکہ جب میں آخری سطور ٹائپ کر چکی تو انہوں نے تیوری پر بل ڈال کر مجھ سے کہا کہ میں ٹائپ شدہ کاپیاں ان کے سامنے سے ہٹادوں اور یہ کہ پھر کبھی نہ تو انہیں یہ کاپیاں دکھاؤں اور نہ ہی ان کا ذکر ان کے سامنے کروں۔

اس کے بعد وہ بدوقت تمام اٹھیں، کیونکہ ان کے پیروں پر سوجن تھی، اور چھڑی ٹیکتی ہوئی کمرے سے باہر نکلیں اور برآمدے کی ایک کرسی میں بیٹھ کر میدان کے انتہائی کنارے پر کے سلسلہ کوہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ وہ یقیناً اس خوف ناک رات کے متعلق سوچ رہی تھیں جب میرے دادا رالف کانزی شامیل پر سوار ہو کر میری دادی کو بچانے کے لئے ان پہاڑوں پر سے اترے تھے اور اسی سامنے والے میدان میں زولوؤں نے ان دونوں کو گھیر لیا تھا۔

ہمارا فارم سفید چوٹی والی چٹان کے سائے اور ایک سبزہ زار میں تھا۔ سامنے ایک ٹیلا تھا اور قریبی بستی تک جاتا ہوا راستہ اس ٹیلے پر سے ہو کر گذرتا تھا۔ دفعتہً میری پرنانی نے اس ٹیلے کی طرف دیکھا تو وہاں انہیں ایک شخص کھڑا دکھائی دیا جو ادھر اُدھر یوں دیکھ رہا تھا جیسے فیصلہ نہ کرپاتا ہو کہ اسے کس طرف جانا ہے۔ اس شخص نے ہائی لینڈر رجمنٹ کے افسر کی وردی پہن رکھی تھی جو ایک گھاگھرا قسم کے لباس کی طرح ہوتی ہے۔ میری پرنانی نے کبھی کسی مرد کو ایسا لباس پہنے نہ دیکھا تھا۔

"ارے۔ ہائے ہائے کیا زمانہ آگیا ہے" میں نے انہیں کہتے سنا "سفید فام، کافروں کا موچا پہننے لگے ہیں۔ سوزانے باہر آؤ اور اس بے حیا نیم عریاں شخص کو ہٹادو یہاں سے۔"

اپنے کاغذات رکھ کر میں باہر آئی اور دیکھا کہ یہ بے حیا اور نیم عریاں شخص میرے رالف کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اپنے منگیتر اور محبوب کو دیکھا تو میں سب کچھ بھول گئی یہ بھی بھول گئی کہ بڑی بی برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں ایک چھلانگ میں برآمدے سے نیچے تھی۔ میں رالف کی طرف بھاگ رہی تھی اور پھر دوسرے لمحے ہی اس کی بانہوں میں تھی۔ آگ جو دو دلوں میں سلگ رہی تھی، بھڑک اٹھی۔ بوس وکنار کا سلسلہ شروع ہوا جو کافی دیر تک جاری رہا۔

چند لمحوں تک تو خاموشی طاری رہی اور پھر میں نے اپنے پیچھے سے بڑی بی کی ایک چیخ اور پھر انہیں

مدد کے لئے پکارتے سنا میں نے رالف کی آغوش سے الگ ہو کر اور پیچھے گھوم کر دیکھا تو بڑی بی اپنی چھڑی بلند کئے لنگڑاتی ہوئی ہماری طرف چلی آرہی تھیں۔

"سوزانے! کون ہیں یہ خاتون؟" رالف نے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتی میری پرنانی کے منہ سے ایسی مغلظات بہہ نکلیں کہ میں خود شرما گئی۔ انہیں ایسی باتیں کہتے میں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" رالف نے پھر پوچھا۔ "کیونکہ وہ ڈچ زبان نہ جانتا تھا یہ تو بہت غصے میں معلوم ہوتی ہیں۔"

"یہ میری پرنانی دراؤ بوئمار ہیں۔" میں نے کہا۔ "انہیں ہمارے متعلق کچھ معلوم نہیں کیونکہ میں نے انہیں بتایا ہی نہیں۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب انہیں سمجھا دینا مناسب ہو گا۔" رالف نے کہا۔

اور میں اپنی پرنانی کی طرف گھوم گئی اور انہیں رالف اور اپنے متعلق بتانے لگی لیکن ڈرتے ڈرتے۔ جب میں اپنی صفائی پیش کر رہی تھی تو دیکھا کہ بڑی بی کا چہرہ دفعتہً متغیر ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اب وہ میری باتیں نہ سن رہی تھیں۔

"یہ......یہ......اس نوجوان کی صورت کسی کی یاد دلا رہی ہے مجھے؟" انہوں نے بلند آواز میں لیکن اپنے آپ سے کہا "خدایا! اس نوجوان کی صورت ہو بہو اس انگریز لارڈ کی سی ہے جو پچاس برس پہلے اپنے وکیل کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔ بے شک اس کی صورت رالف کانزی کے اس چچازاد یا خالہ زاد بھائی کی سی ہے۔ لڑکی!......" وہ ایک دم سے میری طرف گھوم گئیں۔

"لارڈ گلے نتھرسک۔" میں نے جواب دیا۔

"لارڈ گلے نتھرسک! وہی صورت، وہی نام اور تم اس کی بانہوں میں۔ تو پھر کیا خدا اس کہانی کو اور آگے بڑھا رہا ہے جو میں نے آج ہی ختم کی ہے؟ آؤ"

اور وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی واپس برآمدے میں آ گئیں۔

"بیٹھو" جب میں اور رالف بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا۔ "لیکن ٹھہرو۔ یہ کمبل دو مجھے سوزانے۔" میں نے کمبل انہیں دے دیا۔ میں حیران تھی کہ وہ کرنا کیا چاہتی ہیں اور یہ دیکھ کر تو میں ہنستے ہنستے لوٹ گئی جب انہوں نے کمبل سے رالف کے گھٹنے ڈھانک کر کہا۔

"اس نوجوان کی پتلون کسی نے اتار لی ہے اسے سردی لگ جائے گی۔"

"سوزانے!" رالف نے کہا "خدا کے لئے سمجھاؤ مجھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور بڑی بی سے کہو کہ مجھے سردی نہیں لگ رہی۔"

"تمہارے اس گھاگھرے نے نانی کو حیرت زدہ کر دیا۔" میں نے کہا تو رالف بھی ہنسنے لگا۔

"بس۔ خاموش۔" نانی نے ایسی آواز اور لہجے میں کہا کہ رالف دفعتہً خاموش ہو گیا "اب سناؤ اپنی

سرگذشت......ہاں......میں بولی......یہ نوجوان تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ سوزانے یہ جو کچھ کہے گا تم اس کا ترجمہ مجھے سناؤ گی۔ اچھا۔"

"نانی اماں! پہلے تو میں اپنے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں" میں نے کہا۔

"چلو۔ تم ہی کہو"

"م......میں رالف کی منگیتر ہوں" میں نے کہا "لیکن میں نے اس کے متعلق آپ سے کچھ نہیں کہا تھا محض اس لئے کہ میں اسے موقع دینا چاہتی تھی کہ اگر یہ چاہے تو اپنا ارادہ بدلے۔"

"ارادہ بدل لے! بڑی بی گرجیں "میں بھی تو دیکھوں کس طرح بدلتا ہے یہ اپنا ارادہ جس سے منگنی کر کے تم نے اسے عزت بخشی ہے۔ ہاں یہ لارڈ ہو گا تو اپنے گھر کا۔ میرے سامنے اس کی ایک نہ چلے گی۔ شکر کرو کہ میں نے ڈنڈے مار کر اسے یہاں سے نکال نہیں دیا اور وہ بھی محض اس لئے کہ اس کی صورت اس انگریز لارڈ کی سی ہے جو اپنے وکیل کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔"

نانی اماں کی ان باتوں کا ترجمہ میں نے رالف کو سنایا تو وہ بولا۔

"سنو سوزانے اور میں جو کچھ کہوں اس کا ترجمہ، لفظ بہ لفظ، تم اپنی پرنانی کو سناتی جاؤ۔ بڑی بی کہتی ہیں کہ میرا نام لارڈ گلے نتھرسک ہے لیکن پچھلے چند دنوں میں مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ میں ایسا کوئی جانور نہیں ہوں بلکہ صرف رالف میکنزی ہوں۔"

"کیا مطلب ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے سوزانے کہ تمہارے منگیتر رالف کا نزی حقیقت میں رالف میکنزی تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وہی تھے اور میں نے اس کے متعلق ضروری تحقیقات کر لی ہیں جب وہ چھ سال کے تھے تو ان کا جہاز افریقہ کے ساحل کے قریب غرق ہو گیا، وہ خود بچ گئے اور انہوں نے تمہاری دادی سے شادی کر لی......اور یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کیونکہ تمہاری پرنانی اس کی گواہ اور تم خود اس کا زندہ ثبوت ہو۔ تو پھر تم قصر گلے نتھرسک کی حقیقی وارثہ اور پرنسس کلین تھر ہو اور میں چونکہ چھوٹے بھائی کی اولاد میں سے ہوں، صرف رالف میکنزی ہوں......لیفٹیننٹ رالف میکنزی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا "چونکہ میں نے سنا ہے کہ انگلستان میں باپ کا لقب بیٹوں کو ملتا ہے نہ کہ بیٹیوں کو۔"

"عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے خاندان میں لقب اور اس کی جائیداد بھی لڑکیوں کو ہی ملتی آئی ہے۔ چنانچہ تمہیں اپنے باپ کا اور دادا کا حق ملے گا حالانکہ خود وہ اس سے محروم رہا۔ سوزانے! یہ باتیں محض ہوائی نہیں ہیں۔ اس تمام عرصے میں یعنی جب تک کہ میں تم سے دور رہا، میں کیپ اور اسکاٹ لینڈ میں بھی اس سلسلے میں تحقیقات کرتا رہا۔ کیونکہ میں نے لاکٹ کی تصویروں کے فوٹو گراف انگوٹھی پر کے قول کا نمونہ اور جتنی کچھ باتیں تم نے مجھے بتائی تھیں اور جو خود میں نے اپنی کوششوں سے معلوم کی تھیں، لکھ کر گھر بھیج دی تھیں اور خدا کی قسم سوزانے مجھے یقین ہے کہ گلے نتھرسک کی

دارثہ تم ہو۔" ہاں۔ ہمارے گھر کی مالکن تنہا تم ہو۔"

تقریباً میکانکی طور پر، کیونکہ میں اتنی حیرت زدہ تھی کہ میرا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے رالف کی ان باتوں کا ترجمہ نانی کو سنایا تو وہ سر ہلا کر بولیں۔

"خدا کے کھیل بھی نیارے ہیں کہ میری اس نے آخری دعاؤں کا جواب بھی دیا اور میری پیٹھ پر سے میرے گناہ کا بوجھ ہٹا دیا۔ سوزانے اس اسکاچستانی سے پوچھنا "کہ کیا اب بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے؟" میں ذرا ہچکچائی تو وہ اپنی چھڑی فرش پر مار کر گرجیں۔ "لڑکی! یہ کیا نافرمانی ہے۔ پوچھ اس سے"

چنانچہ میں نے بہت کچھ شرما کر اور رک رک کر رالف سے پوچھا اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں یہ پوچھنے پر مجبور کی گئی ہوں۔

"ہیں! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں!" رالف نے حیرت سے کہا "ارے سوزانے! اب تو سوال یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟ چند مہینوں پہلے جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی تو میرے پاس سب کچھ تھا لیکن اب اگر وہ ثابت ہو گیا اور یقیناً ہو جائے گا' جو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں' تو میں ایک اسکاچستانی اور غریب شریف زادے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوں اور تم۔ تم سوزانے اسکاچستانی ایک امیر ترین اور باعزت لڑکی ہو"

جواب میں' میں نے ان نظروں کی طرف دیکھا جن کا مطلب صرف وہ سمجھ سکتا تھا۔ میں نے چونکہ اس کی ان باتوں کا ترجمہ بھی کر دیا تھا۔ اس لئے اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی نانی نے کہا۔

"اب اس لونڈے سے کہو کہ وہ دولت اور لقب وغیرہ کے گیت نہ گائے ان انگریزوں کو دولت اور ظاہری دکھاوے کا شوق ہو گیا ہے۔ میں اس کے عادات واطوار، چال چلن اور اس کے مذہبی اعتقادات کے متعلق معلوم کرنا چاہتی ہوں"

اور ان باتوں کے متعلق نانی اماں نے ڈھیرے سارے سوالات رالف سے پوچھے جن کو یہاں بیان کرنا ضروری نہیں۔

"بہر حال اس نوجوان نے سچ سچ کہا ہے، جس کا مجھے کچھ شک ہے، تو پھر یہ دوسروں سے کچھ ٹھیک تا ہے۔" نانی ماں نے کہا۔ "اچھا اب اس سے یہ پوچھنا کہ اسے کوئی مردوں والی بیماری تو نہیں اور یہ کہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہے کہ نہیں۔"

"یہ آپ ہی پوچھ لیں۔" میں نے سرخ ہو کر کہا۔

اس پر بڑی بی نے مجھے مُراد جلی اور بے وقوف کہا اور ہنس پڑیں اور پھر یکایک بولیں۔

"میرے سامنے جھک جاؤ تم دونوں۔"

اور یہ عجیب بات ہے کہ ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کی کیونکہ ہم خصوصاً رالف بڑی بی سے ڈرتا تھا۔ الغرض ہم دونوں وہاں برآمدے میں نانی ماں کے سامنے جھک گئے اور برآمدے کے باہر کھڑی ہوئی

ایک کافر لڑکی حیرت سے منہ کھولے یہ کاروائی دیکھتی رہی۔

"رالف کانزی" نانی ماں نے کہا۔ "تم کچھ بھی اور کیسے بھی کیوں نہ ہو بہر حال اپنے دادا کی طرح ایماندار اور مخلص ہو کیونکہ اگر ایسے نہ ہوتے تو سوزانے کو یہ بتانے نہ آتے کہ تمہاری دولت اس کی دولت اور تمہارا القب اس کا لقب ہے۔ اب یہ سچ ہے کہ نہیں، یہ میں نہیں جانتی اور نہ مجھے اس کی پرواہ ہے میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ تمہاری رگوں میں وہی خون ہے جو میرے اس بیٹے کی رگوں میں تھا جسے میں نے گود لیا تھا اور بس یہی میرے لئے کافی ہے اور میرے لئے یہ دنیا کی کسی بھی دولت اور عزت کے کسی بھی لقب سے بڑھ کر ہے۔"

"اور سوزانے تم...... تم بڑی مکار اور گستاخ ہو کہ تم نے مجھ سے دو باتیں چھپائیں جن سے واقف ہونے کا مجھے حق حاصل ہے اور اس کے علاوہ تمہیں اپنے حسن پر بڑا غرور ہے اور اپنی صورت شکل کے متعلق بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو لیکن میں آخری دفعہ کہہ رہی ہوں کہ جب میں تمہاری عمر کی تھی تو تم سے زیادہ خوبصورت تھی اور میری بیٹی اور تمہاری دادی سوزانے کے مقابلے میں تمہارا حسن کچھ بھی نہیں ہے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ تم دل کی بری نہیں ہو اور اپنے دادی دادا کی خصوصیات بھی تم میں موجود ہیں۔" چنانچہ انہوں نے اپنا ایک ہاتھ میرے اور دوسرا رالف کے سر پر رکھ دیا میں، سوزانے بوئمار تم دونوں کو دعا دیتی ہوں...... آئندہ ہفتے تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ کہ تم دونوں خوش ہو اور پھولو پھلو۔ اور خدا تمہیں ایسی صالح اولاد عطا فرمائے جو ہمارا اور تمہارا نام بھی روشن کرے۔ آمین۔"

"جب میں اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جاؤں گی اور اپنے بیٹے رالف کانزی اور اپنی بیٹی سوزانے کو تمہارے اور اس رالف کے متعلق بتاؤں گی تو وہ دونوں بہت خوش ہوں گے۔"

پھر وہ اٹھیں اور چھڑی ٹیکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلیں لیکن دروازے میں پہنچ کر ہماری طرف پلٹ کر بولیں:۔

"میں کہتی ہوں لڑکی، تیری شائستگی، خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کو کیا ہوا؟ اپنے منگیتر کے لئے کم سے کم کافی تو بنالا۔

چنانچہ میرے احتجاج کے باوجود ایک ہفتے بعد ہماری شادی ہو گئی۔ میں اتنی جلدی بھی شادی کرنا نہ چاہتی تھی لیکن نانی ماں کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہ تھیں۔ ادھر رالف بھی جلد از جلد شادی کرنے کے لئے مرا جا رہا تھا چنانچہ نانی ماں کو یہ پٹی پڑھائی کہ اس کی رجمنٹ افریقہ سے جانے والی تھی اور اگر شادی جلدی نہ کی گئی تو پھر یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

اور عجیب منظر تھا ہماری شادی کا بھی نانی اماں اپنے بہترین چھکڑے میں بڑی شان سے بیٹھی ہوئی تھیں جس میں ایک نہ دو اٹھارہ بیل جتے ہوئے تھے یہ بیل دودھ کی طرح سفید تھے اور ڈنگان کے نسل سے تھے جنہیں سوراٹ پیٹ نے امپونڈوانہ کو تباہ کرنے کے لئے سی ہاما کے مویشیوں میں چھوڑ دیا

تھا۔

نانی ماں کے قریب ان کے شوہر جان بوئمار بیٹھے ہوئے تھے چونکہ وہ بہت بوڑھے اور اپاہج تھے اس لئے انہیں کرسی میں بٹھا کر اور پھر کرسی سمیت اٹھا کر چھکڑے تک لایا گیا تھا۔ وہ بے چارے جانتے ہی نہ تھے کہ یہ کیا ہو رہا تھا۔ لیکن جو چند الفاظ انہوں نے کہے ان سے پتہ چلتا تھا کہ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کا گروہ ایک سے دوسری جگہ ہجرت کر رہا ہے۔ میرے رالف کو وہ اپنا رالف، یعنی وہ جسے انہوں نے بیٹا بنالیا تھا، سمجھے ہوئے تھے۔ غالباً اس لئے کہ میرے رالف کی آواز ان کے رالف کی آواز کی طرح تھی۔ بہر حال وہ میرے رالف کو "بیٹا" کہہ کر مخاطب کر رہے تھے لیکن میری موجودگی انہیں کچھ الجھائے ہوئے تھے کیونکہ ایک دو دفعہ انہوں نے کہا۔

"تو سوزانے اس شیطان سوراٹ پیٹ کے پنجے سے بچ نکلی۔ رالف نے اس کتے کا خاتمہ کر دیا تم نے ؟ رالف! اس کتے سوراٹ پیٹ کا خاتمہ کر دینا۔ ؟"

اور اس طرح ہم اس چھوٹے سے گرجا میں پہنچے۔ جہاں رجمنٹ کا پادری ہماری شادی کا خطبہ پڑھنے والا تھا۔ فوجی اسکاچستانی بینڈ بجا رہے تھے اور اس کی دھن پر ادھر اُدھر مارچ کر رہے تھے۔

باجے والوں کے پیچھے میں اور رالف چل رہے تھے اور ہمارے پیچھے وہ چھکڑا تھا جس میں اٹھارہ سفید بیل جتے ہوئے تھے اور جس میں میرے پرنانا اور پرنانی سوار تھے اور آخر میں وردی پوش سپاہیوں کا دستہ تھا۔ یہ گارڈ آف آنر تھا۔

گرجا کے کھلے ہوئے دروازے کے سامنے چھکڑا روک لیا گیا اور پھر چھکڑے میں بیٹھے دراؤ بوئمار ہماری شادی کی رسومات دیکھتی رہیں اور کافی شور مچا کر دستخط کرنے کے لئے رجسٹر چھکڑے میں منگولیا۔ انہوں نے ایک کافر ملازم کے سر پر رجسٹر رکھ کر دستخط کئے اور ایسا کرتے ہوئے روشنائی سے بھری ہوئی دوات اس کافر کی پیٹھ پر اوندھا دی۔

"کوئی بات نہیں" وہ بولیں "یہ بے چارہ پہلے ہی سے اتنا کالا ہے کہ یہ روشنائی اسے اور کالا نہ کر سکے گی۔"

"ہائے نانی اماں۔ میں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔" میں نے بعد میں ان سے کہا۔

"بیٹی" انہوں نے کہا۔ "اپنی جوانی میں، اس ہستی کو اپنے سے الگ نہ کرنے کے لئے جس سے محبت تھی میں نے ایک بڑا گناہ کیا تھا اور اب اپنے اس گناہ کا کفارہ میں دوسری ہستی سے جس سے میں محبت کرتی ہوں، جدا ہو کر ادا کر رہی ہوں۔"

"ہاں بیٹی! میں اپنی نسل کی آخری نشانی کو الوداع کہہ رہی ہوں بیٹی! اس طرح میں آخری عمر میں اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کر رہی ہوں جو میں نے برسوں پہلے کیا تھا۔ جاؤ بیٹی خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔"

چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اپنے شوہر کے ہاتھ میں دیا اور رخصت ہوئی اور جب ہم اس ملک میں پہنچے تو پتہ چلا کہ دولت، جائیداد اور لقب قانوناً میرا تھا کیونکہ ثابت ہو گیا تھا کہ میرے دادا رالف کانزی ہی

اس کے صحیح وارث تھے۔ میں یہ جائیداد اور لقب وغیرہ اپنانے کے لئے تیار نہ تھی لیکن رالف نے اصرار کیا اور کہا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو مستقبل میں نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہماری اولاد کے لئے بھی قانون جھگڑے پیدا ہو جائیں گے۔

اس کے چھ مہینے بعد، قصر کلین تھرسک میں، مجھے ایک خط ملا جس کے آخر میں میری نانی سوزانے بوئمار کے دستخط تھے۔ خط مختصر تھا اور یوں تھا۔

"بیٹی سوزانے:۔

گذشتہ رات تمہارے پرنانا اللہ کو پیارے ہوئے اور آج میں نے انہیں سپرد خاک کر دیا۔ اب میں بھی زیادہ دن زندہ نہ رہوں گی کیونکہ اتنے برسوں تک تمہارے نانا کے ساتھ رہی ہوں کہ ان کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔ ان کے بغیر مجھے دنیا بھائیں کرتی معلوم ہوتی ہے اور میں جلد از جلد تمہارے نانا کے پاس دوسری دنیا میں پہنچ جانا چاہتی ہوں۔ بیٹی! اگر تمہاری عزت اور دولت اجازت دے تو دوسری دنیا میں مجھ سے اور اپنے نانا سے ضرور ملنا آکر۔ میں جیسی بھی ہوں تم سے محبت کرتی ہوں اور تمہارے شوہر سے بھی محبت کرتی ہوں کیونکہ اس کی رگوں میں میرے رالف کا خون گردش کر رہا ہے۔

بیٹی! جب تک زندہ رہو خوش رہو۔ یہی ہے میرے دل سے دعا۔ کبھی کبھی اس بڑھیا کو اور اپنے نانا کو یاد کر لینا۔ اب ہماری ملاقات دوسری دنیا میں ہی ہو گی چنانچہ اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔

دعا گو

دراؤ بوئمار

اس کے بعد مجھے دوسرے خطوط سے معلوم ہوا کہ اپنے شوہر کے انتقال کے دوسرے دن علی الصبح نانی اماں، دراؤ بوئمار بھی انتقال فرما گئیں کیونکہ مرنے میں بھی وہ اپنے شوہر سے پیچھے رہنا نہ چاہتی تھیں۔ اسی دن شام کو انہیں اپنے شوہر جان بوئمار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

خدا ان دونوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

ختم شد

جاسوسی نشست

Jasoosi Nashist

محمد سجاد بھٹی، سیف الملوک عباسی، یاسر حسنین